فکرِ استشراق

اور

عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ

ڈاکٹر محمد شہباز منج

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ

کے نام سے شروع، جو بڑا مہربان،
نہایت رحم کرنے والا ہے

Marfat.com

صَلَّى اللهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمْ

Marfat.com

فکرِ استشراق

اور

عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ

ڈاکٹر محمد شہباز منج

القمر

القمر پبلی کیشنز لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف وناشر محفوظ ہیں، اس کتاب کی کسی قسم کی کوئی نقل یا سی ڈی وغیرہ تیار کرنے یا اسے نیٹ پر ڈالنے کی اجازت نہیں ہے

نام کتاب ---------- فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ

مصنف ---------- ڈاکٹر محمد شہباز منج

شعبہ علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف سرگودھا

0345-6589615

0308-6183570

اہتمام ---------- القمر پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور

اشاعت اول ---------- 2016ء

297.08
484
142970

مائیکروسافٹ ورڈ سیٹنگ ---------- حسان عبید

سرورق ---------- سجاد محمود

قیمت ---------- -/700

ملنے کا پتہ

1۔ ایمل پبلی کیشنز، آفس نمبر 12، سیکنڈ فلور، بلیو ایریا، اسلام آباد، فون: 051-2803096

2۔ علمی بک ہاوس / سلمان پبلشرز 38۔ اردو بازار لاہور، فون: 042-37120118

3۔ یونی ورسٹی کو آپریٹیو سٹور، یونی ورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا، فون: 0300-6029198
0300-9606921

Marfat.com

انتساب

نوجوان اہلِ تحقیق کے نام

Marfat.com

Transliteration Table

اس کتاب میں عربی اور اردو الفاظ و اسما کی انگریزی نقلِ حرفی کے لیے درج ذیل جدول کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ جو عربی و اردو الفاظ و اسما انگریزی میں عام مروج ہو گئے ہیں اور نقلِ حرفی کے بغیر لغات وغیرہ میں بھی بے تکلف استعمال ہوتے ہیں، ان کی نقلِ حرفی نہیں کی گئی، بلکہ عام مروج صورت میں درج کر دیے گئے ہیں جیسے Quran, Islam , Lahore وغیرہ۔

Table of Consonants

ا	A	ذ	dh	غ	gh	ی	y
ب	B	ر	r	ف	f	بھ	bh
پ	P	ڑ	ṛ	ق	q	پھ	ph
ت	T	ز	z	ک	k	تھ	ṭh
ٹ	ṭ	ژ	ẕ	گ	g	ٹھ	ṭḥ
ث	Th	س	S	ل	l	جھ	jh
ج	J	ش	sh	م	m	چھ	ċh
چ	Ch	ص	ṣ	ن	n	دھ	ḍh
ح	ḥ	ض	ḍ/ż	ں	ṇ	ڈھ	ḍḥ
خ	Kh	ط	ṯ	و	w/v	ڑھ	ṛh
د	D	ظ	z̧	ہ	h	کھ	ḳh
ڈ	ḏ	ع	ʻ	ۃ	ah/at	گھ	ġh

Marfat.com

Tables of Long, Short, Median vowels, Doubled and Diphthongs

Long vowels	ا	ā	Short Vowels	ـَ	a
	آ	ā		ـِ	i
ی	ـِ	ī		ـُ	u
و	ـُ	ū	Median vowels	أ	'a
و	(Urdu)	ō		ؤ	'u
ے	(Urdu)	ē		ئ ء	'i
Doubled	ـُ وّ	uww/uvv	Diphthongs	ـَ و	aw/au
	ـِ یّ	iyy		ـِ ی	ay/ai

Note:

1. In Doubled, Diphthongs and ض و of Consonants English alphabets after the / represent the transliteration of the concerned Urdu letter.
2. In ة *ah* is for pause form and *at* for construct form
3. و as Urdu conjunction is transliterated as –o and as short vowel _ as –i.
4. ال is dealt in both the ways, considering more preferable in the case concerned, for example جمال الدین as Jamāl al-Dīn and Jamālu-d-Dīn.

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

❖ مقدمہ 13
◆ استشراق اور مستشرقین سے متعلق مسلمانوں کا عمومی موقف 15
◆ اصلاحی تحریکِ استشراق سے آگے 16
◆ منظم مہم اور اس کے تاریخی اسباب 17
◆ مخاصمانہ و مخالفانہ تعارف 17
◆ نفوذِ اسلام کا چیلنج 21
◆ حربی تاریخ کا اصل قصور وار 23
◆ معرکۂ قلم و قرطاس 24
◆ ترغیبِ تجدد اور اس کے نتائج 26
◆ اس کتاب میں 28
◆ طرزِ پیش کش 29
◆ حرفِ تشکر 31
❖ **استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ واہداف 33**
◆ **مستشرق اور استشراق: معنی و مفہوم 35**
■ لغوی مفہوم 35
■ اصطلاحی تعریف 38
■ عربسٹس یا سکالرز آف اسلام 42
◆ **اسباب اور تاریخی پس منظر 43**
■ اسلام کا طلوع و عروج اور اہل کتاب کا معاندانہ رویہ 43
■ حروبِ صلیبیہ 50
■ مسلمانوں کا سیاسی زوال اور عیسائیوں کا جوشِ انتقام 56
◆ **آغاز و ارتقا 61**
■ تحریکِ استشراق کا نقطۂ آغاز 61
■ ارتقائی تاریخ و افکار 63
■ عہدِ نشاۃِ ثانیہ 68

Marfat.com

- استشراق دورِ استعمار میں 75
- استشراق اور عصر حاضر 82

❖ اغراض و اہداف 85

- مذہبی و دینی اہداف 86
- سیاسی و استعماری اہداف 94
- معاشی و اقتصادی اہداف 98
- علمی و تحقیقی اہداف 100

❖ استشراقی فکر و مطالعاتِ اسلام اور ان کی نوعیت 103

❖ استشراقی کام کی مختلف جہات 106

- **اساسی اسلامی عقائد و تصورات پر نقد 106**
  - وحیِ الٰہی 106
  - معجزات و خوارق 110
  - قرآن اور اس کی حیثیت 116
  - حدیث اور اس کا مقام 130
  - سیرتِ طیبہ 139
  - معاد، اخروی جزا و سزا اور جنت و دوزخ 154
  - جہاد 156
  - تعددِ ازواج 158
  - اسلامی فقہ و قانون اور عقوبات 160
  - نظریہ تخلیق اور ڈارونی نظریہ ارتقا 162
- **تجدد، تشکیک اور تحقیرِ تہذیبِ اسلامی 164**
  - اسلامی تاریخ و تہذیب کی تحقیر 165
  - تشکیک و تذبذب 167
  - دعوتِ تجدد اور اصلاحِ مذہب 170

❖ استشراقی فکر و مساعی اور اہلِ اسلام کا رویہ 179

Marfat.com

❖ **عالم اسلام میں استشراقی اثر و نفوذ 183**

◆ **اہل اقتدار اور طبقۂ امرا 185**

■ ضیا گوک الپ 185

■ مصطفیٰ کمال 188

■ مقتدر اور صاحب اختیار طبقے کے بعض دیگر افراد 190

◆ **جدید تعلیم یافتہ دانش ور اور سکالرز 194**

■ ڈاکٹر طٰہٰ حسین 195

■ ڈاکٹر فضل الرحمٰن 299

◆ **مفسرین اور ان کے متبعین 209**

■ **محمد عبدہ اور ان کا حلقۂ فکر 209**

● محمد عبدہ 209

● رشید رضا 225

● قاسم امین 231

● علی عبد الرزاق 233

● طنطاوی جوہری 235

■ **سر سید احمد خاں اور ان کا حلقۂ فکر 246**

● سر سید احمد خاں 246

● مولوی چراغ علی 251

● ممتاز علی 256

● سید امیر علی 260

● محمد علی لاہوری 272

● غلام احمد پرویز 282

● مرزا غلام احمد قادیانی 286

❖ **استشراق، تجدد اور راسخ العقیدگی: چند تاثرات و معروضات 291**

■ استشراق اور تجدد کی محدود کامیابی اور اس کا سبب 293

■ راسخ العقیدگی کے مقابلے میں تجدد کی ناکامی اور اس کا سبب 295

Marfat.com

- اہل تجدد کی تحقیقات بھی جینوئن نہیں.......................297
- تجدد حقیقی تعبیر سے بہت دور لے جاتا ہے 301
- استشراق اور تجدد کے لیے سبق........................ 303
- راسخ العقیدگی کے لیے تجاویز........................ 305
- جدیدیت، تجدد اور تجدد پسندوں کی اسلامیت........................ 307
- اہل تجدد کی ہر بات قابل رد نہیں 308
- دوسروں کے علم و تہذیب کا اثر ہر حال میں برا نہیں 310

❖ **مصادر و مراجع......................313**

❖ **اشاریہ......................331**

Marfat.com

مقدمہ

Marfat.com

Marfat.com

استشراق اور مستشرقین سے متعلق مسلمانوں کا عمومی موقف

مسلمانوں کا یہ عام دعویٰ ہے کہ یہود و نصاریٰ اور اہلِ مغرب استشراق اور مستشرقین کے ذریعے مغرب کے استعماری اور اسلام و مسلم مخالف مقاصد کے تحت اسلام اور پیغمبرِ اسلام[1] (570ء-

---

1 بعض مسلم اہلِ علم حضرت محمد ﷺ کو پیغمبرِ اسلام یا بانیِ اسلام کہنے سے متعلق تحفظات کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کا استدلال ہے کہ اسلام تو سارے ہی پیغمبروں کا دین رہا ہے؛ لہٰذا اسے صرف آپ ﷺ سے متعلق کرنا درست نہیں؛ یہ مستشرقین وغیرہ کی اصطلاح ہے؛ جو مسلمانوں نے بھی استعمال کرنی شروع کر دی ہے۔ لیکن راقم کے خیال میں یہ محض تکلف ہے۔ ایک تو یہ بات روایت و طریقِ سلف کے مطابق بھی درست نہیں؛ سلف کے یہاں بھی اسلام کو نبی آخر الزمان ﷺ اور مسلمانوں سے متعلق قرار دینے کی روایت عام موجود رہی ہے؛ آپ ﷺ سے پہلے کا زمانہ تاریخ اسلام میں قبل از اسلام کا زمانہ کہلاتا آ رہا ہے؛ اہلِ تاریخ و سیر اسلام اور مسلمانوں کو انھی عنوانات کے تحت دیگر مذاہب سے الگ شناخت کرتے رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ لفظی و لغوی اعتبار سے تو ٹھیک ہے کہ سب پیغمبروں کا دین اسلام ہی تھا؛ اور ان کے ماننے والے مسلمان۔ لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ آج کے عرف میں کیا ان پیغمبروں کے پیرو مثلاً: یہود و نصاریٰ وغیرہ، خود کو مسلمان اور ان پیغمبروں کو پیغمبرانِ اسلام مانتے ہیں؛ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ تو پھر مختلف مذاہب اور ان کے پیغمبروں کو کسی مختلف عنوانِ مذہب کے تحت ماننے والوں اور حضرت محمد ﷺ اور آپ کو آخری نبی تسلیم کرنے والوں میں امتیاز کیسے ہو؟ حضور ﷺ کے پیرو تو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ سب انبیا کو مانتے ہیں؛ تو اگر سب انبیا سے متعلق ہو کر وہ مسلمان کہلائیں اور حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری کے بعد اسلام کے نمایندے فقط آپ ﷺ ہی سمجھے جائیں، تو اس میں کیا حرج ہے! (بہ طورِ خاص جب یہ بھی تسلیم کیا جا رہا ہو کہ آپ ﷺ تمام انبیا کے خصائص کے جامع اور آپ ﷺ کی تعلیمات تمام انبیا کی تعلیمات کی جامع ہیں) سارے انبیا کا دین—اسلام—اب حضرت محمد ﷺ اور آپ کے پیروکاروں ہی سے خاص ہو گیا ہے۔ وہ دین جو پیروانِ نبی آخر الزمان ﷺ کے مطابق سارے انبیا کا ہے؛ یہود و نصاریٰ وغیرہ اسے صرف حضور ﷺ اور آپ کے پیروکاروں سے متعلق کرتے ہیں، تو یہ بات اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے پیروکاروں کے حق میں جاتی ہے؛ کہ پیروانِ محمدِ عربی ﷺ سارے انبیا کے پیرو اور حضرت محمد ﷺ سارے انبیا کے ادیان کے حامل و نمایندے قرار پاتے ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ کو پیغمبرِ اسلام کہنا غلط نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

632ء) ﷺ کی مسخ شدہ تصویر پیش کرتے آرہے ہیں۔ جب کہ مستشرقین میں سے بہت سے لوگ سرے سے اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ تحریکِ استشراق کا کہیں کوئی وجود ہے؛ اور وہ مذکورہ اہداف کے لیے مصروفِ کار رہی ہے۔ مسلمان اپنے موقف کے حق میں مضبوط اور وزنی دلائل رکھتے ہیں؛ ان صفحات میں اہلِ اسلام کے یہ دلائل اور ان کے نقطہ نظر کے موافق شواہد کی تفصیل ملاحظہ کی جا سکے گی۔

اصطلاحی تحریکِ استشراق سے آگے

مستشرقین اور تحریکِ استشراق کی متعدد تعریفات کی گئی ہیں؛ ان پر بہت کچھ بحث ہے۔ اس ضمن میں ناظرین کو کافی معلومات دیگر مصادر و مراجع اور اس کتاب کے صفحات میں مل جائیں گی۔ ان تعریفات میں سے کوئی تعریف قبول کی جائے یا کوئی بھی قبول نہ کی جائے، اور اس بات کو بھی درست تسلیم کر لیا جائے کہ جس طرح مسلمان دعویٰ کرتے ہیں، اس طرح کوئی تحریکِ استشراق وجود نہیں رکھتی، تو بھی ایک حقیقت ایسی ہے جس سے کوئی شخص -خواہ وہ استشراق کو ایک منظم تحریک سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو- انکار نہیں کر سکتا، وہ یہ کہ مغرب میں بہت سے لوگ اسلامی علوم اور تہذیب و معاشرت کا مطالعہ کرتے آرہے ہیں، اور آج تک کر رہے ہیں۔ اس حقیقت کو بھی ماننے ہی بنتی ہے کہ اس مطالعے میں وہ بالعموم اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے بارے میں انتہائی سخت، گھناؤنے اور متعصبانہ و معاندانہ خیالات پیش کرتے آرہے ہیں، جس کا اعتراف خود بڑے بڑے قد آور مستشرقین اور مغربی اہلِ قلم نے کیا ہے، اور اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ سے متعلق تسلسل کے ساتھ ان خیالات کا اظہار اس میں کوئی شبہ نہیں چھوڑتا کہ اہلِ مغرب کے اسلامی مطالعات پیش کرنے والے اکثر و بیشتر یا بہت سے اہلِ قلم اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کو ہدفِ تنقید بناتے، ان سے نفرت کرتے، اپنے قارئین کو ان سے نفرت دلاتے اور ان سے دور بھگانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ یہ حقائق اس امر میں کلام نہیں رہنے دیتے کہ مغرب میں ایک گروہ موجود چلا آرہا ہے، جو اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی مخالفت کرتا، ان سے لوگوں کو نفرت دلاتا اور ان کا اثر و نفوذ روکنا اور محدود کرنا چاہتا ہے۔ تحریکِ استشراق کے وجود سے انکار کرنے والے معلوم نہیں اس گروہ کو کیا کہیں؟ ہمارا خیال ہے کہ یہی وہ گروہ ہے جسے ہم مستشرقین، تحریکِ

Marfat.com

استشراق اور اسلام کے حوالے سے ان کے عمومی منفی رجحانات و مطالعات کے تناظر میں زیرِ بحث لاتے ہیں۔ بہ الفاظِ دیگر تحریکِ استشراق کوئی سوچی سمجھی اور منظم اصطلاحی تحریک نہ بھی ہو، مغرب کے مذکورہ نوعیت کے قلم کاروں نے اسے ایک ایسا وجود دے دیا ہے۔ گویا کسی اصطلاحی تحریکِ استشراق کو نہ ماننے والے بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے!

منظم مہم اور اس کے تاریخی اسباب

مذکورہ بالا تجزیہ ہم نے ان لوگوں کے لیے پیش کیا ہے، جو اہلِ مغرب میں سے اس کے وجود سے انکاری ہیں اور مسلمانوں میں سے اسے خواہ مخواہ کا موضوعی و خیالی ہوّا تصور کر کے ناقابلِ مطالعہ و التفات باور کرانے کی سعی کرتے ہیں۔ ورنہ اس دعوے کی پشت پر نہایت محکم دلائل موجود ہیں کہ مغرب میں اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے منفی مطالعات بخت و اتفاق کا کرشمہ نہیں، ایک منصوبہ بندی اور منظم مہم کا نتیجہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تحریکِ استشراق یا مذکورہ مہم بلاجواز ہے اور نہ اس کے تاریخی اسباب غیر معلوم و مبہم۔ مسلم مسیحی اور مغرب اسلام تعارف و تعامل کی تاریخ پر سرسری نظر اسے حقیقت باور کرانے کے لیے کافی ہے۔

مخاصمانہ و مخالفانہ تعارف

یہودیت و مسیحیت اور اسلام یا مغرب اور اسلام کا باہمی تعارف بالعموم[2] مخاصمانہ و مخالفانہ ہے، اور تعارف کی بجائے تصادم کہے جانے کے لائق ہے۔ یہود و نصاریٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو اپنے لیے خطرہ تصور کرتے ہوئے ان سے دشمنی کا رویہ اپنا لیا۔ یہودیوں کی مخالفت حضور ﷺ کی ہجرتِ مدینہ کے بعد مدینے کے مضافات میں بسنے والے یہودی قبائل بنو نضیر، بنو قینقاع اور بنو قریظہ کی بدیہی تاریخی اسلام مخالف سرگرمیوں سے واضح ہے۔ انھوں نے حضور ﷺ کی رسالت کا انکار کیا اور آپ کی مخالفت پر کمر کس لی۔ جہاں تک مسیحیت کا تعلق ہے، تو اس کا رویہ بھی کچھ مختلف نہ تھا۔ اس نے بھی ابتدا ہی سے اسلام اور نبی اکرم ﷺ کو اپنا دشمن قرار دے

---

[2] یہود و نصاریٰ میں سے بعض افراد نے ابتدائی دور ہی میں مثبت، حقیقت پسندانہ اور مفاہمانہ رویہ بھی اپنایا اور دائرۂ اسلام میں بھی داخل ہوئے، مثلاً، ورقہ بن نوفل (م 610ء)، اصحمہ نجاشی (م 09ھ)، عبد اللہ بن سلام (550ء-663ء) وغیرہ، لیکن ایسی مثالیں استثنائی ہیں۔

Marfat.com

لیا۔ اس طرح یہود و نصاریٰ اور اسلام کا ابتدائی تعارف بالبداہت تصادم کی نوعیت کا حامل ہے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد حضور ﷺ نے ریاستِ مدینہ کی بنا رکھی تو امن و استحکام کی خاطر یہودِ مدینہ سے امن معاہدے کیے، لیکن قبائلِ یہود نے ان عہدوں کا پاس نہ کیا۔ ان میں جس کو جب موقع ملتا، ریاستِ مدینہ کے وجود کو خطرے میں ڈال دیتا؛ سازشیں کرتا؛ غداری کا ارتکاب کرتا۔ چناں چہ نبی ﷺ کو مجبوراً ان کے خلاف کاروائیاں کرنا پڑیں، اور وقت کے ساتھ ساتھ وہ سب اپنے انجام کو پہنچے۔[3] مسیحیوں کے اسلام سے عہدِ نبوی میں تصادم یا مخاصمانہ تعارف کے حوالے معرکۂ موتہ اور غزوۂ تبوک ہیں۔[4] ان معرکوں میں اگرچہ معروف معنی میں کسی فریق کو بھی فتح یا شکست نہیں ہوئی، لیکن ان کے نتیجے میں اسلامی و رومی سلطنتیں متقابل و متحارب قوتوں کی شکل اختیار کر گئیں۔

عہدِ خلفاے راشدین (632ء/11ھ-661ء/40ھ) اور بعد کے مسلم ادوارِ حکومت میں رومی و اسلامی سلطنتوں میں وسیع پیمانے پر جنگیں ہوئیں۔ ان جنگوں کے نتیجے میں رومی عیسائیوں کو اپنے بہت سے علاقوں اور صوبوں سے ہاتھ دھونا پڑے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ (573ء-634ء)[5] اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ (583ء-644ء)[6] کے زمانوں میں شام، مصر اور فلسطین

---

[3] غزواتِ بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ کی تفصیلات کتب تاریخ و سیر میں پوری پوری تفصیلات کے ساتھ محفوظ ہیں۔ ان کا مطالعہ و تجزیہ کرنے والا ہر حقیقت پسند قاری اس امر واقعہ کو محسوس کر سکتا ہے کہ یہ غزوات یہودیوں کی امن دشمنی، سازشوں اور غداریوں کا نتیجہ تھے۔

[4] ان معرکوں کو مغربی اہلِ قلم مسلمانوں کی طرف سے جارحانہ اقدام گردانتے ہیں، لیکن ان کا تجزیہ اس حقیقت کو واشگاف کرتا ہے کہ ان کے اسباب رومیوں نے پیدا کیے تھے۔

[5] پہلے خلیفۂ راشد۔ عرصۂ خلافت 632ء-634ء یا 11ھ-13ھ ہے۔ آپ کا نام عبد اللہ، کنیت ابو بکر اور لقب صدیق اور عتیق تھے۔ قریش کے قبیلے بنو تیم سے تعلق رکھتے تھے۔ زمانۂ قبل از اسلام میں بھی نمایاں اور ممتاز حیثیت کے حامل تھے؛ ایک اچھے اور نیک انسان کے طور پر جانے جاتے تھے۔ حضور ﷺ سے پہلے ہی سے دوستی تھی؛ آپ ﷺ کی غیر معمولی خوبیوں سے آگاہ اور ان کے معترف تھے۔ آپ ﷺ نے دعوتِ اسلام دی تو فوراً قبول کر لی۔ قبولِ اسلام کے بعد حضور ﷺ اور اسلام کے لیے وقف ہو کر رہ گئے۔ اپنی خدمات اور غیر

Marfat.com

کے وسیع رومی مقبوضات مسلمانوں کے زیر نگیں آگئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (579ء-656ء)[7] کے عہد میں ساحلِ فونکس کی بحری جنگ کے نتیجے میں رومی بحری قوت ٹوٹی، اور بحر روم

معمولی خصوصیات کی بنا پر مسلمانوں کے سوادِ اعظم میں آں جناب ﷺ کے بعد مسلمانوں میں افضل ترین انسان سمجھے جاتے ہیں۔ اپنے مختصر عہدِ خلافت میں اسلام، مسلمانوں، اور مملکتِ اسلامیہ کی بھلائی کے لیے انتہائی اہم اور دیرپا اقدامات کیے؛ اندرونی اور بیرونی، مختلف محاذوں پر نہایت اہم کامیابیاں حاصل کیں۔

[6] دوسرے خلیفۂ راشد۔ عرصۂ خلافت 634ء-644ء یا 13ھ-24ھ ہے۔ نام عمر، کنیت ابو حفص اور لقب فاروق ہے۔ قریش کے قبیلے بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ جسمانی قوت و طاقت، رعب و جلال اور فہم و فراست کے لحاظ سے امتیازی حیثیت کے حامل تھے۔ شروع میں اسلام کے سخت دشمن تھے؛ پھر اسلام قبول کر لیا اور اس کی عظیم شخصیت بن کر سامنے آئے۔ آپ کے زمانۂ خلافت میں مسلم سلطنت کی حدیں دور دور تک پھل گئیں۔ آپ کا دس سالہ عہدِ خلافت تاریخِ اسلام کا زریں باب ہے۔ آپ کا نظامِ ریاست و حکومت حضور ﷺ کے بعد دنیائے اسلام ہی نہیں دنیائے انسانیت کا بہترین نظامِ ریاست و حکومت قرار دیے جانے کا لائق ہے۔ آپ نے بہ طورِ حکمران نہایت ہی اعلیٰ اخلاق و کردار اور نظم و انتظام کا مظاہرہ کیا۔ آپ نے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کی بدولت مسلم سلطنت کو غیر معمولی استحکام بخشا؛ مسلمان دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن گئے۔ مسلمان تو مسلمان بہت سے غیر مسلم مورخ و سیاست دان بھی آپ کو دنیا کا بہترین حکمران شمار کرتے ہیں۔

[7] تیسرے خلیفۂ راشد۔ عرصۂ خلافت 645ء-656ء یا 24ھ-35ھ ہے۔ نام عثمان، کنیتیں ابو عبداللہ، ابو عمرو اور ابو لیلیٰ اور القاب غنی اور ذوالنورین ہیں۔ قریش کے قبیلے بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ صاحبِ ثروت تھے؛ قریش کے دولت مند ترین لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔ سخاوت میں مشہور تھے۔ قبل از اسلام بھی غربا و مساکین کی دل کھول کر مدد کیا کرتے۔ اسلام لانے کے بعد اسلام اور مسلمانوں کی خاطر اپنی دولت بے دریغ خرچ کی۔ شرم و حیا، عفو و کرم اور صبر و ضبط کے پیکر تھے۔ حضور ﷺ اور آپ میں خصوصی تعلق خاطر تھا۔ حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں۔ اپنے عہدِ خلافت میں اختلافِ قراءتِ قرآنی پر فتنے سے بچاؤ کے لیے قرآن کو ایک قراءت پر جمع کرا کے اس کی نقلیں تمام سلطنت میں رائج کیں۔ جمع قرآن کے ضمن میں آپ کی یہ کاوش امت میں متنِ قرآن کے حوالے سے اختلاف و افتراق سے حفاظت کا غیر معمولی ذریعہ ثابت

Marfat.com

پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (602ء-680ء)[8] کے دور میں عقبہ بن نافع (622ء-683ء)[9] نے رومی سلطنت کی افریقی ریاستوں کو زیر کیا۔ ولید بن عبد الملک (668ء-715ء)[10] کے عہد ہی میں طارق بن زیاد (670ء-720ء)[11] نے راڈرک (Roderic، 687ء- 712ء)[12] کو تاریخی شکست سے دوچار کر کے سپین کو اسلامی قلم رو میں شامل کر دیا۔ دسویں صدی عیسوی تک آدھا عالمِ عیسائیت مسلمانوں کے دائرۂ اختیار میں آ چکا تھا۔ 1071ء میں بازنطینی حکمران رومانوس چہارم (Romanos iv Diogenes، 1030ء-

ہوئی۔ آپ کا تیار کرایا ہوا مصحفِ قرآنی تمام مسلمانوں میں آج تک متفقہ مصحفِ قرآنی کے طور پر رائج چلا آ رہا ہے۔

[8] خلافتِ اموی کے بانی۔ عرصۂ اقتدار 661ء-680ء یا 40ھ-60ھ ہے۔ قریش کے قبیلے بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر اپنے والد ابو سفیان بن حرب (560ء-650ء) اور دیگر اہلِ خانہ سمیت دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ بعض روایات کے مطابق آں جناب ﷺ نے آپ کو کتابتِ وحی کی ذمے داری بھی سونپی تھی۔ طویل عرصے تک کامیابی سے حکومت کی؛ لیکن خلفاے اربعہ کے مقابلے میں نظمِ ریاست و حکومت کے مکمل طور پر علی منہاجِ نبوت ہونے میں نقصان کے تناظر میں اہلِ اسلام میں آپ کو بالعموم خلیفۂ راشد شمار نہیں کیا گیا؛ بلکہ مسلمانوں کا پہلا بادشاہ کہا گیا ہے۔

[9] امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید (647/26ھ ء-683ء/64ھ) کے عہد ہائے حکومت کے معروف اموی جرنیل۔ المغرب (موجودہ الجزائر، تیونس، لیبیا، مراکو، شمالی افریقہ) کی فتوحات کا آغاز کیا۔

[10] بنو امیہ کا چھٹا خلیفہ۔ عرصہ اقتدار 705ء-715ء ہے۔ ولید کا عہد مسلم فتوحات کے لحاظ سے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے زمانے میں مسلم سلطنت کی سرحدیں سندھ، چین، ایشیاے کوچک اور سپین و پرتگال تک پہنچ گئی تھیں۔

[11] مشہور اموی جرنیل جس نے ولید کے زمانے میں 711ء میں ہسپانیہ (سپین) کو فتح کیا۔ اسی نے جبل الطارق (جبرالٹر) پر شجاعت و بہادری اور جان توڑ جنگ کی غرض سے مسلم فوجیوں کو کشتیاں جلانے کا حکم دیا تھا۔

[12] ہسپانیہ کا گوتھ (Goth) حکمران۔ گوتھ نسل کا آخری حکمران بتایا جاتا ہے۔ اس کی تاریخی شخصیت کافی مبہم ہے۔

Marfat.com

1072ء)[13] نے مسلم سلجوقی سلطنت کے آرمینیہ پر حملہ کر دیا، مگر سلجوقی سلطان الپ ارسلان (1029ء-1072ء)[14] کے ہاتھوں منازی کرت (Manazikert)[15] کے معرکے میں شکست سے دوچار ہوا؛ نتیجتاً بازنطینی سلطنت کا نہایت اہم خطہ ایشیائے کوچک بھی مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔

نفوذِ اسلام کا چیلنج

مسلمانوں کا یہ غیر معمولی نفوذ مغرب اور عالم عیسائیت میں ایک شدید چیلنج کے طور پر لیا گیا۔ کلیسا۔ جس نے مغرب کو عیسائی بنانے کے بعد مختلف عوامل کے تحت نہایت مضبوط مذہبی وسیاسی اقتدار حاصل کر لیا تھا۔ مسلم اثر و نفوذ پر انتہائی اضطراب و انتقام کی کیفیت میں تھا۔ اسے اپنے تفوق کو چیلنج کرنے والے وہ مغربی افراد بھی گوارا نہ تھے، جو دامن عیسائیت سے وابستہ رہتے ہوئے چرچ کے نظریات سے اختلاف رکھتے ہوں، اور اس کے لیے خطرہ پیدا کر سکتے ہوں[16]، وہ

---

[13] عرصہ اقتدار 1068ء-1071ء ہے۔ یہ بازنطینی ملٹری اشرافیہ کا ایک رکن تھا، کانسٹنٹائن دہم (Constantine x Doukas، 1021ء-1096ء) کی وفات کے بعد اس کی دوسری بیوی سے شادی کے نتیجے میں شہنشاہِ بازنطین بنا۔

[14] عرصہ اقتدار 1063ء-1072ء ہے۔ الپ ارسلان کے دور میں مسلم سلجوقی سلطنت کی حدود میں بہت وسعت ہوئی۔

[15] موجودہ ترکی کے صوبے موس (Mus) کا قصبہ، جو ترکی میں ملازی گرت (Malazigirt) کہا جاتا ہے۔

[16] مغرب میں کلیسائی نظریات سے اختلاف کو بدعت (Heresy) قرار دے کر جس ظالمانہ انداز سے دبایا جاتا تھا اس کا نوحہ جدید مغربی مورخین کثرت سے کہتے آ رہے ہیں۔ نشاۃِ ثانیہ سے قبل کی تاریخ مغرب سے بحث کرنے والی شاید ہی کوئی کتاب اس سے خالی ملے۔ مثال کے طور پر دیکھیے:

Henry Pirenne, *A history of Europe (Routledge Revivals): From invasion to XVI century* (United Kingdom: Taylor & Francis, 2010); R. W. Southern, *Western views of Islam in the middle ages* (Cambridge: Harvard University press, 1962)

Marfat.com

ان لوگوں کو کیسے ٹھنڈے پیٹوں برداشت کر سکتا تھا جن کا نہ صرف یہ کہ چرچ سے کوئی تعلق نہ تھا، بلکہ وہ اس کی ضد تھے؛ اور پھر ان کا خطرہ بھی کوئی موہوم یا امکانی خطرہ نہ تھا، عملاً مغرب اور مسیحیت کی چولیں ہلانے والا تھا۔ چناں چہ چرچ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سخت اقدام کے درپے ہو گیا۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شدید پروپیگنڈہ اور ان پر غلبہ پانے کے لیے سخت معرکہ آرائی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اسلام اور مسلمانوں کو زور شور سے مشرک، دشمنِ خدا اور دشمنِ مسیح و مسیحیت باور کرایا گیا۔ مشرک، شیطان اور اس کے پجاری، وحشی، ناپاک، حرامی، جہنمی، برے انسانوں کے لیے جو نام تخیل میں آ سکتے تھے، بے دھڑک مسلمانوں کو ان سے موسوم کر دیا گیا۔[17] مسلمانوں کی کامیابی کو حضرت مسیح علیہ السلام (Jesus Christ، 2-7 ق م-30-33ء)[18] کی توہین اور عیسائیوں کی فتح کو جنابِ مسیح کی عزت و عظمت سے تعبیر کیا گیا۔ باوجودیکہ مسیحیت کو بنیادی طور پر جنگ اور لڑائی سے کچھ سروکار نہ تھا، اور جنابِ مسیح کی تعلیمات میں سختی کا جواب بھی سختی سے دینا ممنوع تھا؛ ایک گال پر تھپڑ مارنے والے کو دوسرا گال پیش کرنے کا حکم تھا، پھر بھی چرچ نے نہ صرف جنگ کا جواز پیدا کیا بلکہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کو مقدس جنگ اور خداوندِ یسوع کی خوشنودی کا ذریعہ بنا دیا؛ یہاں تک کہ جناب مسیح اور مریم

---

[17] واضح رہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے اسلام اور مسلمان کے الفاظ مغرب میں استعمال ہی نہیں کیے جاتے تھے۔ جان وی ٹولن (John V. Tolan، پیدائش 1959ء) کے مطابق چند مستثنیات کو چھوڑ کر اسلام اور مسلمانوں کے لیے یہ الفاظ سولھویں صدی عیسوی تک استعمال نہیں ہوئے۔ دیکھیے:

John V. Tolan, *Saracens: Islam in the Medieval European Imagination* (New York: Columbia University Press, 2002), xv.

[18] مسیحیت اور اسلام دونوں میں عظیم پیغمبر کی حیثیت سے مقبول بنی اسرائیل کے سلسلۂ انبیا کی آخری کڑی۔ آپ کی پیدائش اور اس دنیا سے رخصت کے عظیم معجزانہ پہلو کو مسیحیت اور اسلام دونوں میں مسلمہ حیثیت حاصل ہے؛ البتہ ان سے متعلق واقعات و حوادث کے نتائج اور امورِ عقائد میں دونوں کے درمیان سخت اختلاف پایا جاتا ہے۔

١٤٢٩٧٥

Marfat.com

صدیقہ (Virgin Mary، 15ق م-48ء)[19] کو بھی جنگ میں اتار لیا گیا۔[20] اور صلیب کے تحت شدید معرکہ آرائی شروع کر دی گئی۔ صلیبی جنگیں اسلام کے خلاف مسیحی مغرب کے شدید مذہبی تعصب اور نفرت کا جلی عنوان ہیں۔[21]

حربی تاریخ کا اصل قصوروار

اس امر میں تو ظاہر ہے کہ مشرق و مغرب میں نقطہ نظر کا اختلاف ہے کہ مغرب اور اسلام کی اس حربی تاریخ میں اصل قصوروار کون ہے؟ مسلمان مغرب کو جب کہ اہلِ مغرب مسلمانوں کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ اگرچہ اس معاملے میں اہلِ مغرب کا موقف انتہائی کمزور ہے؛ اور اس کا اعتراف بہت سے مغربی مورخ کرتے ہیں۔ مگر ہمیں یہاں بحث کو ایک دوسرے انداز سے لینا ہے؛ وہ یہ کہ کشمکش کے اس دور میں فریقین نے ایک دوسرے کی جو مخالفت کی اس میں مذہبی تناظر میں بہرحال مغرب کے قصوروار ہونے کا انکار ممکن نہیں۔ اس لیے کہ مغرب نے اسلام اور

---

[19] جنابِ مسیح کی والدہ ماجدہ۔ مسیحیت اور اسلام دونوں کے عمومی نظریے کے مطابق آپ بغیر شادی اور کسی انسان سے جنسی مقاربت کے معجزانہ حاملہ ہوئیں، جس کے نتیجے میں جناب مسیح علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔

[20] قرونِ وسطیٰ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شدید مغربی مسیحی نفرت و تعصب اور جنگی جنون پیدا کرنے کی کوششوں کو خود بہت سے مغربی مورخین و مصنفین نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ کیجیے:

Norman Daniel, *The Arabs and Mediaeval Europe* (London: Longman, 1979);Karen Armstrong, *Muhammad: A western Attempt to Understand Islam* (London: Orion,1991); Kirby Page, *Jesus or Christianity:A study in Contrasts* (New York: Doubleday, 1929); David Blanks and Michael Frassetto, ed; *Western Views of Islam in Medieval and Early Modern Europe* (New York: St. Martin's Press,1999)

[21] صلیبی جنگوں کی ایک اجمالی تاریخ زیرِ نظر کتاب کے مبحث "استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف" کے ذیلی عنوان "اسلام کا طلوع و عروج اور اہلِ کتاب کا معاندانہ رویہ" میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

Marfat.com

پیغمبرِ اسلام ﷺ کو جس انداز سے مغرب کے سامنے پیش کیا، مسلمانوں نے حضرت مسیح علیہ السلام اور آپ کے مذہب کو ہرگز اس انداز سے مسلم عوام کے روبرو پیش نہیں کیا؛ اور صلیبی جنگوں اور اس کے نتیجے کی طویل مغرب اسلام کشمکش مغرب کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اسی مذہبی نفرت کا شاخسانہ ہے۔ اس طرح نفرت اور دشمنی اور اس کی آب یاری کا ذمہ دار واضح طور پر مغرب ٹھہرتا ہے۔

اس زمانے میں بھی جب کہ صلیبی مہمات اور کشاکش کی پہلی صورت باقی نہ رہی تھی، مغرب صلیبی اثرات سے نکلنے کو تیار نہ ہوا۔ اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کرنا اور انھیں نیچا دکھانا گویا اس نے اپنے اوپر فرض ٹھہرالیا۔ انھوں نے عیسائیوں میں اسلام اور مسلم دشمنی کو زندہ رکھنے کے لیے یہ موقف اپنالیا کہ صلیبی جنگیں ابھی بھی ختم نہیں ہوئیں۔ مسلمانوں کے خلاف ہر اقدام کو مغرب میں صلیبی جنگ کے تسلسل سے تعبیر کیا گیا۔[22]

معرکۂ قلم و قرطاس

مغرب کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متذکرہ صدر جنگ کا ایک انداز اسلام اور مسلمانوں کو قلم و قرطاس کے زور پر شکست دینا ہے۔ بہ الفاظِ دیگر مغرب کی اسلام اور مسلمانوں سے روایتی مخالفت، نفرت اور جنگ کا فوجی و عسکری کے ساتھ ساتھ ایک روپ قلم، مطالعہ اور تبلیغ و تحقیق کا بھی ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر عرض کیا، یہ جنگ فرضی نہیں، باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت شروع کی گئی۔ اس بات کا اقرار مغربی اہلِ قلم کی تحریروں میں واضح طور پر موجود ہے۔ مغربی اہلِ قلم نے ان لوگوں کے نام بھی تحریر کیے ہیں، جنھوں نے اہلِ مغرب کو قلم و قرطاس کی یہ جنگ

---

[22] مغربی نفسیات اور اذہان میں اسلام دشمنی کی گہرائی کا اندازہ اس سے لگایے کہ اکیسویں صدی میں جب کہ مغرب کی طرف سے مغرب اسلام قدیم رقابت کو ختم کرنے کے لیے بہت سی موثر آوازیں اٹھ رہی ہیں اور مغرب نشاۃِ ثانیہ کے بعد اپنی سوسائٹی کے من حیث الکل تبدیل ہو جانے کا دعویٰ کرتا اور قدیم مذہبی تعصبات کو جہالت اور عہدِ جدید کے تقاضوں سے چشم پوشی باور کراتا ہے، جارج بش (George Walker Bush، پیدائش 1946ء) نے نائن الیون کے بعد اس کے ملزموں سے بدلہ لینے کی مہم کو صلیبی جنگ (Crusade) سے تعبیر کر دیا تھا۔ اگرچہ شدید مسلم ردِ عمل پر بعد میں اس نے یہ الفاظ واپس لے لیے تھے۔

Marfat.com

شروع کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ان میں راجر بیکن (Roger Bacon، 1214ء-1292ء)[23]، ریمنڈ لُل(Raymond Lull، 1232ء-1315ء)[24] اور مارٹن لوتھر (Martin Luther، 1483ء-1546ء)[25] وغیرہ کے نام معروف ہیں۔[26] کلیسا نے ان آوازوں کو سنجیدگی سے لیا اور مسلمانوں کے خلاف زبردست قلمی و نظریاتی جنگ کے لیے محاذ قائم ہو گیا، جسے ہم تحریکِ استشراق سے تعبیر کر رہے ہیں۔نام پر نہ جائے تو، کوئی متعصب مغربی اہلِ قلم بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ مغرب میں تحریر و مطالعاتِ اسلام کی اسلام مخالف مہم شروع کی گئی۔

یہ مہم اور تحریک ہی تھی، جبھی تو خود مغربی محققین یہ اعتراف کرتے ہیں کہ مغرب نے آں جناب ﷺ کی مسخ شدہ تصویر پیش کی اور آپ کو سب انسانوں سے بڑھ کر قابلِ نفرین بنانے کی شعوری کوشش کی۔منٹگمری واٹ(William Montgomery Watt، 1909ء-2006ء)[27] کے مطابق:

---

[23] فرانسسکن (Franciscan، اٹالین سینٹ فرانسس–Saint Francis of Assisi، 1181ء-1226ء–کا پیرو) مسیحی اور انگلش فلسفی۔فطرت کے تجرباتی انداز سے مطالعے اور اس کی ضرورت پر زور دینے کے حوالے سے شہرت حاصل کی۔

[24] مسیحی فلسفی اور مشنری۔یہ بھی فرانسسکن تھا۔

[25] پروٹسنٹ اصلاح کے حوالے سے شہرہ آفاق مسیحی سکالر۔ابتدا میں آگسٹینین(Augustinian، مسیحی راہبوں کے سینٹ آگسٹائن -Saint Augustine، 354ء-430ء-کا پیرو) مسیحی تھا۔بعد میں رومن کیتھولک چرچ کے خلاف زبردست تحریک برپا کی اور چرچ کے بہت سے عقائد و تعلیمات کو چیلنج کر دیا۔

[26] زیرِ نظر تناظر میں ان لوگوں کی کاوشوں اور ان کے افکار و نظریات کی تفصیل کے لیے مثال کے طور پر دیکھیے:

R. W. Southern, *Western views of Islam in the middle ages*, 56-106; Norman Daniel, *The Arabs and Mediaeval Europe*, 223,258.

[27] عصرِ حاضر کے مشہور سکاٹش مستشرق۔یونی ورسٹی آف ایڈنبرا میں عربی اور علومِ اسلامیہ کے پروفیسر رہے۔یونی ورسٹی آف ٹورنٹو اور جارج ٹاؤن یونی ورسٹی میں بھی خدمات سر انجام دیں۔اسلام اور پیغمبر

Marfat.com

اہلِ کلیسا کی جانب سے حضور (ﷺ) کو بدنام کرنے اور ناپسند و قابلِ نفرین بنانے کی جتنی کوششیں کی گئی ہیں، دنیا کی کسی دوسری شخصیت کے متعلق نہیں کی گئیں۔ عالمِ عیسائیت میں صلیبی جنگوں سے بھی پہلے آپ (ﷺ) سے متعلق دشمنِ اعظم (Great Enemy) کا تصور راسخ ہو چکا تھا۔ ایک وقت وہ بھی تھا جب محمد ﷺ کے لفظ کو بگاڑ کر "Mahound" یعنی تاریکی کے شہزادے (The Prince of Darkness) کی شکل میں پیش کیا گیا۔[28]

ترغیبِ تجدد اور اس کے نتائج

مغرب کی اس مہم یا تحریکِ استشراق کا ایک پہلو مسلمانوں کو تجدد و مغربیت اختیار کرنے کی طرف راغب کرنے کی کوشش ہے۔ اس دعوے کے بھی واضح شواہد موجود ہیں کہ مستشرقین کی طرف سے مسلمانوں کو تبدیلیِ مذہب کی بجائے خود مذہب کے اندر تبدیلی پیدا کرنے کی تشویق دلائی جاتی رہی؛ اس کے لیے ایک باقاعدہ اور سوچی سمجھی تحریک برپا کی گئی؛ مستشرقین و مبشرین کو اس پر ابھارا گیا اور اس سلسلے میں کام کی دعوت دی گئی۔ مثلاً سیموئل زویمر (Samuel Marinus Zwemer، 1867ء-1952ء)[29] نے کہا:

اسلام ﷺ کے حوالے سے بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ "Muhammad at Mecca", "Muhammad at Medina", "Muhammad: Prophet and Statesman" مشہور تصانیف ہیں۔ اپنے غیر معمولی کام کی وجہ سے آخری مستشرق (the Last Orientalist) کہے گئے ہیں۔ آں جناب ﷺ کو عہد نامہ قدیم کے پیغمبروں کی طرح کا پیغمبر اور قرآن کے خدا کی طرف سے الہام ہونے کا اقرار کر لیا تھا؛ البتہ خطا سے مبرا نہ مانا تھا۔

[28] W Montgomery Watt, *Muhammad: Prophet and Statesman*, (London: Oxford University Press, 1961), 231.

[29] امریکی مشنری اور مبشرین کے ایک بڑے رہنما۔ پرنسٹن تھیولوجیکل سیمینری (Princeton Theological Seminary) میں مشنز اور تاریخ مذاہب کے پروفیسر رہے۔ مسلم ممالک میں مشنری سرگرمیوں کے حوالے سے شہرت رکھتے ہیں۔ مسلمانوں میں تبشیری کام کی ضرورت سے متعلق عیسائیوں میں

Marfat.com

ہم نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے کثیر وقت اور سرمایہ صرف کیا؛ بے شمار کتابیں تصنیف کیں لیکن ہمیں کچھ حاصل نہ ہوا۔ اسلام سے صرف انھی لوگوں نے رابطہ توڑ کر مسیحیت اختیار کی، جن کی اپنے نئے دین سے محبت خواہشات کی بنیاد پر تھی۔ تاہم اس ناکامی پر عیسائی مبشرین کو مایوس اور ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ تمھارے لیے یہ کافی ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلامی عقیدے کو متزلزل کر دو۔ اگر تم ان کو اسلام کے متعلق متذبذب بنانے میں کامیاب ہو گئے، تو یہی تمھاری کامیابی ہے، خواہ مسلمان عیسائیت کے حلقے میں داخل نہ ہوں۔[30]

استشراق اور مستشرقین کی کوششوں کا مسلم زعما، اور اہلِ فکر و دانش پر خاصا اثر پڑا۔ ان میں سے بہت سوں نے تجدد و مغربیت کو نہ صرف اختیار کیا بلکہ اس کے پرجوش داعی بن گئے۔ ان لوگوں میں سے جس کا جتنا اثر ورسوخ تھا اس کے زیرِ اثر طبقات میں بھی تجدد و مغربیت پھیلی یا اس کی راہ ہموار ہوئی۔ عام دانش وروں کے ساتھ ساتھ علمائے مذہب کی بھی ایک اچھی خاصی تعداد نے تجدد و مغربیت اور اصلاحِ مذہب کا علم بلند کیا۔ ان لوگوں نے مغرب کے زیرِ اثر اسلامی نصوص کی دور از کار تاویلات شروع کر دیں۔

تجدد و اصلاحِ مذہب کے لیے کوششیں کرنے والے اہلِ تفسیر و تعبیر پر تحریکِ استشراق کی باقاعدہ مساعی کے ساتھ ساتھ مغرب کی مادی و سائنسی ترقی اور اس تحریک کا بھی بھرپور اثر ہوا، جس کے تحت مغربی معاشرے میں بس اسی چیز کا وزن باقی رہ گیا تھا، جو عقل کے دائرے میں آتی

تحریک و آگہی کی غرض سے سے غیر معمولی کام کیا۔ 1889ء میں ایک ساتھی سے مل کر امریکی عرب مشن (American Arabian Mission) کی بنیاد رکھی۔ 1890ء میں عرب مسلم کمیونٹی میں براہ راست تبشیری کام کے لیے گئے اور تبشیری لٹریچر تقسیم کیا۔ عیسائیت کی تبشیری تاریخ کے چند نمایاں ترین لوگوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

30۔ حوالہ: محمد الدهان، قوى الشر المتحالفه وموقفها من الاسلام والمسلمين (القاهرة: دارالوفاللطباعة والنشر المنصوره، ب ت)، 136۔

Marfat.com

اور حواس سے محسوس کی جا سکتی ہو؛ جس کے تحت مذہب اور وحی و نبوت وغیرہ عہدِ جہالت کے توہمات بن کر رہ گئے تھے؛ جو مسیحیت و بائبل کے بھی کلی انکار یا کم از کم اس کی ایسی تعبیر کا مطالبہ کرتی تھی جو جدید ترقی پسند مغربی ذہن کے لیے قابلِ قبول ہو؛ جس میں مذہب کا کوئی ایسا مطالبہ تسلیم نہ کرنا پڑے، جو آدمی کی خواہشاتِ نفس اور فکر کی مکمل آزادروی پر کوئی روک یا قدغن لگاتا ہو۔

اس کتاب میں

اس کتاب میں ہم نے اہلِ مغرب کی مذکورہ مساعی اور فکر و مطالعات کا تعارف اور عالم اسلام میں اس کے اثر و نفوذ کی وضاحت پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ کتاب کے بڑے مباحث یا عنوانات میں علی الترتیب "استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف"، "استشراقی فکر و مطالعاتِ اسلام اور ان کی نوعیت"، "عالمِ اسلام میں استشراقی اثر و نفوذ" اور "استشراق، تجدد اور راسخ العقیدگی: چند معروضات و تاثرات" شامل ہیں۔ اس کتاب کے مطالعے میں یہ بات پیشِ نگاہ رہنی چاہیے کہ یہاں مستشرقین کے افکار و نظریات کا تجزیہ یا اسلامی عقائد و تصورات سے متعلق ان کے اعتراضات کے جوابات دینے کی کوشش نہیں کی گئی، نہ ہی مختلف حوالوں سے ان سے متاثر و مرعوب مسلم اہلِ فکر و قلم کے افکار و نظریات کا تفصیلی نقد و تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے لیے الگ بحث و تحقیق کا منصوبہ پیش نظر ہے۔ یہاں صرف یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مستشرقین اور تحریک استشراق اور اس کا پس منظر و تناظر کیا ہے؟ اسلامی عقائد و نظریات اور تہذیب و تاریخ کے مختلف پہلوؤں سے متعلق مستشرقین اور مغربی اہلِ قلم کے افکار و نظریات کس نوعیت کے ہیں؟ ان کی فکر کے مسلم دنیا اور اس کے اہلِ علم و نظر پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں اور اس تاثر کے نتیجے میں انھوں نے کیا طرز فکر و عمل اپنایا اور اسلامی تصورات و نظریات کی کیسی تعبیر کرنے کی کوشش کی ہے؟ ہاں کتاب کے آخر میں "استشراق، تجدد اور راسخ العقیدگی: چند تاثرات و معروضات" کے زیرِ عنوان اختصار کے ساتھ مستشرقین، اہلِ تجدد اور راسخ العقیدہ اسلامیت کے کام اور فکر و نظر کی قدر و قیمت سے متعلق اپنا نقطہ نظر طائرانہ اور اجمالی انداز سے عرض کر دیا ہے۔

Marfat.com

طرزِ پیش کش

مواد کی پیش کش کے اعتبار سے قابلِ ذکر نکات یہ ہیں: حوالہ جات فٹ نوٹ کی شکل میں دیے گئے ہیں اور حوالہ جات کے بین الاقوامی طریق شکاگو مینوئل آف سٹائل ایڈیشن 15 پر مبنی ہیں۔ حوالہ جات میں مصادر و مراجع کے ادھورے ذکر سے احتراز کرتے ہوئے ان کی مکمل تفصیل دینے کی کوشش کی ہے؛ جن مصادر و مراجع کو عرصہ پہلے دیکھ کر نوٹس لیے تھے، احتیاط کی غرض سے اکثر و بیشتر انھیں دوبارہ چیک کر کے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حوالے کی پہلی دفعہ مکمل تفصیل دی گئی ہے اور دوبارہ تذکرے پر اختصار ملحوظ رکھا گیا ہے۔ انگریزی اور عربی اقتباسات کے اردو ترجمے کا اہتمام کیا گیا ہے؛ البتہ چند مقامات پر، جہاں اقتباس دینے سے پہلے اس کا پورا مفہوم و مطلب آ گیا ہے، ترجمے کو تحصیلِ حاصل سمجھ کر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ عام طور سے کوشش کی گئی ہے کہ جن محقق و مصنف وغیرہ افراد و شخصیات کے نام متن میں آئے ہیں، ان کے سنہ ہائے پیدائش و وفات دینے کے ساتھ ساتھ فٹ نوٹ میں ان کا مختصر تعارف پیش کر دیا جائے،[31] تا کہ قاری متعلقہ شخصیات اور ان کی فکر کو بہتر طور پر سمجھ سکے؛ نیز اسے مختلف شخصیات اور ان کی فکر سے متعلق ضروری اور اہم معلومات میسر آ سکیں۔ مغربی ناموں اور افراد و شخصیات کے حوالے سے عام اردو اور عربی کتابوں میں بڑی کنفیوژن اور ابہام و اغلاط پائی جاتی ہیں؛ اصل شخصیت اور اس کا نام کچھ اور ہوتا ہے، لیکن نظر اس سے بہت مختلف آ رہا ہوتا ہے؛ بعض اوقات شخصیت اور نام اس قدر بدل گیا ہوتا ہے کہ اصل گم ہو گئی ہوتی ہے، بعض اوقات متعلقہ شخصیت کی فکر کی صحیح ترجمانی نہیں ہوئی ہوتی۔ ان اغلاط کی اصلاح و درستی اور مغربی مصادر و مراجع تک رسائی نہ پا سکنے اور اردو اور عربی مصادر و مراجع پر انحصار رکھنے والے قارئین کو معیاری معلومات مہیا کرنے کی غرض سے متعلقہ ناموں اور شخصیات کی تحقیق کر کے ان کے آگے

---

[31] جن شخصیات کا تذکرہ، بعض باتوں کی وضاحت کے دوران، صرف فٹ نوٹس میں ہوا ہے، ان کے سنہ ہائے پیدائش و وفات دیے ہیں۔

Marfat.com

قوسین میں سنہ ہائے پیدائش و وفات سے پہلے مکمل نام اصل شکل میں دے دیے گئے ہیں،[32] اور جہاں کہیں استعمال شدہ مصدر و مرجع میں کوئی تشنگی یا سہو محسوس ہوا، فٹ نوٹ میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ تحقیق کے طلبہ و طالبات بحمد اللہ اس کوشش کو بہ طورِ خاص بہت مفید پائیں گے؛ انھیں اصل موضوع کے ساتھ ساتھ بہت ساری ضمنی معلومات ملیں گی، اور عام کتب سے اخذ کی ہوئی کئی غیر صحیح معلومات کی تصحیح کا موقع فراہم ہو گا۔ تحقیق سے متعلق اساتذہ کرام فٹ نوٹس میں مختلف شخصیات، ان کی فکر اور دلچسپیوں سے متعلق ایسا بہت سا مواد پائیں گے، جس سے انھیں تحقیق کے بہت سے نئے موضوعات فراہم ہوں گے۔

اردو تحریر و تصنیف میں، بد قسمتی سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ زبان و بیان، املا اور رموزِ اوقاف کو عموماً قابلِ توجہ امر ہی نہیں خیال کیا جاتا، حالانکہ ہر علمی زبان میں اس پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ یہ بات درست ہے کہ اردو املا اور رموزِ اوقاف کے حوالے سے ماہرین میں بہت سے اختلافات ہیں، لیکن یہ مسئلہ ہر زبان میں ہوتا ہے؛ پھر بھی ہر زبان میں اصلاح و درستی کی کوششیں جاری رہتی ہیں؛ اردو کے حوالے سے بھی اس اصول کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ اردو املا اور رموزِ اوقاف سے متعلق ماہرین کی بحث کے حوالے سے راقم الحروف مروج صورتوں کو اپنانے کی ضرورت پر زور دینے والوں کی رائے کو معقول تر سمجھتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ رائے بھی رکھتا ہے کہ رواج پا جانے والی وہ غلط صورتیں جن پر ماہرین کو زیادہ تحفظات ہوں، یا جن کو آسانی سے درست کیا جا سکتا ہو، اور ماحول و مزاج اسے قبول کرنے کو تیار ہو، یا تیار ہو سکتا ہو، اس کی درستی اور معیاری تحریروں میں اسے اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے، پھر وقت کے ساتھ ساتھ جسے قبول کر لیا جائے اسے اختیار کرنے میں حرج نہیں سمجھا جانا چاہیے۔ بہت دفعہ درست صورت بہت جلد قبول کر لی جاتی ہے، یا اس کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں؛ بعض

[32] یہ امر البتہ پیشِ نظر رہے کہ مغربی ناموں کو اردو قالب میں ڈھالتے ہوئے بالعموم انگریزی تلفظ کو مد نظر رکھا گیا ہے، کہ عمومی چلن اسی کا ہے، مثلاً Goldziher کو گولٹ سیر کی بجائے گولڈزیہر لکھا گیا ہے، تاہم دیگر مغربی زبانوں کے نام چوں کہ اصل شکل میں موجود ہیں، اس لیے ان کا اصل تلفظ جاننا مشکل نہیں۔

Marfat.com

الفاظ اور جملوں میں غلط املا اور رموزِ اوقاف کا رواج یا اسے قبول کر لیا جانا، زبان کی بد قسمتی یا اس کے حسن کو ماند کرنے والی چیز دکھائی دیتا ہے؛ لہٰذا ایسی صورتوں کی اصلاح بھرپور توجہ کی طالب قرار دی جانی چاہیے۔ راقم الحروف نے امکانی حد تک اس مسئلے کو پیش نظر رکھنے اور محنت کرنے کی کوشش کی ہے؛ بہت سی رائج غلطیوں کی اصلاح کی کوشش، اہلِ نظر جگہ جگہ محسوس کریں گے۔ تاہم یہ بات پیشِ نظر رہے کہ راقم نے اس ضمن میں کسی ایک محقق کی تحقیق کی پیروی نہیں کی؛ مروج صورتوں اور ماہرین کے اختلافات کے امتزاج کی سعی کی ہے۔ دیگر اہلِ علم و نظر اور صاحبانِ تحقیق سے عرض ہے کہ وہ بھی تحریر و تصنیف میں اس معاملے پر توجہ دینے کی کوشش فرمائیں۔

حرفِ تشکر

کتاب کی تکمیل پر میں رب العالمین کے حضور، اس کی عنایتِ بے پایاں کے لیے، سراپا سپاس ہوں۔ ان سب حضرات کا بھی تہ دل سے شکر گزار ہوں، جنھوں نے کتاب کے تکمیلی مراحل میں کسی بھی حوالے سے میری معاونت کی۔ رفیقۂ حیات صائمہ کی مدد مسلسل شاملِ حال رہی۔ سجاد محمود صاحب نے سرورق اور حسان عبید انے کتاب کی مائیکرو سافٹ ورڈ سیٹنگ میں تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ انھیں بہترین جزا عطا فرمائے۔

اس پیش کش میں جو کوئی خوبی ہے وہ محض اللہ کی کرم نوازی، والدین کی دعاؤں، اساتذۂ کرام کے فیضان اور مخلص احباب و متعلقین کی نیک تمناؤں کا ثمرہ ہے، اور جو کوئی خامی و کمزوری ہے وہ میری کم مائیگی اور کوتاہیِ فکر و نظر کا نتیجہ۔ صاحبانِ علم و فن سے استدعا ہے کہ خامیوں اور اصلاح طلب پہلوؤں کی نشان دہی فرمائیں تاکہ آیندہ ایڈیشن میں ان کے مطابق بہتری لائی جا سکے۔ اللہ کریم سے دست بدعا ہوں کہ وہ اس حقیر کاوش کو قبول فرمائے اور دنیا و آخرت میں نفع مند بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

بندۂ ناچیز

محمد شہباز

اقبال ہال، یونی ورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا، پنجاب، پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ واہداف

Marfat.com

Marfat.com

مستشرق اور استشراق: معنی و مفہوم

استشراق اور مستشرقین کے حوالے سے سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ مستشرق اور استشراق سے کیا مراد ہے؟ یہ الفاظ لغتاً اور اصطلاحاً کیا مفہوم رکھتے ہیں؟ عربی، اردو اور انگریزی میں ان کے استعمال کا تناظر اور پس منظر کیا ہے؟

لغوی مفہوم

عربی اور اردو میں مستشرق اور استشراق کے الفاظ علی الترتیب انگریزی کے اورینٹلسٹ (Orientalist) اور اورینٹلزم (Orientalism) کے ترجمے یا متبادل کے طور پر رائج ہوئے دکھائی دیتے ہیں؛ اس لیے کہ انگریزی کے ان الفاظ سے پہلے عربی اور اردو لغات اور لٹریچر میں ان کا وجود نظر نہیں آتا۔ انگریزی کے مذکورہ الفاظ انگریزی لفظ اورینٹ (Orient) سے ماخوذ ہیں۔ اسی سے لفظ اورینٹل (Oriental) ہے۔ لہٰذا مستشرق اور استشراق کے مفہوم سے آگہی کے لیے سب سے پہلے انگریزی کے مذکورہ الفاظ کی لغوی تحقیق کی جاتی ہے:

لفظ اورینٹ (Orient) کے سلسلے میں انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں لکھا ہے:

> The Orient is a term popularly connoting all countries of east (including middle and near east) or of Asia generally.[1]
>
> اورینٹ ایک اصطلاح ہے جو مشرقی ممالک بشمول مشرقِ وسطی اور مشرقِ قریب یا عموماً ایشیا کو ظاہر کرتی ہے۔

آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں اورینٹل (Oriental) سے مراد لیا گیا ہے: مشرقی، بحیرہ روم اور قدیم سلطنتِ روما کے مشرق میں واقع ممالک اور علاقہ جات اور وہاں کی تہذیب و خصوصیات سے

---

[1] William Benton Publishers, *Encyclopaedia Britannica* (U.S.A: William Benton, 1961), 9/ 71.

Marfat.com

متعلق؛ جنوب مغربی ایشیا یا مطلق ایشیائی ممالک سے متعلق؛ نیز جس کا تعلق مسیحی یورپ کے مشرق سے ہو۔[2] آکسفورڈ اللسٹریٹڈ ڈکشنری میں اورینٹل (Oriental) کے زیر عنوان تحریر ہے:

> Of the orient, esp. Asiatic, occurring in coming from, the East, characteristic of its "civilization" etc.[3]
>
> مشرق سے متعلق، ایشیائی، مشرق میں واقع، مشرق سے آنے والا، مشرق، اس کی تہذیب وغیرہ کی خصوصیات۔

اورینٹلسٹ (Orientalist) کا مطلب لیا گیا ہے: وہ شخص جو مشرقی زبانوں اور ادب سے واقفیت بہم پہنچائے، یعنی مشرقی علوم کا ماہر۔[4] اور ینٹلزم (Orientalism) کا معنی مشرقی خصوصیات، مشرقی رسوم ورواجات، مشرقی ثقافت و تہذیب، مشرقی زبانوں اور مشرقی اقوام سے متعلق علم و مہارت بیان کیا گیا ہے۔[5] علاوہ ازیں اس کی تعریف[6] "Make, become Oriental" بھی کی گئی ہے۔

عربی میں مادہ ش ۔ ر۔ق سے بذریعہ اشتقاق اورینٹلسٹ (Orientalist) اور اور ینٹلزم (Orientalism) کے لیے علی الترتیب المستشرق اور الاستشراق کے الفاظ وضع کیے گئے

[2] J A Simpson and E S C Weiner, ed; *The Oxford English Dictionary*, (New York: Clarendon Press, 1989), X/ 930.

[3] J. Coulson, ed; *The Oxford Illustrated Dictionary* (London: Oxford University Press, 1978), 1188.

[4] Simpson and Weiner, *The Oxford English dictionary*, X/ 931.

[5] W. Morris, ed; *The Heritage Illustrated Dictionary of the English language* (New York: American Heritage press, 1973), 926.

[6] *The Oxford Illustrated dictionary*, 1188

Marfat.com

ہیں۔ المنجد میں مشرقی زبانوں اور علوم و آداب کے عالم کو المستشرق کہا گیا ہے۔[7] الرائد میں المستشرق کا مفہوم یہ بتایا گیا ہے:

عالم اجنبی بحیاۃ الشرق وعلومہ وآدابہ ولغاتہ وحضاراتہ ومدنیاتہ۔[8]

مشرق کی حیات، علوم و آداب، زبانوں اور تہذیب و حضارت کا مغربی عالم۔

الاستشراق کا معنی مشرقی زبانوں اور علوم و آداب کا علم کیا گیا ہے۔[9] الرائد میں الاستشراق کے آگے درج ہے:

علم الاجانب بحیاۃ الشرق و علومہ و آدابہ ولغاتہ و حضاراتہ و مدنیاتہ۔[10]

مغربی لوگوں کا مشرق کی حیات، علوم و آداب، زبانوں اور تمدن و تہذیب کا علم۔

اردو میں اورینٹلسٹ (Orientalist) یا المستشرق کو مستشرق اور اورینٹلزم (Orientalism) یا الاستشراق کو استشراق یا مستشرقیت کہا جاتا ہے۔ مستشرق کی تعریف مشرقی تاریخ، تہذیب، زبان یا علوم وغیرہ کا مغربی ماہر کی گئی ہے۔[11] جامع اللغات میں مستشرق کا مطلب لکھا ہے:

ماہر شرقیات، وہ فرنگی جو مشرقی زبانوں اور علوم کا ماہر ہو۔[12]

یوں استشراق یا مستشرقیت سے مراد ہو گا: مستشرق ہونے کی حالت۔ علوم شرقیہ کہ مہارت۔[13]

---

[7] لوئیس معلوف، المنجد (بیروت: دار المشرق، 1967ء)، 947۔

[8] جبران مسعود، الرائد معجم لغوی عصری (بیروت: دار العلم للملایین، 1967)، 1372۔

[9] لوئیس معلوف، المنجد، 65۔

[10] جبران مسعود، الرائد، 109۔

[11] ترقی اردو بورڈ، اردو لغت تاریخی اصول پر (کراچی: اردو لغت بورڈ، 2002ء)، 2/11۔

[12] خواجہ عبدالمجید، جامع اللغات (لاہور: جامع اللغات کمپنی، س ن)، 1825۔

[13] ترقی اردو بورڈ، اردو لغت، 2۔

Marfat.com

اصطلاحی تعریف

اصطلاحاً مستشرق سے مراد عام طور پر وہ غیر مشرقی عالم لیا جاتا ہے، جو مشرقی علوم کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دے اور استشراق سے مراد لیا جاتا ہے: مشرقی علوم کے حوالے سے تحقیق و مطالعات میں مشغول ہونا۔ ایڈورڈ ڈبلیو سعید(Edward Wadie Said، 1935ء-2003ء)[14] کے مطابق:

> Orientalism...the label still serves in a number of academic institutions. Anyone who teaches, writes about, or researches the Orient-and this applies whether the person is an anthropologist, sociologist, historian, or philologist-either in its specific or its general aspects, is an Orientalist, and what he or she does is Orientalism.[15]
>
> استشراق کی اصطلاح تعلیمی اداروں پر ایک لیبل کے طور پر استعمال ہوتی ہے، اور مستشرق اس شخص کو کہتے ہیں، جو مشرقی تمدن و تہذیب کے بارے میں پڑھاتا، لکھتا اور تحقیقات کرتا ہو۔ یوں یہ لفظ انتھراپالوجسٹ، سوشیالوجسٹ

---

14 فلسطینی امریکی مصنف۔ یروشلم میں پیدا ہوئے۔ ہارورڈ یونی ورسٹی سے انگریزی ادبیات میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ کولمبیا یونی ورسٹی میں انگریزی کے پروفیسر رہے۔ استشراق پر اپنی کتاب "Orientalism" کی بنا پر شہرت رکھتے ہیں۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر انتہائی بنیادی کتاب قرار دی جاتی ہے۔ اس میں سعید نے واضح کرنے کی کوشش کی کہ استشراق مغرب کا مشرقی اقوام اور علوم و آداب کا متعصبانہ مطالعہ ہے؛ مستشرقین کے استشراقی مطالعات مغرب کے استعماری مقاصد سے مربوط رہے ہیں۔

15 Edward W Said, *Orientalism* (London: Routledge and Kegan Paul, 1978), 2.

Marfat.com

اور ماہر تاریخ کے لیے بھی بولا جاتا ہے ،اور ان لوگوں کی ان مسائی کو

استشراق کا نام دیا جاتا ہے۔

مختلف مسلم محققین نے مستشرق، مستشرقین اور استشراق پر غور کے بعد ان کی جامع اصطلاحی تعریفات پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً:

المستشرقون اسم واسع يشمل طوائف متعددة تعمل فی میادین الدراسات الشرقية المختلفة،فهم يدرسون العلوم،والآداب الخاصة بالهند والفرس والصين واليابان والعالم العربی وغيرهم من أمم الشرق۔"

مستشرقین وسیع مفہوم کا حامل لفظ ہے۔ یہ ان تمام افراد کے لیے بولا جاتا ہے، جو مختلف مشرقی مطالعات بالخصوص ہند، ایران، چین، جاپان وغیرہ سے متعلق علوم کے میدانوں میں کام کرتے ہیں۔

اصطلاحاً یا عرفاً یہ لفظ ان غیر مسلم علمائے مغرب کے لیے مخصوص ہے، جو مشرقی زبانوں اور علوم و آداب میں دلچسپی لیتے ہیں، لیکن مشرق کی غیر مسلم زبانوں، غیر اسلامی علوم و فنون اور اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے مغربی عالم کو مستشرق نہیں کہا جاتا۔ اس لحاظ سے مستشرق مغرب کے ان غیر مسلم خاص کر یہودی اور عیسائی علما کو کہا جائے گا، جو اسلام، اسلامی علوم، اسلامی زبانوں اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے مطالعے میں خصوصی دلچسپی لیتے ہیں۔[17]

---

[16] ابراہیم عبد المجید اللبان، المستشرقون والاسلام (قاہرہ: مجمع البحوث الاسلامیۃ، 1970ء)، 4-5۔

[17] ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی، "مستشرقین، استشراق اور اسلام۔" معارف اعظم گڑھ، شمارہ-8 (1982ء): 168۔

Marfat.com

استشراق سے مراد ہے: مغربی لوگوں کا مشرقی زبانوں، تہذیب فلسفے ادب اور مذہب کے مطالعے میں مشغول ہونا۔[18]

عربی زبان کی ایک اہم خصوصیت یعنی خاصیتِ ابواب کو سامنے رکھتے ہوئے استشراق کا مطلب لیا جاتا ہے: بہ تکلف مشرقی بننا[19] اور مستشرق اس شخص کو سمجھا جاتا ہے، جس نے بہ تکلیف مشرقیت اختیار کی ہو۔

مشرق کے لفظ کے تناظر میں استشراق اور مستشرقین کی تعریف میں بالعموم مشرق و مغرب کی ایک خاص تقسیم کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ لیکن بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ شرق و غرب کی یہ تقسیم غیر حقیقی، اعتباری اور اضافی ہے۔[20] چناں چہ کچھ اہلِ علم کے نزدیک مستشرقین کے عرف میں لفظ "مشرق" کا جغرافیائی مفہوم مراد نہیں بلکہ ان کے نزدیک مشرق سے زمین کے وہ خطے مراد ہیں جن پر اسلام کو فروغ حاصل ہوا۔[21] گویا مستشرقین اسلامی ممالک اور دنیائے اسلام کو مشرق کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، ورنہ تو مسیح علیہ السلام اور عیسائیت اور بائبل کے اکثر واقعات کا تعلق بھی مشرق سے بنتا ہے، لیکن ان سے متعلق علم کے کسی ماہر کو مستشرق نہیں کہا جاتا۔ بنابریں مستشرقین اور استشراق کی جامع تعریف وہی ہو گی، جس میں اہلِ مغرب کے مطالعاتِ مشرق میں اسلام اور مسلمانوں کا خصوصی حوالہ ہو۔

بعض مسلم محققین نے نے استشراق اور مستشرقیت کی وضاحت کے حوالے سے متعدد تعریفات نقل کرنے کے بعد اپنی طرف سے جامع تعریفات پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایسی جامع تعریفات اس نوعیت کی ہیں:

مغربی اہلِ کتاب عیسائی مغرب کی مسلم مشرق پر نسلی اور ثقافتی برتری کے خود ساختہ تصور کی بنا پر مسلمانوں پر اہلِ مغرب کا تسلط قائم کرنے کی غرض سے

[18] محمد احمد دیاب، اضواء علی الاستشراق والمستشرقین (قاہرہ: دار المنار، 1989)، 10۔

[19] اصلاحی، "مستشرقین، استشراق اور اسلام۔"، 166، 167۔

[20] اصلاحی، "مستشرقین، استشراق اور اسلام۔"، 165، 171۔

[21] الدکتور محمد ابراہیم الفیومی، الاستشراق رسالۃ الاستعمار (قاہرہ: دار الفکر العربی، 1993)، 144۔

Marfat.com

مسلمانوں کو اسلام کے بارے میں گمراہی اور شک میں مبتلا کرنے اور اسلام کی مسخ شدہ تصویر پیش کرنے کی خاطر مسلمانوں کے عقیدے، کلچر، شریعت، تاریخ، نظام اور وسائل و امکانات کا جو مطالعہ معروضی تحقیق کے دعوے کے ساتھ کرتے ہیں، اسے استشراق کہا جاتا ہے۔[22]

اہلِ مغرب بالعموم اور یہود و نصاریٰ بالخصوص، جو مشرقی اقوام خصوصاً ملتِ اسلامیہ کے مذاہب، زبانوں، تہذیب و تمدن، تاریخ، ادب، انسانی قدروں، ملی خصوصیات، وسائل حیات اور امکانات کا مطالعہ معروضی تحقیق کے لبادے میں اس غرض سے کرتے ہیں کہ ان اقوام کو اپنا ذہنی غلام بنا کر ان پر اپنا مذہب اور اپنی تہذیب مسلط کر سکیں اور ان پر سیاسی غلبہ حاصل کر کے ان کے وسائل حیات کا استحصال کر سکیں، ان کو مستشرقین کہا جاتا ہے اور جس تحریک سے وہ لوگ منسلک ہیں وہ تحریک استشراق کہلاتی ہے۔[23]

اس میں شبہ نہیں کے مستشرقین اسلام کے حوالے سے بہت جارحانہ عزائم رکھتے ہیں اور مذکورہ بالا تعریفات میں ان کے ان عزائم کو سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہیے کہ مطلق حیثیت میں مستشرقین اور ان کی سرگرمیوں اور دلچسپیوں میں خاصا تنوع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف محققین کی جانب سے استشراق اور مستشرقین کی مختلف اور متعدد تعریفات بیان ہوئیں۔[24] بنا بریں تمام مستشرقین کو ایک ہی زمرے میں شمار کرنا درست نہیں۔ کئی مستشرقین ایسے ہیں جو دیگر مشرقی علوم اور تہذیبوں پر اور بعض دیگر مقاصد کے پیش نظر کام کرتے ہیں۔ چناں چہ مطلقاً یہ کہنا کہ تمام مستشرقین اسلام کے خلاف منفیانہ رویے ہی کے تحت سرگرم عمل ہیں، حقیقت سے بعید ہے۔ ہاں اگر کچھ مستثنیات رکھ دی جائیں اور اسلام کے

---

[22] احمد عبد الحمید غراب، رویۃ اسلامیۃ للاستشراق (الریاض: در الاصالۃ للثقافۃ والنشر والاعلام، 1988)، 9۔

[23] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1418ھ)، 6/ 123۔

[24] استشراق اور مستشرقین کی متنوع تعریفات کی تفصیلات کے لیے مثال کے طور پر ملاحظہ ہو: یحی مراد، افتراءات المستشرقین علی الاسلام والرد علیھا (بیروت: دار لکتب العلمیۃ، 2004ء)، 7، 17۔

Marfat.com

حوالے سے کام کرنے والے بیشتر مستشرقین کے رویے کے تناظر میں اختصاص کے ساتھ بات کی جائے تو مذکورہ بالا تعریفات البتہ جامع بن سکتی ہیں۔ مثلاً مستشرقین اور استشراق کی جامع تر اصطلاحی تعریف یوں کی جاسکتی ہے:

> اہل مغرب عموماً اور یہودی و عیسائی خصوصاً، جو مشرق بالخصوص مسلم مشرق پر اپنی مزعومہ نسلی و ثقافتی برتری کے تخیل کے تحت مسلمانوں پر اپنا تسلط قائم کرنے کی غرض سے مسلمانوں کو اپنے مذہب، عقائد، زبانوں، ادب، تمدن و تاریخ اور وسائل و امکانات وغیرہ کے حوالے سے موضوعی منفی نتائج سامنے لا کر شکوک و شبہات اور احساس کمتری میں مبتلا کرنے کی غرض سے ان کے مذہب، عقائد، زبانوں، ادب، تمدن و تاریخ اور وسائل و امکانات وغیرہ کا مطالعہ معروضی تحقیق کے دعوے کے ساتھ کرتے ہیں، مستشرقین ہیں اور جس تحریک سے یہ وابستہ ہیں وہ تحریکِ تحریکِ استشراق ہے۔

عربسٹس یا سکالرز آف اسلام

استشراق اور مستشرقین کی تعریف و مفہوم کے حوالے سے آخر میں یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ آج کل مغربی دنیا میں اسلامی تناظر میں کام کرنے والوں کو بالعموم مستشرقین نہیں بلکہ عربسٹس (Arabists) یا سکالرز آف اسلام (Scholars of Islam) کہا جاتا ہے[25] نیز مغرب میں اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ مسلمان یا بعض غیر مسلم مصنفین جس طرح کی تحریکِ استشراق کا دعویٰ کرتے ہیں، مغرب نے ایسی کوئی تحریک برپا نہیں کی۔ مغرب کے اسلام کی نسبت سے اورینٹلسٹ (Orientalist) اور اوریینٹلزم (Orientalism) کی اصطلاحات سے اس گریز کے تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دراصل ایڈورڈ سعید اور مختلف مسلم مصنفین کی جانب سے استشراقی کام پر سخت نقد اور استشراق کے استعمار سے تعلق اور اس کے مقاصد میں معاونت کے بارے میں پیش کردہ افکار و نظریات کا نتیجہ ہے؛ جن سے مغرب اور بہ طورِ خاص

---

[25] اسلام کے حوالے کے بغیر مطلقاً مشرقی آرٹ اور ادب و کلچر وغیرہ کے مغربی ماہرین کو البتہ آج بھی مغرب میں اورینٹلسٹ کہنے کا رواج عام ہے۔

Marfat.com

وہاں کے ماہرین اسلامیات کی اسلام، پیغمبرِ اسلام ﷺ اور مسلمانوں کے حوالے سے عام باور کرائی جانے والی اخلاقی و معروضی پوزیشن پر سوالیہ نشان لگتا ہے، وگرنہ اورینٹلسٹ کے لفظ میں تو مغربی موقف کے مطابق بھی کوئی خرابی نہیں، اس کا مفہوم تو مشرقی علوم کا مغربی عالم ہی ہے اور عربسٹ کا مطلب بھی عربی علوم و تہذیب کا مغربی ماہر ہی بنتا ہے۔ پھر اگر مشرقی آرٹ اور ادب و تہذیب کے مغربی ماہر کو اورینٹلسٹ کہا جا سکتا ہے تو اسلامیات کے سکالر کو کس بنیاد پر نہیں کہا جا سکتا! اسلام کا تعلق کیا مشرقی تہذیب و کلچر سے نہیں بنتا! شاید یہی مشکل ہے جس کی بنا پر مغرب میں ماہرین اسلامیات کو اورینٹلسٹس (Orientalists) یا مستشرقین کہنے سے مکمل اجتناب نہیں ہو پاتا اور اسلامیات کے مغربی سکالر کے لیے اورینٹلسٹ (Orientalist) کا لفظ اب بھی مختلف مواقع پر مغرب میں استعمال کیا جاتا ہے۔

اسباب اور تاریخی پس منظر

استشراق اور مستشرقین کی تعریف جان لینے کے بعد ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ مستشرقین کے اسلام سے متعلق مذکورہ رویے اور طرزِ فکر و تحقیق کے اسباب و عوامل کیا ہیں؟ کون سے اور کس نوعیت کے حالات و واقعات کے تحت انھیں اسلام اور مسلمانوں سے متعلق واقعی معروضی رویہ اپنانے میں مسائل و مشکلات کا سامنا رہا؟

اسلام کا طلوع و عروج اور اہلِ کتاب کا معاندانہ رویہ

یہود و نصاریٰ ابتداے اسلام ہی سے اسلام اور مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھتے رہے ہیں۔ یہ دشمنی تاریخ کے کسی دور میں ختم نہیں ہوئی، البتہ اس کے رنگ اور شکلیں بدلتی رہی ہیں۔ یہودیت و عیسائیت اور اسلام کے درمیان معاندانہ تعلقات اور کھلی کشمکش کے شواہد اسلامی لٹریچر میں بھی اور خود مغربی مصنفین کی تصانیف میں بھی واضح طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ مثلاً یہود سے متعلق قرآن حکیم کا بیان ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ۔[26]

---

[26] البقرہ 2:146۔

Marfat.com

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اور بلاشبہ ان میں ایک گروہ حق کو جان بوجھ کر چھپاتا ہے۔

عبداللہ بن سلام (550ء-663ء)[27] سے مروی روایاتِ تفسیر مثلاً:

وروی ان عمر قال لعبداللہ بن سلام:اتعرف محمداً ﷺ کما تعرف ابنك ؟فقال :نعم و اکثر۔[28]

روایت ہے کہ حضرت عمر نے عبداللہ بن سلام سے کہا: کیا تم محمد ﷺ کو اسی طرح جانتے ہو جیسے اپنے بیٹے کو جانتے ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا: جی ہاں! بلکہ اس سے زیادہ!

اور ان کے اپنے اسلام لانے کے خود بیان کردہ واقعے سے بھی یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ اپنے ایمان لانے کے واقعے میں انھوں نے بیان کیا ہے کہ ایمان لانے کے بعد یہود کو خبر ہونے سے پہلے میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یہود بہت جھوٹے اور بہتان طراز ہیں۔ اگر ان کو میرے مسلمان ہونے کا پتہ چل گیا، تو بہتان اور عیب لگائیں گے۔ آپ مجھے خفیہ رکھتے ہوئے

---

[27] یہودِ مدینہ میں نہایت نمایاں مقام کے حامل یہودی سردار اور عالم۔ مدینے کے یہودی قبیلے بنو قینقاع سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا نام حصین تھا۔ آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی نسل سے بتائے جاتے ہیں۔ قبولِ اسلام سے پہلے یہودی رَبّی تھے۔ یہود کے ساتھ ساتھ دیگر لوگوں میں بھی نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ روایات کے مطابق آں جناب ﷺ کی ہجرتِ مدینہ کے فوراً بعد آپ ﷺ کو دیکھ اور آپ ﷺ سے بعض سوالوں کے جوابات پا کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ قبولِ اسلام کے بعد آپ ﷺ نے عبداللہ نام رکھا۔ مسلمانوں میں بھی بلند مقام و مرتبے کے حامل رہے۔ آں حضور ﷺ نے آپ کو جنت کی بشارت دی۔ احادیث روایت کیں؛ دینِ اسلام کا گہرا فہم حاصل کیا۔ مسائل میں فتاویٰ کے لیے لوگ آپ سے رجوع کرتے۔ شام اور فلسطین کی فتوحات میں شریک ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں وفات پائی اور مدینے میں دفن ہوئے۔

[28] ابی عبداللہ محمد بن احمد القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، تحقیق۔ الدکتور عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی (بیروت: موسسہ الرسالہ، 2006ء/1427ھ)، 2/447۔

Marfat.com

ان سے میری حیثیت سے متعلق دریافت کریں۔ چناں چہ میں پردے میں رہا اور حضور ﷺ نے یہود سے میرے متعلق دریافت کیا، تو انھوں نے کہا: وہ ہمارا سردار، سردار کا بیٹا اور بہت بڑا عالم ہے۔ جب یہ باتیں کہ چکے تو میں باہر نکل آیا اور ان سے کہا: اے یہود! اللہ سے ڈرو اور تمھارے پاس جو پیغامِ حق آیا ہے، اسے قبول کرلو۔ اللہ کی قسم! تم جانتے ہو کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں؛ تم آپ ﷺ کا نام اور آپ ﷺ کی صفات تورات میں لکھی پاتے ہو؛ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سن کر انھوں نے مجھے کاذب ٹھرانا شروع کر دیا اور ایمان نہ لائے۔[29] اسی طرح غزوۂ بنو قریظہ میں قریظہ کے ہتھیار ڈالنے پر کعب بن اسد (م627ء)[30] نے ان کے سامنے تین میں سے ایک آپشن یہ پیش کیا تھا کہ وہ ایمان لے آئیں اور اس کے حق میں دلیل دیتے ہوئے کہا تھا:

> فواللہ انکم لتعلمون انه الذی تجدونه مکتوباً فی کتابکم۔[31]
>
> اللہ کی قسم تم خوب جانتے ہو کہ وہ وہی ہے جسے تم اپنی کتاب میں لکھا پاتے ہو۔

رہے عیسائی، تو ان کی طرف سے اگرچہ ابتدا میں بعض مثبت رویے سامنے آتے ہیں۔ مثلاً اصحمہ نجاشی (م9ھ)[32] حضور ﷺ پر ایمان لے آیا تھا اور حبشہ ہجرت کرنے والے مسلمانوں کی عزت و تکریم اور حفاظت کی تھی، ہرقل (Heraclius، 575ء-641ء)[33] نے بھی آپ

---

[29] دیکھیے: ابن ھشام، السیرۃ النبویۃ (بیروت: دار لکتاب العربی، 1990ء/1410ھ)، 2/158-159۔

[30] بنو قریظہ کا سردار۔

[31] القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، 17/84۔

[32] شاہِ حبشہ۔ ہجرتِ حبشہ کے بعد اپنے ملک میں مسلمانوں کو پناہ دینے والا انصاف پسند اور نیک دل بادشاہ۔ روایات کے مطابق اصحمہ نے عہدِ نبوی ﷺ میں اسلام قبول کر لیا تھا اور آپ ﷺ نے اس کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھائی تھی۔

[33] شاہِ روم۔ عہدِ اقتدار 610ء-641ء ہے۔ اسے آں حضور ﷺ نے خط ارسال فرما کر دعوتِ اسلام دی تھی۔

Marfat.com

ﷺ کے قاصد کا احترام کیا تھا اور آپ کے لیے تحائف بھی بھیجے تھے، البتہ وہ ابو سفیان (560ء-650ء)[34] سے آپ کی شخصیت و کردار کے بارے میں جاننے اور آپ ﷺ کو بہ طور نبی اللہ پہچان لینے کے باوجود اعیانِ سلطنت کی بغاوت کے اندیشے سے ایمان نہ لایا تھا۔ لیکن یہ مثالیں استثنائی ہیں، کیوں کہ کچھ ہی عرصے بعد ان کی طرف سے مخاصمت اور دشمنی کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا، جس کا نقطۂ آغاز جنگِ موتہ کو قرار دیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک مغربی مصنفین کی تحریروں کا تعلق ہے تو مثال کے طور پر آر سی زاینر (Robert Charles Zaehner، 1913ء-1974ء)[35] اور لوٹفی لوونین(Lootfy Hovhannes Levonian، 1881ء-1961ء)[36] نے اسلام اور عیسائیت کے درمیان تاریخی مخاصمت کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔[37] بعض مصنفین آں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہی کو مسیحیت

---

[34] اموی قریشیوں کے سردار۔ پورا نام صخر بن حرب بن امیہ تھا۔ شروع میں اسلام کے سخت دشمن تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے۔ بعد ازاں مسلم فوج میں دادِ شجاعت دیتے رہے۔ کئی جنگوں میں شریک ہوئے۔ غزوۂ طائف میں ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ عہدِ فاروقی میں جنگِ یرموک کے دوران دوسری آنکھ بھی جاتی رہی۔ اموی سلطنت کے بانی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا آپ ہی کی اولاد تھے۔

[35] سوئس نژاد برطانوی مستشرق۔ مشرقی مذاہب کے مطالعے کے لیے فارسی، پہلوی، پالی، سنسکرت، عربی وغیرہ بہت سی مشرقی زبانیں سیکھیں۔ تقابلِ مذاہب، اسلام، ہندوازم، زرتشتزم اور تصوف وغیرہ کے تناظر میں متعدد کتابیں تحریر کیں۔

[36] ترکی کے شہر عینتاب(Aintab)موجودہ غازی عینتاب(Gaziantep)سے تعلق رکھنے والے مسیحی سکالر۔ ترکی کے چرچ سکول اور انگلینڈ کے وڈ بروک کالج(Wood Brooke College)سے تعلیم حاصل کی۔ قدیم مخطوطات پر کام کی بنا پر برطانیہ کی رائل ایشیاٹک سوسائٹی(Royal Asiatic Society of Great Britain)کے تاحیات ممبر بنے۔ مشرقِ وسطیٰ میں مسیحی کاز کے لیے کام کیا۔ استنبول میں امریکی بورڈ کے مذہبی سکول -جو بعد میں ایتھنز اور پھر بیروت منتقل ہوا- میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔

[37] R.C.Zaehner, *At Sundry Times: An Essay in the comparison of Religion* (London: Faber and Faber, 1958), 193; Lootfy Levonian, *Studies in*

Marfat.com

کے زوال و انحطاط کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ تھامس رائٹ (Thomas Wright، 1810ء-1877ء)[38] کے مطابق ابرہہ کے حملے کے دو ماہ بعد حضور ﷺ کی پیدائش عیسائیت کے لیے بد ترین آفت تھی اور حضور ﷺ مسیحیوں کے سب سے بڑے دشمن۔[39] فلپ کے ہٹی (Philip Khuri Hitti، 1886ء-1978ء)[40] نے جنگِ موتہ کو اسلام اور عیسائیت کے درمیان کشمکش کا نقطۂ آغاز قرار دیتے ہوئے لکھا کہ یہ جنگ حضور ﷺ نے شروع کی تھی:

> He fired the opening shot in the conflict between Christendom and Islam which was to rage through the centuries.[41]
>
> اسلام اور مسیحیت کے درمیان تصادم کا پہلا فائر ان [محمد ﷺ] کی جانب سے ہوا، جس کا غصہ صدیوں کو محیط ہو گیا۔

ایڈورڈ گبن (Edward Gibbon، 1737ء-1794ء)[42] کے یہاں بھی جنگ موتہ مسلمانوں کی مہم جوئی نظر آتی ہے۔ گبن کے الفاظ ہیں:

Relationship between Islam and Christianity (London: Allen & Unwin, 1940), 109.

[38] انگریز مصنف اور ماہر آثارِ قدیمہ۔ قدیم تاریخ و ادبیات پر متعدد کتابیں تحریر کیں۔

[39] Thomas Wright, *Early Christianity in Arabia: A historical Essay* (London: Quaritch, 1855), 152.

[40] مشہور کتاب تاریخ عرب (History of the Arabs) کے مصنف لبنانی امریکی سکالر۔ عرب، مشرقِ وسطیٰ اور سامی زبانوں کے ماہر کی حیثیت سے معروف ہیں۔ امریکا میں عربی اور اسلامی مطالعات کے بانی خیال کیے جاتے ہیں۔ لبنان میں سوق الغرب کے مشن سکول میں تعلم حاصل کی۔ کولمبیا یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی اور یہیں سامی زبانوں کے استاد رہے۔ پرنسٹن اور ہارورڈ یونی ورسٹیز میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں۔

[41] P. K. Hitti, *History of the Arabs* (London: Macmillan, 1968), 147.

Marfat.com

The murder of an envoy afforded a decent pretest for invading, with three thousand soldiers the territory of Palestine.[43]

ایک سفیر کا قتل تین ہزار سپاہیوں کے ساتھ سرزمینِ فلسطین پر حملے پر منتج ہوا۔

چارلس ملز(Charles Mills، 1788ء-1826ء)[44] نے بھی موتہ اور تبوک کے تذکرے میں مسلمانوں کو ظالم و جارح باور کرانے کی کوشش کی۔ ملز کے یہاں موتہ کا مسلم لشکر مذہبی جنونیوں کا جتھا (the band of fanatics)[45] اور تبوک شام ایسے امیر اور زرخیز ملک کی طرف پیش قدمی اور جوشِ انتقام کے تحت کی گئی کاروائی ہے۔[46]

اس تاریخی بحث سے قطع نظر کہ جنگِ موتہ اور تبوک سے متعلق مستشرقین کے مذکورہ بالا اور اس طرح کے دیگر لاتعداد بیانات میں کیا کیا غلطیاں ہیں اور ان حقائق سے کس قدر تخالف پایا جاتا ہے، سرِدست یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ یہودی و عیسائی اہلِ قلم کے ہاں اپنے ہم مذہب لوگوں کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اکسانے کی کوشش واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے۔ وہ تاریخ کو

---

[42] تاریخ زوالِ روما(The History of the decline and Fall of the Roman Empire) کے مصنف معروف انگریز مورخ۔

[43] Edward Gibbon, *The History of the decline and fall of the Roman Empire* (New York: The Modern Library, 2003), II/688.

[44] ایڈورڈ گبن کے پیروانگریز مورخ۔

[45] Charles Mills, *An History of Muhammedanism: Comprising the Life and Character of The Arabian Prophet* (London: Printed for black, Kingsbury, Parbury, And Allen, 1818), 27.

[46] Mills, *An History of Muhammedanism*, 29.

Marfat.com

ایک خاص زاویے سے پیش کر کے یہ باور کرانے کی کوشش کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ اسلام اور مسلمان شروع دن ہی سے یہودیوں اور عیسائیوں کے دشمن ہیں اور مسلمانوں نے ہمیشہ جارحیت کا ارتکاب کیا ہے۔

اسلام اور مسلمانوں سے مغرب کے بہت سے عیسائی قلم کاروں کے تعصب و تنگ نظری اور دشمنی و مخاصمت کا تاریخی تناظر میں ذرا گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلام جب تک جزیرۂ عرب کے اندر رہا عیسائیوں نے اسے اپنے لیے کوئی بڑا خطرہ نہ سمجھا۔ لیکن جب اسلام انتہائی سرعت سے پھیلتے ہوئے عرب کی سرحدوں سے باہر نکلنے لگا، جب اس نے جزیرۂ عرب کے اندر اپنے تمام مخالفین کو نہ صرف ختم کیا بلکہ ان کی اکثریت کو اپنے جھنڈے تلے جمع کر لیا، جب عرب کے عیسائی قبائل عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کرنے لگے تو عیسائی حکمرانوں نے اسلام کے خلاف فیصلہ کن کاروئی کرنے کا تہیہ کر لیا۔ وہ اسلام کی اشاعت کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑے ہو گئے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان جنگوں کا ایک وسیع سلسلہ چل نکلا۔ مسلمانوں نے عیسائی فوجوں کو فاش شکستیں دیں اور ان کے بہت سے علاقوں کو فتح کر لیا۔ مسلمانوں کی عیسائیوں کے خلاف فتوحات صرف عسکری ہی نہیں بلکہ اخلاقی و روحانی بھی تھیں۔ انتہائی قلیل مدت میں اسلام نے ایشیا اور افریقہ سے عیسائیوں کے سیاسی اور روحانی اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ ان کے پوپ اور پادری اس صورت حال کو انتہائی بے بسی کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ ان کی صدیوں کی تبلیغی اور تبشیری کوششیں اکارت ہو رہی تھیں۔ ان کا سیاسی و روحانی مستقبل تاریک ہوتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ چناں چہ ان کے دل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت سے معمور ہو گئے۔ ان میں انتقام کی چنگاریاں سلگنے لگیں۔ جب مسلمانوں کو سیاسی زوال آیا تو عیسائیوں نے ماضی کی شکستوں کے دل کھول کر بدلے لیے، لیکن انتقام کی جو چنگاری ان کے دلوں میں سلگ رہی ہے اس کی حدت میں ہنوز کمی نہیں آئی۔[47] صلیبی جنگوں کے طویل سلسلے پر نظر ڈالی جائے تو مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں کے بغض و عناد اور جارحانہ عزائم کی بہت حد تک نقاب کشائی ہو جاتی ہے۔

---

[47] الازہری، ضیاء النبی، 6/ 45-46۔

Marfat.com

حروبِ صلیبیہ

معرکہ منازی کرت میں الپ ارسلان کے ہاتھوں شکست، مسلم سلجوقی ترکوں کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ اور اپنے سمٹتے ہوئے اقتدار کے پیش نظر بازنطینی شہنشاہ الیگزیئس کامنینس (Alexios I Komnenos، 1056ء-1118ء)[48] نے پوپ اربن دوم (Pope Urban II، 1042ء-1099ء)[49] سے مدد کی اپیل کی۔ پوپ نے مغربی اور مشرقی عیسائیت کے مسلکی اختلافات کو نظر انداز کرتے ہوئے مشترکہ دشمن کی سرکوبی کی غرض سے الیگزیئس کی پکار کا بھرپور جواب دینے کا فیصلہ کیا۔ اس نے اپنی 27 نومبر 1095ء کی تقریر میں مسلمانوں کے خلاف سخت توہین آمیز زبان استعمال کرتے ہوئے انھیں ایسی ملعون قوم قرار دیا، جس نے ارضِ مقدس اور مسیحیوں کی بے حرمتی کی۔ اس نے اہلِ مغرب کو جنت اور گناہوں کی معافی کا یقین دلاتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارا اور ارضِ مقدس کو مسلم قبضے سے آزاد کرانے کے لیے اپنے اہلِ خانہ اور جائیدادوں کو چھوڑ کر جنگ کے لیے نکل کھڑے ہونے کی ترغیب دی۔ پوپ کی اس صدا کا اثر فوری اور دیرپا تھا۔ دخولِ بہشت کے وعدے سے تحریک پا کر، ارضِ مقدس کی آزادی کے خواب آنکھوں میں سجائے ہزاروں افراد نے پوپ کی صدا پر لبیک کہا اور متعدد صلیبی مہمات ارضِ مقدس کو روانہ ہوگئیں۔[50] انتشار کا شکار مسلمان صلیبیوں کی یلغار کو روکنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ فاطمیوں نے کچھ دن محصور رہ کر مزاحمت کی، مگر ناکام رہے اور بیت المقدس صلیبیوں کے قبضے میں آگیا۔

---

[48] عرصۂ اقتدار 1081ء-1118ء ہے۔

[49] پوپ رہنے کا زمانہ 1088ء-1099ء ہے۔ وجہ شہرت پہلی صلیبی جنگ (1096ء-1099ء) کا آغاز ہے۔

[50] Seraphim William Davidson, "Pope Urban II's Speech at the Council of Clermont and the Crusades," Accessed, March28, 2014. http://voices.yahoo.com/pope-urban-iis-speech-council-clermont-and-3683668.html

Marfat.com

پہلی صلیبی جنگ (1096ء-1099ء) کے نتیجے میں 1099ء میں بیت المقدس پر مغربی غلبے کے حوالے سے جو چیز یہاں قابلِ ذکر ہے، وہ فاتحینِ بیت المقدس کا مسلمانوں سے رویہ ہے۔ صلیبیوں نے مسلمانوں کو نہایت بے دردی سے قتل کیا۔ مغربی مورخین نے صلیبیوں کی عینی شہادتوں کی بنیاد پر لکھا ہے کہ انھوں نے اس قدر لوگوں کو قتل کیا کہ ان کے گھوڑوں کے گھٹنے خون میں ڈوب رہے تھے۔ سراسن (Saracen)[51] بوڑھا ہو یا جوان، عورت ہو یا بچہ صلیبیوں کے نزدیک اس کو تہِ تیغ کرنا کسی سعادت سے کم نہ تھا۔ صلیبی فخریہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے جہاں کہیں کوئی سراسن پایا اسے قتل کر ڈالا۔ امن و محبت کے داعی، اللہ کے پیارے رسول، حضرت مسیح، کے نام پر ان کے اپنے شہر کے اندر لاتعداد انسانوں کے صرف قتل ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا، اس امید پر ان کے پیٹ بھی چاک کر دیے گئے کہ ان میں سے سکے ملیں گے۔ عورتوں کی بے حرمتی اور ان کے جسموں سے سکے تلاش کرنے کی داستانیں اس قدر شرمناک ہیں کہ مغرب کے بے باک تذکرہ نگار بھی بیان کرتے پانی پانی ہوئے جاتے ہیں۔[52]

پہلی صلیبی جنگ اور اس کی کامیابی کے بعد مغرب اور عالم اسلام میں جنگوں کا طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ صلیبیوں نے فتح کے بعد سابق مسلم علاقوں میں متعدد لاطینی عیسائی سلطنتیں قائم کر لی تھیں۔ مسلمانوں میں ان کی بازیابی کا جذبہ پیدا ہوا۔ 1144ء میں عماد الدین زنگی (1085ء-1146ء)[53] نے اڈیسا (رہا) کی صلیبی مملکت کا خاتمہ کر دیا۔ اڈیسا کی صلیبی مملکت کے خاتمے کے جواب میں پوپ یوجن سوم (Pope Eugene III، 1080ء-1153ء)[54] کے اعلان

---

[51] صلیبی جنگوں کے زمانے میں مغرب میں مسلمانوں کے لیے استعمال ہونے والا ایک لفظ یہ بھی تھا، جو دیگر بہت سے الفاظ کی طرح مسلمانوں سے نفرت اور بغض و کینے کی بنا پر انھیں حقیر و ذلیل خیال کرتے ہوئے استعمال ہوتا تھا۔ اس لفظ کے ذریعے مسلمانوں کو بدو، صحرا نشیں، چور، ڈاکو، حرامی اور ذلیل و کم تر نسل کے لوگ ظاہر کیا جاتا تھا۔

[52] See for details: Daniel, *The Arabs and Mediaeval Europe*, 135-136.

[53] موصل کا معروف بہادر اور نیک دل مسلم سلطان۔ عرصۂ اقتدار 1127ء-1146ء ہے۔

[54] پوپ رہنے کا عرصہ 1145ء-1153ء ہے۔

Marfat.com

پر دوسری صلیبی مہم (1145ء-1149ء) شروع ہوئی، جس کے نتیجے میں فرانس اور جرمنی کے بادشاہوں سمیت صلیبیوں کی ایک بہت بڑی فوج پھر عالمِ اسلام پر حملہ آور ہوئی، مگر یہ مہم بری طرح ناکام رہی۔ 1164ء میں نورالدین زنگی (1118ء-1174ء)[55] نے انطاکیہ کی صلیبی ریاست کو زیرِ نگیں کیا۔ صلیبیوں اور مسلمانوں میں معرکہ آرائی جاری رہی۔ نورالدین زنگی کے بعد اس کے جانشیں صلاح الدین ایوبی (1138ء-1193ء)[56] نے صلیبیوں کو پے در پے شکستوں سے دوچار کیا اور 1187ء کو بیت المقدس کو صلیبیوں کے قبضے سے آزاد کرا لیا۔ یروشلم پر مسلمانوں کے دوبارہ قبضے سے مغرب میں پھر ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ارضِ مقدس کو صلاح الدین ایوبی کے قبضے سے چھڑانے کے لیے تیسری صلیبی جنگ (1189ء-1192ء) کے لیے کئی یورپی ممالک کے بادشاہ اپنی اپنی سپاہ لے کر نکلے۔[57] زوردار جنگ رہی، بیت المقدس تو واپس نہ مل سکا، البتہ اس مہم میں صلیبیوں نے قبرص، صقلیہ اور عکا وغیرہ علاقوں کو اپنے اقتدار کا حصہ بنا لیا۔ تیسری صلیبی جنگ یروشلم حاصل نہ کر سکی تو اس مقصد کے لیے چوتھی صلیبی جنگ (1202ء-1204ء) کے لیے مہم چلی، مگر یہ مہم باہمی اختلاف اور پھوٹ کا شکار ہو گئی۔ اس نے مسلمانوں اور یروشلم کو فتح کرنے کی بجائے 1204ء میں مشرقی عالمِ عیسائیت کے پایہ تخت قسطنطنیہ کو تاراج کر ڈالا۔ چوتھی صلیبی جنگ بھی ہدف کے حصول میں ناکام رہی تو پوپ انوسینٹ سوم (Pope Innocent III، 1160ء-1216ء)[58] اور پوپ آنریس سوم (Pope Honorius III، 1150ء-1227ء)[59] کی تحریک و اعانت پر پانچویں صلیبی مہم (1213ء-

---

[55] عماد الدین زنگی کا جانشین۔ عرصۂ اقتدار 1146ء-1174ء ہے۔

[56] عرصۂ اقتدار 1174ء-1193ء ہے۔ ایوبی کو اپنی بہادری، فتوحات، رواداری، عدل و انصاف، صلیبیوں کی شکست اور بیت المقدس کو صلیبی قبضے سے آزاد کرانے کے حوالے سے اہلِ اسلام میں غیر معمولی شہرت و مقبولیت حاصل ہے۔

[57] اس نسبت سے یہ صلیبی جنگ بادشاہوں کی صلیبی جنگ (The King's Crusade) بھی کہی جاتی ہے۔

[58] پوپ رہنے کا عرصہ 1198ء-1216ء ہے۔

[59] پوپ رہنے کا عرصہ 1216ء-1227ء ہے۔

Marfat.com

1221ء) چلی، مگر یہ بھی مقصد حاصل نہ کر سکی۔ اس کا نمایاں نتیجہ حملۂ تاتار کے اندیشے کے تناظر میں وقت کے سلطانِ مصر الملک العادل (1145ء-1218ء)[60] کے ساتھ اہلِ مغرب اور عالمِ اسلام کا آٹھ سال تک باہم جنگ نہ کرنے کا معاہدہ تھا۔ 1228ء تا 1229ء کے دوران جرمن بادشاہ فریڈرک دوم (Frederic II، 1194ء-1250ء)[61] کی سربراہی میں چھٹی صلیبی مہم نکلی۔ فریڈرک نے شام اور مصر کے اختلافات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے الملک الکامل (1177ء-1238ء)[62] کو ایک معاہدے پر مجبور کر لیا، جس کے تحت مسجدِ اقصیٰ کے علاوہ یروشلم اور ناصرہ و بیت اللحم وغیرہ علاقے فریڈرک کو مل گئے۔ لیکن یہ قبضہ زیادہ عرصہ برقرار نہ رہ سکا۔ مصر کے ایوبی حکمران الملک الصالح (1205ء-1249ء)[63] نے 1244ء میں خوارزمیوں کو آمادہ کر کے صلیبی افواج کو پھر شکست سے دوچار کر دیا اور فریڈرک کے ہاتھوں کھویا ہوا یروشلم پھر مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔ 1248ء تا 1254ء ساتویں صلیبی جنگ کا دور ہے۔ 1249ء-1250ء کے دوران فرانس کے بادشاہ لویس نہم (Louis IX، 1214ء-1270ء)[64] نے مصر کے منصورہ پر حملہ کر دیا، مگر مسلمانوں کے محاصرے میں آ کر قید ہوا اور بھاری تاوان دے کر آیندہ مسلمانوں کے خلاف جنگ نہ کرنے کا وعدہ کر کے رہائی ملی۔[65] مسلمانوں سے رہائی کے بعد لویس نہم

---

[60] صلاح الدین ایوبی کا بھائی۔ پورا نام الملک العادل سیف الدین ابو بکر بن ایوب ہے۔

[61] عالمِ عیسائیت کا ایک مقدس رومی شہنشاہ۔ اس کا شمار طاقت ور ترین مقدس شہنشاہوں میں ہوتا ہے۔ عرصۂ اقتدار 1220ء-1250ء ہے۔

[62] ناصر الدین ابو المعالی محمد۔ عرصۂ اقتدار 1218ء-1238ء ہے۔

[63] پورا نام الملک الصالح نجم الدین ایوب ہے۔ الملک الصالح کا عرصۂ اقتدار 1240ء-1249ء ہے۔

[64] عرصہ اقتدار 1226ء-1270ء ہے۔

[65] 1249ء-1250ء کا یہ عرصہ الملک العادل کی وفات اور اس کے بیٹے الملک المعظم غیاث الدین توران شاہ متوفّٰی 1250ء کی مختصر حکمرانی کا ہے۔ اس عرصے میں ساتویں صلیبی جنگ کے لیے چڑھائی کرنے والے صلیبیوں کی شکست کے حوالے سے الملک العادل کی بیوہ شجر الدرر (م 1257ء) نے نہایت اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس نے منصورے کے دفاع کے لیے بیبرس کے منصوبے سے اتفاق کیا، جس کے نتیجے میں صلیبیوں کو شکست سے دوچار

Marfat.com

عکا (Acre) کی مسیحی مملکت میں کئی سال تک جنگ کی آگ بھڑکاتا رہا، بالآخر کوئی کامیابی حاصل کیے بغیر 1254ء میں فرانس لوٹ گیا، لیکن پھر بھی چین سے نہ بیٹھا اور 1270ء میں آٹھویں صلیبی جنگ شروع کر دی۔ اس بار اس کا ہدف تیونس اور شمالی افریقہ کے مسلمان تھے۔ یہاں لوئیس نہم وبا سے مر گیا، البتہ اس کے بیٹے اور بھائی نے تیونسی سلطان المستنصر (1228ء-1277ء)[66] کو باج گزار بنا لیا۔ لوئیس کے بعد افریقی مہم میں اس کا ہم رکاب انگلستان کا بادشاہ ایڈورڈ اول (Edward I، 1239ء-1307ء)[67] نویں صلیبی مہم (1271ء-1272ء) کے ساتھ نکلا، مگر ارضِ مقدس کے حصول میں ناکام رہا۔

صلیبی جنگوں کا طویل سلسلہ چلتا رہا۔ اس دوران مصر سے ممالیک[68] نے بہت زیادہ قوت حاصل کر لی اور ناقابلِ تسخیر ہو گئے۔ ممالیک نے نہ صرف صلیبیوں کو مسلم ممالک پر چڑھ دوڑنے سے روکے رکھا، بلکہ تیرہویں صدی کے آخر تک شام کے صلیبی بقایاجات کو اسلامی قلم رو کا حصہ بنا دیا۔ بعد ازاں چودھویں اور پندرھویں صدی میں صلیبیوں کا عثمانی مسلمان ترکوں سے مقابلہ رہا۔ بہت سی صلیبی مہمیں نکلیں، لیکن ترکوں نے صلیبیوں کو شکستوں سے دوچار کرتے ہوئے بازنطینی سلطنت کے بہت سے علاقے اسلامی قلم رو میں شامل کر دیے؛ یہاں تک کہ سلطان محمد

ہونا پڑا۔ (اس وقت کا کمانڈر بیبرس بعد میں حکمران بنا، اس کا پورا نام الملک الظاہر رکن الدین بیبرس البندقداری، زمانۂ حیات 1223ء-1277ء اور عرصۂ اقتدار 1260ء-1277ء ہے)

[66] حفصیون خاندان (زمانۂ اقتدار 1229ء-1574ء) کا چوتھا بادشاہ۔ اس کا عرصۂ اقتدار 1249ء-1277ء ہے۔

[67] عرصہ اقتدار 1272ء-1307ء ہے۔

[68] ممالیک مسلم خلفا کے غلام اور سپاہی تھے۔ انھوں نے وقت کے ساتھ ساتھ زبردست عسکری قوت حاصل کر کے حکومتیں حاصل کر لی تھیں۔ مختلف مسلم علاقوں میں ان کی حکومتوں کے مختلف ادوار ہیں۔ مصر میں ان کا عرصۂ حکومت 1250ء-1517ء ہے۔

Marfat.com

فاتح (1432ء-1481ء)[69] نے 1453ء میں مغربی اور مشرقی عالمِ عیسائیت کی مشترکہ قوت کو شکست دے کر بازنطینی سلطنت کا پایہ تخت قسطنطنیہ (استنبول) بھی فتح کر لیا۔[70]

اُدھر مشرق میں عثمانی ترکوں کے تحت مسلمان مغرب کے خلاف کامیابیاں حاصل کر رہے تھے اور اِدھر سپین میں مسلمان اہلِ مغرب کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہو رہے تھے، یہاں تک کہ 1492ء میں سپین سے مسلم اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔

صلیبی جنگوں میں عیسائیوں نے لاکھوں جانیں قربان کیں۔ ان کے بڑے بڑے قائدین کام آئے۔ لیکن بایں ہمہ وہ مسلمانوں کو دبا سکے اور نہ ہی بیت المقدس پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔ مسلسل ناکامیوں کے پیش نظر انھوں نے مسلح تصادم کی بجائے مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے دوسرے حربے استعمال کرنے شروع کیے۔ انھیں یقین ہو چکا تھا کہ مسلمانوں کی قوت کا رازان کے دین کی تعلیمات میں پنہاں ہے اور ان کو کمزور کرنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ دینِ اسلام اور داعیِ اسلام کی ایسی تصویر پیش کی جائے کہ مسلمانوں کو مسلمان کہلاتے ہوئے شرم محسوس ہو۔ چناں چہ انھوں نے تیغ و سناں رکھ دیے اور قلم و قرطاس کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں پر حملے شروع کر دیے۔ انھوں نے ڈراموں، فلموں، کارٹونوں اور کتابوں میں اسلام اور داعیِ اسلام کے کردار کو مسخ کر کے پیش کرنا شروع کر دیا۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے کئی روپ دھارے، جن

---

[69] عثمانی سلطان۔ اپنی فتوحات بالخصوص فتح قسطنطنیہ کے حوالے سے غیر معمولی شہرت رکھتا ہے۔ عرصۂ اقتدار 1444ء-1446ء اور 1451ء-1481ء ہے۔

[70] صلیبی جنگوں کے تفصیلی مطالعے کے لیے دیکھیے:

Hans Eberhard Mayer, *The Crusades* (Oxford: Oxford University Press, 1988); Carole Hillenbrand, *The Crusades: Islamic Perspectives* (Edinburgh: Edinburgh University Press, 1999); Thomas Asbridge, *The First Crusade: A New History: The Roots of Conflict between Christianity and Islam*, (Oxford University Press, 2005)

Marfat.com

میں ایک روپ استشراق کا ہے۔ ایک مستشرق کے عزائم بعینہ وہی ہیں جو صلیبیوں کے تھے؛ فرق صرف طریق کار کا ہے۔ صلیبی دشمن کے روپ میں اسلامی مشرق میں آئے تھے، لیکن مستشرق علم دوست اور مشرقی علم و ثقافت، تہذیب و تمدن اور دین و مذہب کے حقائق کا جویندہ بن کر مشرق میں آتا ہے اور پھر اپنے قلم کے زور اور تخیل کی پرواز سے اسلام اور مسلمانوں کو قتل کرتا ہے۔[71]

مسلمانوں کا سیاسی زوال اور عیسائیوں کا جوشِ انتقام

جب عرب کمزور ہو گئے اور عثمانی ترک بھی زوال کا شکار ہونے لگے، تو اہلِ مغرب نے جارحانہ انداز اپنالیا۔ جنگوں کا بدلہ لینے کی خواہش اہلِ مغرب کے اعصاب پر سوار ہو گئی۔ اس سلسلے میں مسلمانوں کے بارے میں اہلِ مغرب کے خوفناک جذبات سے متعلق کربی پیج (Kirby Page، 1890ء–1957ء)[72] کا یہ بیان قابلِ ملاحظہ ہے:

> It is almost impossible for modern Christians to appreciate the depth of emotion which swept over medieval Christendom at the thought of the tomb of Christ being in hands of Mohammedans. The vilest of the calumnies against the Muslims were blindly received by the credulous members of the church.

---

[71] الازہری، ضیاء النبی، 6/ 80–82۔

[72] امریکی مصنف۔ امن اور عدم تشدد کے حوالے سے کام میں شہرت حاصل کی۔ مسیحیوں کو اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ زمین پر خدا کی بادشاہت کی غرض سے ایمان و یقین کے ساتھ ساتھ معاشرتی ترقی کے لیے انتھک محنت کریں۔ ان کے مطابق جناب مسیح علیہ السلام کی تعلیمات وہ نہیں، جو ہمیں مسیحیت میں ملتی ہیں۔

Marfat.com

No tale of inhumanity was too horrible to be accepted.[73]

موجودہ عیسائیوں کے لیے قرونِ وسطیٰ کی عیسائیت کے ان جذبات کی گہرائی کا اندازہ لگانا تقریباً ناممکن ہے، جو اس کے دل میں حضرت مسیح کے مزار کو مسلمانوں کے ہاتھوں میں دیکھ کر پیدا ہوتے تھے۔ کلیسا کے معززین مسلمانوں کے خلاف ہر نوع کا بدترین الزام اندھا دھند قبول کر لیتے تھے۔ ظلم اور غیر انسانی سلوک کی کوئی کہانی اتنی خوفناک نہیں۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی (1915ء-1964ء)[74] کے مطابق جب عالم اسلام فوجی، سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی اعتبار سے تنزل و انحطاط کے مراحل سے گزر رہا تھا تو یورپ میں مسلمانوں پر سیاسی غلبہ حاصل کرنے کے احساس نے کروٹ لی۔ مغربی عیسائیوں نے یکے بعد دیگرے عالم اسلام کے ایک ایک شہر کو ہوسِ استعمار کا نشانہ بنایا۔ ابھی عالم اسلام کے اکثر دیار و بلاد پر یورپین عیسائیوں کو مکمل سیاسی غلبہ حاصل نہ ہوا تھا کہ اسلامی علوم اور تاریخ سے متعلق اہلِ یورپ کے نقد و جرح اور تنقیدہ و تبصرے میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کا کہنا ہے کہ یورپ کی تحریکِ استعمار اور تحریکِ استشراق کے مقاصد ایک ہی ہیں۔ موخر الذکر کے ذریعے بھی وہ درحقیقت اپنی ہوسِ استعمار کو شہ دینا چاہتے ہیں۔[75]

مسلمانوں کے خلاف اہلِ مغرب کے جوشِ انتقام کے محرکات اور اس سلسلے میں ان کی انتقامی استشراقی حکمتِ عملی کے حوالے سے ایک اہم اور قابلِ ذکر پہلو یہ ہے کہ عیسائیوں نے بہت سے

---

[73] Kirby Page, *Jesus or Christianity: A study in Contrasts* (New York: Doubleday, 1929),91

[74] شامی سکالر۔ الازہر یونی ورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ دمشق یونی ورسٹی میں پروفیسر رہے۔ 1930ء میں اخوان المسلمین میں شمولیت اختیار کی۔ 1941ء میں اخوان المسلمین کے حوالے سے "شباب محمد" قائم کی۔ حدیث پر گولڈ زیہر وغیرہ مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات دیے۔

[75] الدکتور محمد مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی (القاہرہ: مکتبہ دار العروبہ، 1961)، 31، 32۔

Marfat.com

علاقوں کو ہاتھ سے گنوا بیٹھنے کو کبھی فراموش نہیں کیا اور نہ ہی کبھی مسلمانوں کو معاف کیا۔ مسلمانوں کی فتوحات کے علاوہ بھی کئی محرکات ایسے سامنے آتے رہے، جن سے مغرب والوں کا غیض و غضب بڑھتا ہی رہا۔ سپین اور سسلی سے مسلمانوں کو مکمل طور پر نکالنے میں ناکامی، مغربی شہنشاہیت کے مرکزی علاقوں میں مسلمانوں کا مغرب کی مزاحمت پر ثابت قدمی سے ڈٹے رہنا، مغرب کی غلامی سے آزادی کے لیے مسلمانوں کی غیر متزلزل، پختہ، ثابت قدم اور کبھی نہ ختم ہونے والی جدوجہد، اہلِ مشرق سے بدلہ لینے میں اہلِ مغرب کی مایوسی سے بھرپور ہوئی ناکامی اور اہلِ مغرب کی اجارہ داری کی ہتھکڑیوں کو اتار پھینکنے کی موجودہ جدوجہد وغیرہ، سبھی محرکات نے اہلِ مغرب کے مسلمانوں سے بدلہ لینے کے جذبات کو مزید برانگیختہ کر دیا۔ یہ تلخی اور دشمنی بڑھتی ہی چلی گئی۔ چناں چہ انھوں نے غصے میں انتقام کی یہ راہ اختیار کی کہ اسلام اور داعیِ اسلام کے بارے میں حقائق کو اپنے مقصد کی خاطر غلط رنگ میں رنگ دیا۔[76]

اہلِ مغرب نے جوشِ انتقام میں مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں کو حد درجہ مشتعل کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ نفرت اور خوف و ہراس مسلمانوں کے ساتھ اس طرح منسوب کر دیا گیا کہ مسلمان جبر و تشدد کی علامت کے طور پر مشہور ہو گئے۔ یہ ذہنی اشتعال اس قدر گہرا تھا کہ صدیاں گزرنے کے باوجود اس کا اثر ختم نہیں ہو سکا۔ عیسائیوں نے اپنے ہاں اسلام اور مسلم دشمنی کو تازہ رکھنے کے لیے یہ موقف اختیار کر لیا کہ صلیبی جنگیں ابھی ختم نہیں ہوئیں۔ مسلمانوں کے خلاف ہر اقدام کو صلیبی جنگوں کے تسلسل کا نام دیا گیا۔ یوں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک کبھی نہ ختم ہونے والی جنگ چھیڑ دی گئی۔ ہینڈرک وان لون (Hendrik Van Loon، 1882ء-1944ء)[77] نے لکھا ہے:

---

[76] Ẓafar Alī Quraishī, *Prophet Muhammad and his Western Critics* (Lahore: Idrāra Ma´ārif-i Islāmī Mansūra, 1992), I/ 1-2

[77] ڈچ امریکی مورخ اور صحافی۔ بچوں کی کتب کے حوالے سے معروف ہیں۔ ان کی کتاب "The story of Mankind" کو، جو بہ طورِ خاص بچوں کے لیے لکھی گئی عالمی تاریخ ہے، امریکا میں بچوں کے لیے لکھے گئے لٹریچر میں ممتاز حیثیت حاصل ہے۔

Marfat.com

> ...the followers of the two great teachers who were such close relatives have always recognized each other with bitter scorn and have fought a war which has lasted more than twelve centuries and which has not yet come to an end.[78]
>
> ...دو بڑے معلمین کے پیروکار، جو نہایت قریبی رشتہ دار بھی تھے، نے ہمیشہ ایک دوسرے کو بہ نظرِ حقارت دیکھا اور ایک ایسی جنگ لڑی، جو بارہ سو سال تک جاری رہی اور ہنوز جاری ہے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کے مطابق پہلی جنگِ عظیم میں اتحادی فوجوں کے بیت المقدس پہنچنے پر ایلنبی (Edmund Allenby، 1861ء-1936ء)[79] نے کہا تھا: "صلیبی جنگیں ختم ہو گئیں۔"، لیکن درحقیقت یہ جنگیں فقط فوجی حیثیت سے ختم ہوئیں، دینِ اسلام اور اس کی تہذیب و حضارت سے متعلق اہلِ مغرب کا مسلمانوں سے تحریری معرکہ ہنوز جاری ہے، اور دینی تعصب کے اثرات اہلِ مغرب کی اسلام سے متعلق تصنیفات میں اب بھی موجود ہیں۔[80] اسلامی علوم سے متعلق اہلِ مغرب کا تعصب اور بھی زیادہ شدت سے اس وقت سامنے آنے لگا، جب انھوں نے نہ صرف فوجی و عسکری اعتبار سے عالمِ اسلام کو اپنی ہوسِ استعمار کا نشانہ بنایا بلکہ سائنسی میدان میں بھی ترقی کے زینے طے کر لیے۔ اب انھیں ایک احساسِ برتری ہو گیا؛ وہ اسلام اور اہلِ اسلام کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ ڈاکٹر سباعی کے بقول اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں یورپ نے جو مادی اور علمی ترقی کی، اس کی بنا پر وہاں کے علما و مورخین مغرور ہو گئے۔ وہ یہ سمجھنے لگے کہ مصری تہذیب کو نکال کر مغربی تہذیب سب تہذیبوں کی اصل و اساس کا حکم رکھتی ہے۔ ان کے خیال میں مغربی

[78] Handrik Van Loon, *Tolerance* (New York: The Sun Dial Press, 1939), 114.

[79] 1917ء میں یروشلم پر قبضہ کرنے والی افواج کا برٹش کمانڈر۔

[80] السباعی، السنۃ ومکانتھا، 32۔

Marfat.com

عقل بڑی دقیقہ رس اور منطقی انداز میں فہم و ادراک پر قادر ہے، جب کہ دیگر اقوام موٹی عقل کی مالک ہیں، اور ان میں باریک بینی اور ژرف نگاہی کا وصف نہیں پایا جاتا۔ چناں چہ مشہور مستشرق گب (Hamilton Alexander Rosskeen Gibb، 1895-1971)[81] نے اپنی کتاب "وجہۃ الاسلام" میں انھیں خیالات کا اظہار کیا ہے۔ گب کے خیال میں اہلِ اسلام جزئیات کے واسطے سے امور و اشیا کا ادراک کرتے ہیں، براہِ راست کلیات کے ادراک سے قاصر ہیں۔ مغربی علما نے یہ فیصلہ اس وقت صادر کیا جب اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مفتوحہ اقوام نہایت کمزور، جہالت زدہ اور زندگی کے ہر گوشے میں پسماندہ ہیں۔[82]

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں روزِ اول سے جاری ہیں، لیکن صلیبی جنگوں کے بعد ان سازشوں نے انتہائی گھناونی شکل اختیار کر لی اور یورپ کی مادی ترقی کے ساتھ ساتھ اہلِ مغرب کے ہاں اسلام دشمنی ایک باقاعدہ سائنس بن گئی۔ علمی تحقیق کے نام پر اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے خلاف کیچڑ اچھالنے کا بیڑا اٹھالیا گیا اور اسلام کی شکل مسخ کر کے مسلمانوں کے دلوں میں اپنے دین کی وقت کم کرنے کی سر توڑ کوششیں شروع کر دی گئیں۔ استعماری عزائم کی تکمیل کی غرض سے باقاعدہ حکومتوں کی طرف سے اس کام کی سرپرستی کی گئی۔ یوں ایک خاص ذہنی پس منظر میں، مخصوص مقاصد کے حصول کے لیے ایک منظم تحریک "تحریکِ استشراق" شروع ہوئی۔

---

[81] سکاٹش مستشرق۔ یونی ورسٹی آف ایڈنبرا اور یونی ورسٹی آف لنڈن کے سکول آف اورینٹل اینڈ افریکن سٹڈیز میں تعلیم حاصل کی۔ 19 سال کی عمر میں کمشن حاصل کیا۔ پہلی جنگِ عظیم کے دوران فرانس اور اٹلی میں برٹش رائل رجمنٹ آف آرٹلری میں ملٹری خدمات سر انجام دیں۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے ایڈیٹر اور لنڈن اور ہارورڈیونی ورسٹیز میں استاد رہے۔

[82] السباعی، السنۃ و مکانتھا، 32، 33۔

Marfat.com

آغاز و ارتقا

اگلی سطور میں تحریک استشراق کے آغاز وارتقا سے متعلق ضروری تفصیل، مختلف ادوار میں اس کے احوال وظروف اور سرگرمیوں کے تناظر کے مناسب حال عنوانات کے تحت پیش کی جائے گی:

تحریکِ استشراق کا نقطۂ آغاز

استشراق کا آغاز کب ہوا اور کب پہلی مرتبہ کسی کو اورینٹلسٹ (Orientalist) یا مستشرق کہا گیا؟ اس سوال کا جواب آربری (Arthur John Arberry، 1905ء-1969ء)[83] کے ہاں یہ ملتا ہے کہ یہ لفظ پہلی مرتبہ 1630ء میں مشرقی یا یونانی کلیسا کے ایک پادری کے لیے استعمال ہوا۔[84] یورپی زبانوں میں اورینٹلزم (Orientalism) کا لفظ اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں رائج ہوا۔ تحریکِ استشراق کے آغاز سے متعلق مختلف محققین کی مختلف آرا ہیں۔ بعض کے خیال میں یہ تحریک دسویں صدی عیسوی سے شروع ہوئی۔ وہ اس سلسلے میں پوپ سلوسٹر ثانی (Sylvester II، 946ء-1003ء)[85] کا نام لیتے ہیں، جس نے عربی زبان و ادب کی تعلیم

---

[83] برٹش مستشرق۔ قاہرہ یونی ورسٹی مصر، یونی ورسٹی آف لنڈن کے سکول آف اورینٹل اینڈ افریکن سٹڈیز (SOAS) اور یونی ورسٹی آف کیمبرج میں خدمات انجام دیں۔ "The Quran Interpreted" کے عنوان سے قرآن کریم کا ترجمہ کیا، جو غیر مسلموں کے تراجم قرآن میں نمایاں ترین ترجمہ شمار کیا جاتا ہے۔ مولانا روم (جلال الدین محمد رومی، 1207ء-1273ء) اور اقبال (علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، 1877ء-1938ء) کے حوالے سے بھی نمایاں کام کیا۔

[84] بہ حوالہ: الفیومی، الاستشراق رسالۃ الاستعمار، 142۔

[85] اصل نام گربرٹ آف اوریلاک (Gerbert of Aurillac) ہے۔ یہ 999ء-1003ء کے عرصے میں پاپائے روم کے منصب پر فائز رہا۔ اس نے قرطبہ وغیرہ کی عرب جامعات سے عربی علوم اور ریاضی وفلسفے وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔

Marfat.com

حاصل کر کے عربی کے ماہر کی حیثیت سے شہرت حاصل کی۔[86] بعض اس کی ابتدا تیرھویں صدی عیسوی سے مانتے ہیں۔[87] بعض کے نزدیک اس کی ابتدا 1312ء میں فینا میں منعقدہ کلیسا کی کانفرنس میں یورپ کی مختلف یونی ورسٹیوں میں عربی زبان کی تدریس کے لیے باقاعدہ چیئرز (Chairs) قائم کرنے کے فیصلے سے ہوئی۔[88]

حقیقت یہ ہے کہ تحریکِ استشراق کو یہ نام اگرچہ صدیوں بعد ملا، اس کا آغاز بہت پہلے یعنی آٹھویں صدی عیسوی میں ہو گیا تھا۔ اہلِ تحقیق کے مطابق یوحنا دمشقی (John of Damascus، 676ء-749ء)[89] کی مساعی کو تحریکِ استشراق کا نقطۂ آغاز قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس شخص نے اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے خلاف نفرت و دشمنی کے پیش نظر تحریری مناظرات شروع کیے۔[90] اس نے اسلام کے خلاف دو کتابیں "محاورہ مع المسلم" اور "ارشادات النصاریٰ فی جدل المسلمین" تحریر کیں۔[91] جان آف دمشق نے ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت اسلام کے خلاف تحریک چلائی۔ اس نے اسلام کو وثنی (Pagan) مذہب قرار دیا اور کعبہ کو بت سے تعبیر کیا۔ چوں کہ اسلام کی تمسیخ کے لیے آں حضرت ﷺ کی شخصیت و دعوت کی تمسیخ ضروری تھی، اس لیے اس نے آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور سوانح کو ہدفِ طعن بنایا۔ اس نے آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کر کے آپ ﷺ کو دیو مالائی قصوں کا ہیرو بنا دیا۔ آں حضور ﷺ کے بارے میں طرح طرح کے افسانے اور مضحکہ خیز وثنی خرافات گھڑے گئے۔ یہ بے سر و پا کہانیاں اور افسانے لاطینی یا بیزنطینی تاریخ اور بعد میں چرچ کی اسلامی تاریخ کا حصہ اور

---

86 تفصیل کے لیے دیکھیے: نجیب العقیقی، المستشرقون (مصر: دار المعارف، 1964)1/ 137-120؛ جلال مظہر، کتاب العمل (بیروت: الحضارۃ الاسلامیۃ، 1969)، 124؛ دیاب، اضواء علی الاستشراق والمستشرقین، 13۔

87 محمد البہی، الفکر الاسلامی الحدیث وصلتہ بالاستعمار الغربی (بیروت: دار الفکر، ب ت)، 532۔

88 دکتور محمود حمدی زقزوق، الاستشراق والخلفیۃ الفکریہ للصراع الحضاری (القاہرہ: دار المعارف، ب ت)، 18۔

89 شامی راہب اور مسیحی مذہبی رہنما۔ کیتھولک چرچ میں اسے ڈاکٹر آف دی چرچ سمجھا جاتا ہے۔

90 حبیب الحق ندوی، "اسلام اور مستشرقین۔" معارف، شمارہ 5 (1983): 332۔

91 دیاب، اضواء علی الاستشراق والمستشرقین، 15۔

Marfat.com

مستشرقین کی اسکالرشپ کا مصدرِ اصلی بن گئے۔ جان اور اس کے پیرووں نے حضور ﷺ کو (نعوذ باللہ) بے دین اور نبی کاذب اور اسلام کو ایک فاسد دین قرار دیا۔ اس نے آپ ﷺ پر ایک پادری کی معیت میں بائبل کو مسخ کر کے اسلام نام کا ایک نیا مذہب ایجاد کرنے کا الزام عائد کیا۔ جان وہ پہلا مسیحی مشرقی مشنری تھا جس نے آں حضرت ﷺ کی مقدس شخصیت پر جنسی اتہامات کا طومار کھڑا کیا، جو بعد میں مغربی اسکالرز کی تحقیق و ریسرچ کا دلچسپ موضوع بن گیا۔ اس نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا (590ء-641ء)[92] اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (581ء-629ء)[93] کے واقعے کو ایک افسانہ بنا دیا۔ یہی افسانے یورپ میں کلاسیکی موضوعات بن گئے، اور آج تک مستشرقین کے محبوب عناوین ہیں۔ ساتھ ہی جان نے تعددِ ازواج، طلاق اور اس قسم کے دیگر مسائل کو اچھالا جو اس کی کتاب "De Haeresibus" کے آخری باب کے اہم موضوعات ہیں۔[94]

ارتقائی تاریخ و افکار

استشراق اور اس کی فکر میں رفتہ رفتہ وسعت اور پھیلاؤ شروع ہوا۔ جان کے پیروؤں نے اس کی

---

92 حضور ﷺ کی پھوپھی زاد تھیں۔ حضور ﷺ نے خود ان کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کرایا۔ آپ ﷺ کی کوشش کے باوجود جب ان کا نباہ ہو سکا اور دونوں میں علاحدگی ہو گئی تو حضور ﷺ نے بہ حکم خدا ان سے نکاح کیا، جس کے نتیجے میں انھیں ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔

93 صحابی رسول ﷺ۔ وسطی عرب کے علاقے نجد کے قبیلے بنی کلب سے تعلق رکھتے تھے۔ اغواکاروں نے اغوا کر کے بیچ دیا۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا (555ء یا 567ء۔ 620ء) کے بھتیجے حکیم بن حزام بن خویلد (م 674ء) نے خرید کر حضرت خدیجہ کو دے دیا۔ حضرت خدیجہ کی حضور ﷺ سے شادی ہوئی تو ان کی طرف سے حضور ﷺ کو ہدیہ کر دیے گئے۔ آپ ﷺ نے اپنا بیٹا بنا لیا اور اتنا پیار دیا کہ جب ان کے والدین انھیں ڈھونڈتے ہوئے پہنچے اور ساتھ لے جانے کی خواہش ظاہر کی، تو حضور ﷺ کے اختیار دینے کے باوجود بچھڑے ہوئے والدین کے ساتھ جانے کے بجائے آپ ﷺ کی غلامی میں رہنے کو ترجیح دی۔ حضور ﷺ نے آپ کو آزاد فرمایا اور اتنی عزت دی کی اپنی پھوپھی زاد سے بیاہ دیا۔

94 حبیب الحق ندوی، "اسلام اور مستشرقین۔"، 332، 333۔

Marfat.com

دی ہوئی بنیادوں پر اسلام دشمن لٹریچر کا انبار لگا دیا۔ یہی لٹریچر مغربی اسکالرز کے لیے قرونِ وسطی سے چلے کر بیسویں صدی تک مصادر کا کام دیتا رہا۔ اسی اسلام دشمن ادب میں ایک مشہور رسالہ، جو یورپ میں قرونِ وسطی کی اسکالرشپ کو غذا فراہم کرتا رہا، عبد المسیح بن اسحاق الکندی[95] کی طرف منسوب ہے۔ ولیم میور (William Muir، 1819ء-1905ء)[96] نے اس رسالے کا تلخیصی ترجمہ "The Apology of al-Kindī" کے نام سے 1887ء میں لندن سے شائع کیا۔[97] یہ رسالہ مستشرقین کی خصوصی دلچسپی کی چیز رہا۔ اس کے مرکزی مضامین میں آپ حضور

[95] یہ مسلم سائنس دان اور فلسفی ابو یوسف یعقوب بن اسحاق الصباح الکندی (801ء-873ء) سے مختلف کوئی غیر معلوم شخص ہے۔ یہ قبیلہ کندہ کی طرف منسوب نویں صدی عیسوی کا ایک عراقی مسیحی مولف و مبشر بتایا جاتا ہے۔

[96] سکاٹش مستشرق۔ گلاسگو اور ایڈنبرا یونی ورسٹیز میں تعلیم حاصل کی۔ بنگال سول سروس میں آفیسر اور جنوب مغربی صوبے کے گورنر کے سیکرٹری رہے۔ 1857ء کی بغاوت کے دوران انٹیلیجنس ڈیپارٹمنٹ میں خدمات انجام دیں۔ انڈیا میں سیکرٹری خارجہ تعینات ہوئے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ سے متعلق مختلف تحریریں پیش کیں۔ آں حضور ﷺ کی سوانح سے متعلق چار جلدوں میں "Life of Mahomet" نمایاں تصنیف ہے، جو مسلمانوں میں آپ ﷺ سے متعلق متعصبانہ خیالات و افکار کے حوالے سے معروف ہے جب کہ مغربی اہلِ قلم کے یہاں سیرتِ محمدی ﷺ پر ایک اہم تحقیق اور ماخذِ تحقیق ہے۔

[97] 1887ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ راقم کے سامنے اس کا پہلا ایڈیشن ہے، جو 1882ء میں شائع ہوا تھا۔ اس رسالے کی ثقاہت پر بہت بحث ہے۔ ولیم میور نے البتہ اس کی ثقاہت کو موکد کیا ہے کہ اس کا حوالہ ابو ریحان البیرونی (973ء-1048ء) کے یہاں بھی ملتا ہے۔ ولیم میور نے ان کی ثقاہت کے ساتھ ساتھ زمانے کا تعین بھی کیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ المامون (786ء-833ء) کے عہد میں اس کے کورٹ میں لکھا گیا۔ رسالے کے عنوان "Apology of al-Kindī" کے نیچے لکھا ہے: Written at the Court of Al Māmūn۔ یہ دراصل ایک مسلم اور مسیحی کے درمیان مکالمہ ہے۔ اسے مسیحی عقیدے کے دفاع میں اور اسلام کے خلاف استعمال کرنے کے مقصد سے شائع کیا گیا۔ اس کے عنوان اور مذکورہ جملے کے نیچے ہی یہ عبارت بھی لکھی ہے: In defense of Christianity against Islam

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار، قرآن کا مذاق، سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنس اور جنگ سے ملوث کرنا اور دیگر خرافات شامل تھے۔ اس رسالے کا اثر مستشرقین پر اتنا گہرا رہا کہ انیسویں صدی کی اسکالرشپ سائنٹفک اور معروضی جرح و تعدیل کے تمام تر دعووں کے باوجود اس رسالے کی گرفت سے آزاد نہ ہو سکی۔[98] آٹھویں صدی کے اواخر اور نویں صدی کے اوائل میں تھیوفینز (Theophanes the Confessor، 758ء-817ء)[99] نے کرونیکل (Chronicle)[100] لکھی جو دراصل قرون وسطیٰ میں شائع شدہ خرافات تھے۔ اس میں مولف نے اسلام کو یہودی یا مسیحی الاصل ثابت کرنے کی غرض سے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم یافتہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ نویں صدی عیسوی میں شاہ بیسل (Basil I، 811ء-886ء)[101] کی فرمائش اور حکم پر ایک بیزنطینی مولف نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تردید کو موضوع بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک کتاب تحریر کی، جس میں آپ کو (العیاذ باللہ) نبی کاذب اور قرآن کو خرافاتی داستانوں کا مجموعہ قرار دیا گیا۔ مستشرقین کا جیسے اٹھنے والا گروہ انھی مصادر پر انحصار رکھتا تھا۔ قرطبہ کے سینٹ یولوجئس (Saint Eulogius، 819ء-859ء)[102] نے جو ایک عرصے تک مسلم علما کے ساتھ رہا اور مسلم کلچر کا مطالعہ کرتا رہا۔ اپنی تالیف "Liber Apologeticus Martyrum" کی بنیاد لاطینی مسودات و مخطوطات پر رکھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شدید نفرت کا مظاہرہ کیا۔ اس نوع کا لٹریچر وجود میں آتا رہا اور نفرت و حسد کی آگ بھڑکتی

[98] حبیب الحق ندوی، "اسلام اور مستشرقین"، 333، 334۔

[99] بازنطینی اشرافیہ کا ممبر، مسیحی راہب اور کرونیکل نویس۔

[100] واقعات و حوادث کا تاریخ وار بیان۔

[101] بازنطینی شہنشاہ۔ عرصہ اقتدار 867ء-886ء ہے۔

[102] قرطبہ کا مسیحی رہنما، 850ء-859ء کے درمیان اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور ارتداد کی بنا پر سپین کی مسلم حکومت کی طرف سے سزائے موت پانے والے 48 مسیحیوں میں شامل ہے۔ عالم عیسائیت میں ان مسیحیوں کو شہدائے قرطبہ (Martyrs of Cordoba) کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

رہی۔ ونسنٹ ڈی بیاویس(Vincent de Beauvais، 1190ء- 1264ء)[103] نے ایسی تمام داستانوں کو اپنی تالیف[104] "Speculum Historiale" میں جمع کر دیا اور نہایت دریدہ دہنی سے کام لیتے ہوئے آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) کافر اور کمتر ثابت کرنے کی کوشش کی۔[105] تحریکِ استشراق کی ارتقائی تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے دیر کلونی (Cluny Abbey)[106] اور پطرس محترم(Peter the Venerable، 1092ء-1156ء) کا ذکر از بس ناگزیر ہے۔ پطرس محترم فرانسیسی راہب تھا، جسے اس کی وسعتِ علمی کی بنا پر 1122ء میں دیر کلونی کا رئیس بنا دیا گیا تھا۔ دیر کلونی کی بنا 910ء میں فرانس میں رکھی گئی تھی[107] اور سپین سے علم حاصل کرنے والے کچھ راہبوں نے بارھویں صدی عیسوی میں دیر کلونی کو عربی ثقافت کی نشر و اشاعت کا مرکز بنا دیا تھا۔[108] پطرس محترم نے ایک انجمن بنائی، جس کے ارکان ایک جماعت کی شکل میں ترجمے کے

---

[103] ڈومینیکن (Dominican، سپینی سینٹ ڈومینک ڈی گزمین-Dominic de Guzman، 1170ء-1221ء-کا پیرو) فرانسیسی پادری اور انسائیکلوپیڈسٹ۔ اس نے "Speculum Maius" کے عنوان سے قرونِ وسطیٰ کے تمام علوم و معلومات کا خلاصہ یا انسائیکلوپیڈیا پیش کرنے کی کوشش کی، جو درجنوں کتابوں اور ہزاروں ابواب پر مشتمل ہے۔

[104] یہ "Speculum Maius" کا ایک حصہ ہے۔ دوسرے دو حصے "Speculum Naturale" اور "Speculum Doctrinale" ہیں۔ "Speculum Historiale" مولف کے زمانے تک کی تاریخ عالم کا بیان ہے۔ اس حصے کی کئی کتابیں اسلام اور محمد ﷺ سے بحث کرتی ہیں۔

[105] حبیب الحق ندوی، "اسلام اور مستشرقین۔"، 335، 336۔

[106] فرانس میں ایک خانقاہ۔ Abbey کے معنی خانقاہ اور Cluny ٹاون۔ مطلب ہے Cluny کی خانقاہ۔ دیر کلونی اس کا عربی ورژن ہے۔

[107] اس کا بانی ولیم اول آف اکواٹن (William I of Aquitaine، 875ء-918ء) تھا۔ یہ ولیم فرانس کے قدیم علاقے Aquitaine کا حکمران تھا۔ Aquitaine کے حکمران کو Duke کہا جاتا تھا۔ ولیم 893ء میں ڈیوک کے منصب پر فائز ہوا تھا۔

[108] دیاب، اضواء علی الاستشراق والمستشرقین، 18۔

Marfat.com

کام میں مصروف ہو گئے۔ پطرس محترم نے کئی عربی کتب کے تراجم لاطینی زبان میں کرائے۔ 1143ء میں رابرٹ آف تستر(Robert of Chester)[109] نے قرآن حکیم کا لاطینی میں ترجمہ کیا[110]، جس پر پطرس نے مقدمہ لکھا۔ قرآن حکیم اور دوسری عربی کتابوں کے تراجم کی کوششوں کا جواز ثابت کرنے اور اسے اپنی ملت میں مقبول بنانے کے لیے پطرس کہتا ہے:

> اگرچہ میری ان کوششوں سے مسلمانوں کو دین عیسوی میں داخل کرنا ممکن نظر نہیں آتا لیکن، ایک عالم کا کم از کم یہ فرض تو بنتا ہے کہ وہ اپنے ان ہم مذہب بھائیوں کی مدد کے لیے کچھ نہ کچھ کرے، جو کمزور ہیں اور انھیں تھوڑی سی کوشش سے اپنے دین سے بدظن کیا جا سکتا ہے۔[111]

پطرس ایک انتہائی متعصب اور کینہ پرور عیسائی تھا۔ اس نے اپنی اسلام دشمنی کو خفیہ نہیں رکھا، وہ اعتراف کرتا ہے کہ اس نے تراجم کا کام اسلام کی مخالفت کے لیے شروع کیا ہے، اور اس کا مقصد عیسائیوں کو دلائل فراہم کرنا ہے، تاکہ وہ اپنے ایمان اور عقیدے پر ثابت قدم رہ سکیں۔ پطرس محترم کی نگرانی میں ہونے والے ترجمۂ قرآن کو جس قدر مسخ کیا گیا تھا، اس کا اندازہ اس سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ بلاشیر (Regis Blachere، 1900ء-1973ء)[112]۔ جس نے بیسویں صدی

---

[109] بارھویں صدی عیسوی کا انگلش مترجم۔ جابر بن حیان (721ء-815ء) اور محمد بن موسیٰ الخوارزمی (780ء-850ء) وغیرہ کی عربی کتابوں کے لاطینی ترجمے کیے۔

[110] اس ترجمے کو بہت سے لوگوں نے مل کر کیا۔ سب سے زیادہ حصہ رابرٹ آف کیٹن (Robert of Ketton، 1110ء-1160ء) کا ہے۔ رابرٹ آف کیٹن کو رابرٹ آف تستر کی حیثیت سے بھی شناخت کیا جاتا ہے۔ اگر رابرٹ آف تستر رابرٹ آف کیٹن نہ ہو تو رابرٹ آف تستر کا اس ترجمے میں کوئی حصہ نہیں۔ قرآن کا یہ لاطینی ترجمہ کسی مغربی زبان میں قرآن کا پہلا ترجمہ ہے۔ اس ترجمے کا عنوان ہی بتا رہا ہے کہ یہ ترجمہ کیسا ہے اور کس مقصد کے تحت ہوا ہے: "(نعوذباللہ) جھوٹے پیغمبر محمد کا قانون" (Lex Mahumet Pseudoprophete)

[111] زقزوق، الاستشراق والخلفیۃ الفکریۃ للصراع الحضاری، 25۔

[112] فرانسیسی مستشرق۔

Marfat.com

میں قرآن کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا۔ کہتا ہے کہ لاطینی عبارت چند مقامات کے علاوہ عربی عبارت سے کچھ مناسبت نہیں رکھتی۔ لیکن ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ یہ ترجمہ باایں ہمہ عیسائیت میں مقبول رہا۔ 1543ء میں اسے شائع کیا گیا اور بعد میں قرآن حکیم کے مختلف یورپی زبانوں میں تراجم کے لیے یہ ترجمہ مصدر کا کام دیتا رہا۔[113]

راجر بیکن اور یمنڈ لل دونوں عالم نصرانیت کی توسیع کے لیے مسلمانوں کو عیسائی بنانا ضروری سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو ان کی اپنی زبان اور ان کے مروجہ علوم کے ذریعے بحث کر کے عیسائیت کی دعوت دی جائے۔ ان دونوں کا خواب 1312ء میں فینا کی کلیسائی کونسل نے پورا کر دیا، جو اس بات پر متفق ہو گئی کہ پوپ کی یونی ورسٹی کے علاوہ پیرس، آکسفورڈ، بولونیا اور سلمنکا کی یونی ورسٹیوں میں بھی عربی زبان کی تدریس کا بندوبست کیا جائے۔[114]

صلیبی جنگوں میں صلیبیوں کی شکستِ فاش کی وجہ سے اس دوران اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شدید متعصبانہ اور زہر آلود لٹریچر پیدا کیا گیا۔ اب نثری ادب کے ساتھ ساتھ شعری ادب بھی پوری قوت سے میدانِ مبارزہ میں اتر آیا۔ شعرا نے اسلام کی تنقیص میں پوری قوت صرف کر دی۔ فرانسیسی اور لاطینی نظم نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

عہدِ نشاۃِ ثانیہ

چودھویں سے سترھویں صدی کا زمانہ مغرب کا دورِ نشاۃِ ثانیہ کہلاتا ہے۔ اس دور میں علم و معلومات کے اسطوری و افسانوی دائرے سے نکل کر حقیقت و معقولیت کے میدان میں داخل ہونے یا کم از کم اس کی شروعات اور جدید تحریکات وغیرہ کے زیرِ اثر پیغمبرِ اسلام ﷺ کی قدرے حقیقت پسندانہ تفہیم کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ لیکن اس دور کا مغربی لٹریچر بالعموم اس دعوے کی تائید نہیں کرتا، کیونکہ اس میں بھی اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ سے بغض و عداوت بہت زوروں پر نظر

[113] دیاب، اضواء علی الاستشراق والمستشرقین، 23-24۔

[114] عبد المتعال الجبری، الاستشراق وجہ للاستعمار الفکری (قاہرہ: مکتبہ وہبہ، 1995ء/1416ھ)، 55؛ زقزوق، الاستشراق والخلفیۃ الفکریۃ للصراع الحضاری، 28-29۔

Marfat.com

زندگی ہے۔ دانتے (Durante degli Alighieri، 1265ء – 1321ء)[115] قرونِ وسطیٰ اور نشاۃِ ثانیہ کے درمیان پل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی شہرۂ آفاق نظم "The Divine Comedy" کو نشاۃ کا چراغ تصور کیا جاتا ہے۔[116] اس کی نظم بنیاد کیا تھی؟ دوسرے محققین کے علاوہ میڈرڈ یونیورسٹی کے استاذ پلاسیوس (Miguel Asin Placios، 1871ء – 1944ء)[117] نے پچیس سالہ دیدہ ریز محنت اور تحقیق سے ثابت کیا کہ اس نظم میں آں حضور ﷺ کی احادیثِ معراج نیز ابن عربی (ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد بن عربی الحاتمی الطائی، 1165ء-1240ء)[118] کی "فتوحات مکیہ" اور المعری (ابو العلا احمد بن عبد اللہ بن سلیمان التنوخی

[115] یہ اٹلی کا مشہور شاعر Dante Alighieri بھی کہا جاتا ہے۔ نہ صرف اٹلی کی نشاۃ کا جدِ امجد بلکہ یورپ کی نشاۃِ ثانیہ کا پیامبر بھی کہلاتا ہے۔

[116] دانتے کی یہ نظم اطالوی زبان کی سب سے بڑی ادبی تخلیق اور عالمی ادب کا شاہکار قرار دی گئی ہے۔ نظم کا اصل اطالوی عنوان "Divina Comedia" ہے۔ یہ نظم دانتے کی جنت و جہنم کی تخیلاتی سیر اور اس کے احوال و مشاہدات پر مبنی ہے۔

[117] سپینی مستشرق۔ شہرت کا بنیادی حوالہ اپنی تحقیق "*La Escatología musulmana en la Divina Comedia* (1919)" میں دانتے پر مسلم لٹریچر کے اثرات کا نظریہ ہے۔ 1898ء میں میڈرڈ یونیورسٹی سے غزالی (ابو حامد محمد بن محمد الغزالی، 1058ء/448ھ یا 450ھ – 1111ء/505 یا 508ھ) پر پی ایچ ڈی کی۔ اسی یونیورسٹی میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ مسیحیت اور سپینی تصوف پر مسلم تصوف کے اثرات پر متعدد تحقیقی و تقابلی مطالعات پیش کیے۔

[118] مشہور اندلسی صوفی، متکلم، فلسفی اور شاعر۔ نظریۂ وحدت الوجود کے حوالے سے عالمگیر شہرت رکھتے ہیں۔ صوفیا کے وسیع حلقے میں عظیم ترین روحانی پیشوا، محی الدین، شیخ الاکبر اور امام سمجھے جاتے ہیں۔ تاہم بعض لوگوں نے ان کے افکار کو بنیادی اسلامی عقائد سے متصادم قرار دیتے ہوئے ان کی تکفیر بھی کی ہے۔ "الفتوحات المکیہ" اور "فصوص الحکم" مشہور تصانیف ہیں۔

Marfat.com

973ء-1057ء)[119] کی "رسالۃ الغفران" سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ لیکن ہمیں یہاں یہ دیکھنا ہے کہ اس مستشرق شاعر نے مختلف اسلامی مصادر تک رسائی رکھنے کے باوجود اسلام اور پیغمبر اسلام کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس نے حضور ﷺ کو عیسائیت میں تشتت و تفریق کا مجرم قرار دیا ہے اور جہنم میں مثلہ کردہ زیر عذاب دکھایا ہے۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ (601ء-661ء)[120] اور حضور ﷺ کے دوسرے اصحابِ قدسی صفات کو روتے چلاتے مبتلائے عذاب

[119] مشہور نابینا عرب شاعر اور فلسفی۔ شام کے شہر مُعَرۃُ النعمان سے تعلق رکھتا تھا۔ افکار و خیالات میں بڑی بحث ہے۔ بعض لوگوں نے اسے ملحد و بے دین قرار دیا ہے اور بعض کے خیال میں اس کے بہ ظاہر مذہب مخالف افکار صوفیانہ رمز و کنائے سے تعلق رکھتے ہیں؛ بظاہر غیر مذہبی لیکن فی الواقع مذہبی ہیں۔ ہندو عقائد سے متاثر بتایا گیا ہے۔ گوشت نہیں کھاتا تھا۔ زندگی کی محرومیوں نے قنوطی بنا دیا تھا۔ شادی نہیں کی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ بچے پیدا کر کے زندگی کی تکلیفوں کے حوالے نہیں کرنے چاہییں۔ متعدد کتابیں یادگار چھوڑیں، جن میں "سقط الزند"، "لزوم مالا یلزم" اور "رسالۃ الغفران" وغیرہ شامل ہیں۔ موخر الذکر کتاب — جسے دانتے کی مذکورہ بالا نظم کا ایک ماخذ کہا گیا ہے — شاعر کی زمانۂ جاہلیت کے عرب شاعروں سے جنت میں ملاقات کے احوال پر مبنی ہے۔

[120] چوتھے خلیفۂ راشد۔ عرصۂ خلافت 656ء-661ء یا 35ھ- 40ھ ہے۔ نام علی، کنیتیں ابوالحسن اور ابو تراب اور القاب حیدر اور اسد اللہ ہیں۔ آپ ہاشمی قریشی تھے۔ آپ حضور ﷺ کے حقیقی چچا کے بیٹے تھے؛ جو آپ ﷺ کے مشن کی جانکاہ مشکلات میں ہمیشہ آپ ﷺ کی پشت پر کھڑے رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بچپن ہی میں اسلام قبول کر لیا، اور تمام عمر اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی خدمت و معاونت میں گزاری۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے حضور ﷺ کی آغوشِ رحمت و شفقت میں پرورش پائی۔ آپ علم کا بحرِ بے کراں تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ ہر شعبۂ علم میں آپ کی شان امتیازی ہے۔ کتبِ حدیث میں حضور ﷺ کا یہ فرمان روایت ہوا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ۔ (محدثین نے اس روایت کی صحت پر بحث کی ہے) جناب علی رضی اللہ عنہ خطابت اور زبان وادب کی مہارت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے خطابات کا مجموعہ "نہج البلاغہ" کے نام سے مرتب کیا گیا؛ جو پوری دنیا میں مشہور اور خطابت، علم و دانش اور زبان و بیان کے حوالے سے ایک انتہائی منفرد چیز ہے۔ (بعض اہلِ علم کو "نہج البلاغہ" کے

Marfat.com

ظاہر کیا ہے۔ دانتے پر صلیبی جنگوں کا اثر اتنا گہرا تھا کہ اس نے اپنی شعری قوت سے پورے یورپ کو ہلا دیا۔ اس نے حضور ﷺ پر کیچڑ اچھالنے کے ساتھ ساتھ فاتح قدس صلاح الدین ایوبی کو بھی جہنم میں منافقین کے ساتھ مبتلائے عذاب دکھایا۔ اسلام دشمنی کے اس مظاہرے کے بعد اس نے صلیبی شہ سواروں کو جنت میں خوش و خرم بتا کر انھیں نام بہ نام خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔[121]

دانتے کی شاعری نے مغربی جذبات میں آگ لگا ڈالی۔ نشاۃِ ثانیہ کے اس دور میں اگرچہ دیگر مذاہب کے ساتھ انصاف ہو رہا تھا اور روشن خیالی و رواداری کی تحریکات سر اٹھا رہی تھیں، اسلام کی جانب مستشرقین کے رویے میں کچھ تغیر واقع نہ ہوا۔ نشاۃِ ثانیہ کا سارا دور قرونِ وسطیٰ کے خرافات کے زیر اثر رہا؛ اسلام کی افسانوی اور دیومالائی تعبیر ہوتی رہی۔ اسلام سے متعلق جو مصادر سند کا درجہ رکھتے تھے، ان پر صلیبی اور بیزنطینی چھاپ پڑی ہوئی تھی۔ اس پورے دور میں اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے خلاف نجس الفاظ استعمال کیے گئے۔ یہ لوگ اسلام کو سب سے بڑی برائی اور حضور ﷺ کو ہر برائی کا منبع سمجھتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے خلاف وہ جو چاہیں لکھیں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسلام کے بارے میں ان لوگوں کی معلومات کس پایہ کی تھیں؟ ان کی شاعری اور ان کا لٹریچر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کس قدر بغض و عناد سے لبریز تھا؟ اس سلسلے میں مولانا شبلی نعمانی (1857ء-1914ء)[122]

حضرت علی سے ثبوت میں کلام ہے۔) حضرت علی رضی اللہ عنہ عبادت و ریاضت، سخاوت و انفاق، احسان و درگزر، محبتِ رسول، امانت و دیانت اور شجاعت و بہادری ایسی اعلیٰ انسانی خوبیوں میں بھی مثالی تھے۔ آپ کی بہادری و شجاعت نے مسلمانوں کی فتوحات اور مخالفین کے مقابلے میں اسلام اور مسلمانوں کی مضبوطی و طاقت میں غیر معمولی کردار ادا کیا۔ شجاعت و بہادری میں آپ کی عظمت کا اندازہ اس بھی لگایا جا سکتا ہے کہ عربی، فارسی اور اردو ادبیات میں بازوے حیدر قوت و مردانگی اور دلیری و شجاعت کے استعارے کے طور پر بہ کثرت مستعمل ہے۔

121 حبیب الحق ندوی، "اسلام اور مستشرقین۔"، 341، 343۔

122 اعظم گڑھ انڈیا سے تعلق رکھنے والے معروف مسلم سکالر۔ "سیرت النبی" کے عنوان سے اردو میں سیرت پر نہایت نمایاں اور معروف کتاب تصنیف کی۔ دیگر کتابوں میں "سیرت النعمان[ابو حنیفہ النعمان بن ثابت،

Marfat.com

نے ہنری دی کاستری (Henry de Castries، 1850ء-1927ء)[123] کے حوالے سے لکھا ہے کہ تمام داستانیں اور نظمیں، مسلمانوں کے مذہب سے ناواقفیت کی وجہ سے بغض و عناد سے بھری ہوئی ہیں۔ جو غلطیاں اور بدگمانیاں اسلام کے متعلق آج تک قائم ہیں، ان کا باعث وہی قدیم معلومات ہیں۔ ہر مسیحی شاعر مسلمانوں کو مشرک اور بت پرست سمجھتا تھا اور حسب ترتیبِ درجات ان کے تین خدا تسلیم کیے جاتے تھے: ماہوم یا ماہون یا مافومیڈ (یعنی محمدؐ) اور اپلین اور تیسرا ٹرگامان۔ ان کا خیال تھا کہ محمد (ﷺ) نے اپنے مذہب کی بنیاد دعوائے الوہیت پر قائم کی اور سب سے عجیب تر یہ ہے کہ محمد ﷺ (وہ محمد ﷺ جو بت شکن اور دشمنِ اصنام تھا) لوگوں کو اپنے طلائی بت کی پرستش کی دعوت دیتا تھا۔ اسپین میں جب عیسائی مسلمانوں پر غالب ہوئے اور ان کو سر قوسطہ کی دیواروں تک ہٹا دیا تو مسلمان لوٹ کر آئے اور اپنے بتوں کو انھوں نے توڑ ڈالا۔ اس عہد کا ایک شاعر کہتا ہے: اپلین مسلمانوں کا دیوتا، وہاں ایک غار میں تھا، اس پر وہ پل پڑے اور اس کو نہایت سخت سست کہا اور اس کو گالیاں دیں اور اس کے دونوں ہاتھ باندھ کر ایک ستون پر اس کو سولی دی اور اس کو پاؤں سے روندا اور لاٹھیوں سے مار مار کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور ماہوم کو (جو ان کا دوسرا دیوتا تھا) ایک گڑھے میں ڈال دیا، اس کو سور اور کتوں نے نوچ ڈالا۔ اس سے زیادہ اس سے پہلے کسی دیوتا کی تحقیر نہیں ہوئی۔ اس کے بعد ہی مسلمانوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی اور اپنے دیوتاؤں سے معافی مانگی اور از سر نو تلف شدہ بتوں کو بنایا۔[124]

اس دور کے مستشرقین اسلام و پیغمبرِ اسلام ﷺ کے خلاف جس توہم و تعصب کا شکار تھے، بعد کے کئی مستشرقین نے اس کو آشکار کیا ہے۔ منٹگمری واٹ کے مطابق دنیا میں اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی تصویر انتہائی حد تک مسخ کر کے پیش کی گئی ہے۔ واٹ کے الفاظ ہیں:

699ء-767ء یا 80ھ-150ھ]"، "الفاروق"، "المامون [ابو جعفر عبد اللہ المامون، 786ء-833ء]"، "الغزالی"، "مولانا روم"، "شعر العجم" اور "علم الکلام" وغیرہ شامل ہیں۔

[123] فرانسیسی مسیحی مصنف۔ الجزائر میں فرانسیسی فوج میں خدمات انجام دیں۔ عرصے تک شمالی افریقہ میں قیام کیا۔ "L'Islam, Impressions Et Etudes" وغیرہ تصانیف پیش کیں۔

[124] شبلی نعمانی، سیرت النبی (لاہور: الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، 1991)، 1/66-67

Marfat.com

Of all the world's great men none has been so much maligned as Muhammad [125]

دنیا کے عظیم انسانوں میں سے کسی کی اتنی مسخ شدہ تصویر پیش نہیں کی گئی جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کی گئی۔

فلپ کے ہٹی اعتراف کرتا ہے کہ مسیحیوں نے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنے میں غلطی کی اور انھیں حقیر کردار کا مالک قرار دیا؛ نیز آپ کی تصویر کشی (نعوذ باللہ) نبوت کے ایک جھوٹے مدعی اور دغا باز کے طور پر کی گئی۔ اس تصویر کو بعد ازاں جنس پرستی، بد چلنی، خون آشامی اور قزاقی سے ملوث کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنِ مسیح ظاہر کیا گیا اور یہ تصور پیش کیا گیا کہ آپ کی نعش زمین و آسمان کے درمیان معلق ہے۔ یہ افسانہ اتنا مشہور ہوا کہ 1503ء میں جب ایک اطالوی نو مسلم مدینہ گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش مذکورہ مقام پر نہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔ دانتے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے جہنم کے نویں درجے میں پڑا دکھانے کی کوشش کی، جو ایسی ملعون روحوں کے لیے مناسب مقام ہے، جو مذاہب میں تفرقہ ڈالنے والی ہیں۔ مغربی قصہ گووں نے لفظ Maumet کو – جو لفظ محمد کی بگڑی ہوئی ان چالیس شکلوں میں سے ایک ہے، جس کا ذکر آکسفورڈ ڈکشنری میں ہوا ہے – بت بنا کر پیش کیا۔ یہ لفظ پتلی اور گڑیا کا ہم معنی بن گیا۔ شیکسپیر (William Shakespeare، 1564ء–1616ء)[126] نے "Romeo and

[125] Watt, *Muhammad: Prophet and Statesman*, 231

[126] مشہور انگریز شاعر، ڈرامہ نگار اور اداکار ہے جسے انگلستان کا قومی شاعر اور انگریزی زبان کا سب سے بڑا ادیب قرار دیا جاتا ہے۔ دنیا کے ممتاز ترین ڈرامہ نگاروں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کے ڈرامے دنیا کی ہر بڑی زبان میں ترجمہ ہو کر داد و تحسین پا چکے ہیں۔ شیکسپیر کے ڈرامے المیہ بھی ہیں، تاریخی بھی اور طربیہ بھی۔ پہلی قسم کے ڈراموں میں Romeo and Juliet، Timon of Athens، Julius Caesar، Macbeth، Hamlet، دوسری قسم میں King John, Richard ii, Richard iii, Henry iv, Henry v اور تیسری قسم میں All's well that Ends Well, The comedy of Errors, The Gentlmen of Verona، The Winter's tale وغیرہ بہت سے ڈرامے شامل ہیں؛ اس کے دستیاب ڈراموں کی تعداد 38 بتائی جاتی

Marfat.com

"Juliet"[127] میں اس لفظ کو اسی مفہوم میں استعمال کیا۔ محمد ﷺ کے نام کی ایک اور بگڑی ہوئی شکل کو قرونِ وسطیٰ کے ایک گشتی ڈرامے میں ایک ایسی چیز کے طور پر پیش کیا گیا، جس کی پوجا کی جاتی تھی۔ یہ حقیقت کے ساتھ کتنا بڑا مذاق ہے کہ ایک بت شکن اور تاریخِ انسانی میں توحید خداوندی کے سب سے بڑے پرچارک کو معبود بنا کر پیش کیا گیا۔[128] کیرن آرمسٹرانگ (Karen Armstrong، پیدائش 1944ء)[129] نے اہلِ مغرب کی اسلام دشمنی کی کہانی بڑی

ہے۔ اس کی نظمیں، گیت اور اشعار بھی بہت سے ہیں، دستیاب گیتوں کی تعداد 154 شمار کی گئی ہے؛ دو مشہور اور طویل بیانیہ نظمیں Venus and Adonis اور The Rape of Lucrece ہیں۔

[127] شیکسپیئر کا یہ معروف رومانوی المیہ ڈرامہ ایک اطالوی کہانی پر مبنی ہے۔

[128] Philip K Hitti, *Islam a Way of life* (London :Oxford University Press, 1971),22-23

[129] انگریز مصنفہ۔ ابتدا میں رومن کیتھولک سسٹر یا مسیحی راہبہ تھیں، بعد میں اس طرزِ فکر و عمل سے جی اچاٹ ہو گیا۔ آکسفورڈ یونی ورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ صحافت اور میڈیا سے متعلق ہوئیں۔ 1984ء میں انگلش چینل 4 کے لیے سینٹ پال (Saint Paul یا Paul the apostle، 5ء-67ء) پر ایک دستاویزی فلم کے دوران مذاہب کی تاریخ سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ 1993ء میں خدا کی تاریخ (History of God: The 4,000-year Quest of Judaism, Christianity and Islam) کے عنوان سے کتاب شائع کی، جس میں دنیا کے بڑے مذہب کے مشترکات اور ان میں خدا کے تصور سے بحث کی۔ کتاب میں یہودیت، مسیحیت اور اسلام کے ساتھ ساتھ بدھ ازم اور ہندو ازم کے تصورات پر بھی گفت گو کی گئی تھی۔ اس کتاب سے کیرن کو کافی شہرت حاصل ہوئی۔ تاریخِ مذاہب اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے حوالے سے کیرن نے بہت سی کتابیں شائع کیں اور اس حوالے سے علمی دنیا میں ایک نمایاں شخصیت بن گئیں۔ مشہور کتابوں میں "Muhammad: A biography of the prophet", "Muhammad: A prophet for our time", "Islam: A short History", "The Battle for God" وغیرہ شامل ہیں۔ اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے حوالے سے شائع شدہ تصانیف میں اس تصور پر پُرزور دلائل دیے ہیں کہ مغرب نے تعصب کی بنا پر اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی غلط تصویر کشی کی ہے۔

Marfat.com

تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے۔ اہلِ مغرب میں اسلام اور آں حضور ﷺ کے تصور کو جس طرح مسخ کر کے پیش کیا گیا اس کے متعلق تفصیلی حقائق و واقعات اور امثلہ ذکر کرنے کے بعد وہ لکھتی ہیں کہ مغرب میں آج بھی بعض لوگ یہ سن کر حیران ہوتے ہیں کہ مسلمان اسی خدا کی عبادت کرتے ہیں جس کی عبادت یہودی اور عیسائی کرتے ہیں۔ وہ یہ تصور کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا اللہ بھی بت پرستوں کی دیویوں کی طرح ایک دیوی کا نام ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مسلمان محمد (ﷺ) کو وہی مقام دیتے ہیں، جو عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جس زمانے میں لوگ اسلام کے متعلق منصفانہ رویے اختیار کرنے کی کوشش کرتے تھے، اس زمانے میں بھی ان کی اسلام دشمنی ظاہر ہوئے بغیر نہ رہتی تھی۔ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں انھی فرضی داستانوں کو دہرایا جاتا رہا ہے، جو قرنوں سے مغرب میں مقبول چلی آتی تھیں۔[130]

متذکرہ بالا بحث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ مستشرقین کئی سو سال تک اسلام کے خلاف زہر اگلتے رہے ہیں؛ ان کا پھیلایا ہوا زہر آج کے مغرب کے قلوب و اذہان تک میں سرایت کر چکا ہے، اور وہ معروضی تحقیق اور آزادیِ فکر و رائے کے دعوے کے باوصف ان مسموم اثرات سے آزاد نہیں ہو سکا۔

استشراق دورِ استعمار میں

سترھویں صدی عیسوی استعمار کی صدی تھی۔ عالمِ اسلام بالعموم فرانسیسی، ڈچ اور انگریزی تسلط میں آ چکا تھا۔ اب مغربی اقوام کا مسلمانوں کے ساتھ براہِ راست میل جول ہوا۔ مستشرقین یورپی استعمار کے زیرِ تسلط ممالک میں آنے جانے لگے۔ اپنے استعماری اہداف و مقاصد کے پیشِ نظر دیگر سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ اہلِ مغرب نے مسلمانوں کی تاریخ جغرافیے، سیاسی و سماجی اور اخلاقی و معاشی حالات اور علمی سرمایے کے مطالعے و حصول پر خصوصی توجہ دی۔ انھوں نے محسوس کیا کہ عالمِ اسلام کے کونے کونے میں علم و معرفت کے موتی بکھرے پڑے ہیں، جن میں قوموں کی تقدیر بدلنے کی صلاحیت ہے۔ چناں چہ وہ عالمِ اسلام سے علوم و فنون کے گنج ہائے گرامایہ اور

---

[130] Karen Armstrong, *Muhammad: A western Attempt to understand Islam,* 22–24

Marfat.com

صدیوں کی علمی و فکری کاوشوں کے خزانے ہاتھ لگ گئے۔ عربی زبان پڑھنے اور پڑھانے کی تحریک چلی۔ کیمبرج، آکسفورڈ، لندن اور پیرس میں عربی زبان اور مشرقی تمدن و تہذیب کو سمجھنے کے لیے مراکز قائم ہوئے۔ مسلمانوں کے علمی شاہ پاروں کی اشاعت ہونے لگی۔ اور السنہ شرقیہ کی تدریس کے لیے تعلیمی اداروں کا قیام عمل میں لایا جانے لگا۔ عالم اسلام میں علمی مہمیں بھیجنے کا بندوبست ہوا اور اہل مشرق کے طرز حیات اور خصوصیات کو سمجھنے کے لیے متعدد ایشیائی سوسائٹیاں تشکیل دی گئیں۔ اس دور میں فرانس، ہالینڈ، جرمنی، انگلینڈ اور دوسرے یورپی ممالک میں بڑے مشہور مستشرق ظاہر ہوئے، جنھوں نے عالم اسلام پر مغربی استعماری تسلط قائم کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ سترھویں صدی میں جدید تحریکات کے زیر اثر اسلام کو سمجھنے کا جذبہ ضرور پیدا ہوا، مگر لاطینی خرافاتی روایات سے گلو خلاصی کا جذبہ پیدا نہ ہو سکا۔ مارٹن لوتھر سے اسلام سے متعلق نرم رویے کی توقع تھی، مگر اس کے بالکل برعکس اس نے اسلام اور مسلمانوں کو حق کا دشمن گردانتے ہوئے اسلام کو ترکوں کا مذہب قرار دیا۔ لوتھر چونکہ چرچ اور پوپ پر حملہ آور ہوا تھا، اس لیے اس نے آں حضور ﷺ کو پوپ سے بھی بد تر قرار دیا۔

اٹھارھویں صدی میں اسلام پر مقابلتاً زیادہ لٹریچر تیار ہوا۔ اس صدی کی ابتدا میں اڈریان ریلان (1676ء-1718ء Adriaen Reeland/ Reelant, Hadrianus Relandus)[131] نے آں حضور ﷺ کی جانب رویے میں کچھ نرمی پیدا کی اور اسلام کے ساتھ تاریخی انصاف کا مطالبہ کیا۔ اس کی چلائی ہوئی تحریک سے متاثر ہو کر کانٹ (Immanuel Kant 1724ء-

131 ڈچ مستشرق۔ شمالی ہالینڈ کے ایک گاؤں سے تعلق رکھتے تھے۔ 11 سال کی عمر میں ایمسٹرڈیم میں لاطینی زبان کی تحصیل کی۔ 17 سال کی عمر میں نیدرلینڈ کی قدیم ترین یونی ورسٹی ایترکیٹ (Utrecht) میں داخلہ لیا اور فلسفے اور الٰہیات کی تعلیم حاصل کی۔ عبرانی، سریانی اور عربی زبانیں سیکھیں۔ ہارڈروک یونی ورسٹی (University of Harderwijk, Netherlands) میں طبیعیات اور مابعد الطبیعیات کے پروفیسر رہے۔ اسلامی علوم، لسانیات اور قدیم فلسطین کے جغرافیے وغیرہ سے متعلق اہم اور نمایاں تحقیقات پیش کیں۔

Marfat.com

1804ء)[132] نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نرم رویہ اختیار کیا مگر ان کے خلاف حملے شروع ہو گئے۔ تاہم اس زمانہ میں چوں کہ یورپ پر جدت پسندی اور روشن خیالی کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا، اس لئے کچھ مصنفین نے اسلام کے متعلق کچھ کلمات خیر بھی کہنے میں بخل سے کام نہیں لیا اگرچہ وہ بھی قرونِ وسطیٰ کی گرفت سے آزاد نہ ہو سکے۔ ایڈورڈ گبن نے رواداری کے دعوے کے باوجود اپنی کتاب "تاریخ زوالِ روما" میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کاذب کہا۔ اسی صدی کی ایک اور شخصیت جو انقلاب فرانس کے بانیوں میں سے ہے والٹیر (François-Marie Arouet Voltaire، 1694ء–1778ء)[133] ہے۔ یہ مفکر بھی تعصب کا شکار رہا اور ان مستشرقین کی

132 مشہور جرمن فلسفی۔ جدید مغربی فکر و فلسفے پر نہایت گہرا اثر ڈالا۔ پرورش مذہبی ماحول میں ہوئی، جس میں خدا پر یقین اہم ترین عنصر تھا۔ لیکن بعد میں تشکیک اور لاادریت کی طرف مائل ہو گئے۔ فلسفۂ اخلاق اور مابعد الطبیعات پر کام شہرت کا خصوصی حوالہ ہے، تاہم طبیعات اور علم الافلاک میں بھی قابلِ ذکر تحقیقات پیش کیں۔ عقل کے ماخذِ اخلاق و علم ہونے پر بہت زیادہ زور دیا۔ "Religion within the limits of Reason alone" (Die Religion innerhalb der Grenzen der bloßen Vernunft) تحریر کی، جس نے فلسفۂ مذہب کے حوالے سے غیر معمولی شہرت حاصل کی۔ "Critique of Pure Reason" (Kritik der reinen Vernunft) بھی مشہور کتاب ہے۔ اپنی لاادریت اور مسیحیت و مذہب کے بنیادی اعتقادات پر سخت تنقید کی بنا پر بعض لوگوں کی طرف سے مسیحیت اور مذہب مخالف قرار دیے گئے لیکن بعض لوگوں نے ان کی فکر کو مذہب کی عقلی تعبیر کی کوشش پر محمول کیا۔

133 فرانسیسی مصنف، مورخ، شاعر اور فلسفی۔ والٹیر قلمی نام تھا۔ اصل نام François-Marie Arouet تھا۔ تاریخی، فلسفیانہ اور سائنسی کاموں پر وادِ تحقیق و تصنیف دینے کے ساتھ ساتھ ڈرامہ، نظم، ناول، مضمون، ہر ادبی صنفِ سخن میں لکھا۔ دو ہزار سے زیادہ کتابیں اور پمفلٹ تحریر کیے۔ عدمِ برداشت، اپنے زمانے کے فرانسیسی اداروں اور کیتھولک چرچ کے بنیادی مذہبی تصورات کو ہدفِ تنقید بنایا۔ مذہب اور رائے کی آزادی اور چرچ اور ریاست کی علاحدگی پر زور دیا۔ "مذہبی جنونیت یا پیغمبر محمد" (Le fanatisme, ou Mahomet le Prophete) کے عنوان سے ڈرامے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق سخت توہین آمیز خیالات ظاہر کیے۔

Marfat.com

مذمت کی جنھوں نے حضور ﷺ کے بارے میں نرم رویہ اختیار کیا۔ اس نے بھی حضور ﷺ کو نبیِ کاذب اور اسلام کو وحشی اور فاسد مذہب سے تعبیر کیا۔[134]

انیسویں صدی میں 1800ء سے 1840ء تک اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر متعدد کتب شائع ہوئیں۔ ان میں سب سے اہم اور قابلِ ذکر تالیف ڈیوڈ پرائس(David Price، 1762ء-1835ء)[135] کی تالیف "Chronological Retrospect of Mahommedan History" تھی؛ جو 1811ء سے 1821ء تک شائع ہوئی۔ مولف نے آں حضور ﷺ کے عہد سے لے کر مغل شہنشاہ اکبر(1526ء-1605ء)[136] تک کے تاریخی وقائع درج کیے ہیں۔ دوسری اہم تالیف ایڈورڈ افام (Edward Upham، 1776ء-1834ء)[137] کی "History of Ottoman Empire" ہے جو 1829ء میں شائع ہوئی۔ اس میں بھی مصنف نے حسبِ معمول حضور ﷺ کو نبیِ کاذب کہا۔ گوئٹے (Johann Wolfgang von

[134] حبیب الحق ندوی، "اسلام اور مستشرقین۔" 348، 352۔

[135] ویلز سے تعلق رکھنے والے برطانوی مستشرق۔ ایسٹ انڈیا کمپنی میں آفیسر اور اورینٹل ٹرانسلیشن فنڈ اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے ممبر رہے۔ فارسی ادب و تہذیب میں خصوصی دلچسپی تھی۔ فارسی کی بہت سی قدیم کتابیں اور مخطوطات جمع کیے۔ فارسی مآخذ سے اسلامی تاریخ کے حوالے سے متعدد کتابیں لکھیں۔

[136] مغلیہ خاندان کا تیسرا فرماں روا۔ ہندوستان کے عظیم ترین حکمرانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ نہایت باصلاحیت اور ذہین تھا۔ خود پڑھا ہوا نہیں تھا؛ لیکن اہل علم و فن کا قدردان تھا۔ اپنے دربار میں بہت سے اہلِ علم کو جمع کر رکھا تھا اور ان سے استفادہ کرتا رہتا تھا۔ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کی بنا پر ہندوستان ایسے وسیع ملک میں پچاس سال تک کامیابی سے حکومت کی۔ ہندوؤں سے نہایت رواداری کا رویہ اپنایا؛ ان میں شادی بھی کی۔ بعض درباریوں کی مسلسل ترغیب پر اس نے "دین الٰہی" کے نام سے اپنا نیا دین جاری کر دیا؛ جس کی مسلم علما و بزرگانِ دین کی طرف سے سخت مخالفت ہوئی۔

[137] انگلش مستشرق اور بک سیلر۔ سلطنتِ عثمانیہ کی تاریخ کے علاوہ چین اور بدھ مت کی تاریخ و عقائد وغیرہ سے متعلق کتابیں تحریر کیں۔

Marfat.com

گوئٹے (Goethe، 1749ء-1832ء)[138] نے آں حضور ﷺ پر 1773ء میں ایک نظم "ترانۂ محمدی" لکھی، جس میں آپ ﷺ کو ایک چشمے سے تعبیر کیا اور آپ ﷺ کو وحدت الوجود کا مدرس بتاتے ہوئے آپ ﷺ کی مدح و توصیف کی، لیکن یہ بھی آپ ﷺ کے خلاف نفرت و تعصب سے پوری طرح باہر نہ آسکا اور آپ ﷺ کے خلاف منفیانہ خیالات و افکار پیش کرنے سے احتراز کا رویہ اختیار نہ کر سکا۔[139] انیسویں صدی کے نصف اول تک فضا مسموم رہی؛ مگر نصف آخر میں اسلام اور محمد ﷺ کی جانب ایک بار پھر رواداری اور انصاف کے مطالبے شروع ہوئے۔ اس تحریک کے قائدین میں کارلائل (Thomas Carlyle، 1795ء-1881ء)[140]

---

[138] مشہور جرمن شاعر اور مصنف۔ بہت سی مشہور و موثر شعری تخلیقات کے علاوہ تنقید، لسانیات اور سائنسی موضوعات پر بھی متعدد تحریریں پیش کیں۔ کرسچن تھیالوجی کے بہت سے بنیادی معتقدات کی مخالفت کی۔ مذہبی حوالے سے دیکھیں تو گوئٹے کی فکر میں قابلِ ذکر عناصر یہ ہیں: حضرت مسیح اور چرچ کے عقائد میں بہت فرق ہے۔ آدمی کسی بھی چرچ کی اتباع کے بغیر مسیحی رہ سکتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ تاریخ کی موثر، قابلِ تعریف اور توحید پرست شخصیت ہیں۔

[139] اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ سے متعلق گوئٹے کے افکار و خیالات میں منفیانہ عناصر کا انکار کیے بغیر اس بات کی نشان دہی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ زیرِ نظر تناظر میں گوئٹے کو عموماً مثبت تصور کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے مسلمان ہو جانے کا مفروضہ بھی قائم کیا گیا ہے، مثلاً دیکھیے:

'Abd al-Qādir al-Murābit (Almurabit, Abdulqadir), "Was the Goethe a Muslim?" Accessed October 2,2015.

http://www.themodemreligion.com/convert/convert_goethe.htm

[140] سکاٹش فلسفی، مصنف اور مورخ۔ جرمن آئیڈیلزم اور اس کے بنیادی محرک جوہن گولپ فچے (Johann Gottlieb Fichte، 1762ء-1814ء) سے بہت تاثر لیا اور تاریخی اور فلسفیانہ موضوعات پر متعدد کتابیں لکھیں۔ پہلا بڑا کام "Sartor Resartus (The Tailor Retailored)" کے عنوان سے لکھا گیا ناول تھا، جو ایک جرمن فلسفی کی حیات و فکر پر تبصرہ تھا۔ بعد ازاں "The French Revolution: A History" اور

Marfat.com

کا نام قابلِ ذکر ہے۔ اس تبدیلی کا سہرا یورپ کی روحانی تحریک کے سر ہے، جس نے فرسودہ نظامِ حیات، کلاسیکی عقائد اور تقشف و تعصب کو ایسا چیلنج کیا کہ پورا یورپ ہل گیا۔ کارلائل نے اسلام اور محمد ﷺ کو موضوع بناتے ہوئے مثبت خیالات پیش کیے؛ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اب ایسے خیالات سے پریشانی کی کوئی وجہ نہیں؛ کیونکہ ارتداد کا خطرہ ٹل چکا ہے اور کوئی عیسائی اسلام قبول کرنے کو تیار نہیں۔ اس صدی میں جب رینکے (Lepeold Von Ranke، 1795ء-1886ء)[141] نے تاریخی تنقیدی تحریک چلائی تو عربی مصادر کے مطالعے پر زور دیا گیا۔ مستشرقین نے مسلم شرقِ اوسط اور برصغیر پاک و ہند کے دورے شروع کیے اور کتب خانوں کی تاریکیوں میں پڑے محتاجِ توجہ مخطوطات و مسودات کو روشنی میں لایا گیا۔ مسلمانوں کے ہاں عربی زبان میں سیرت و مغازی کی جو کتابیں محفوظ تھیں، وہ ایک ایک کرکے بہ استثنائے چند اٹھارھویں صدی کے اواخر سے انیسویں صدی کے اختتام تک یورپ میں چھپ گئیں۔ اور ان میں سے اکثر کا یورپی زبانوں میں ترجمہ ہو گیا۔[142] یوں مستشرقین یورپ کی رسائی اصل عربی مصادر تک ہو گئی اور اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ پر نئی کتابوں کا ظہور ہونے لگا، جن میں اسلام کو مسیحی الاصل یا یہودی الاصل ثابت کرنے کی کوشش کی جانے لگی۔ 1833ء میں ابراہام گیگر (Abraham Geiger، 1810ء-1874ء)[143] نے ایک مقالہ زیرِ عنوان "What did

---

"Heroes and Hero Worship" ایسی کئی مشہور کتابیں تصنیف کیں۔ تاریخ سے متعلق کارلائل کا خیال تھا کہ یہ بڑے لوگوں کے سوانح اور طرزِ عمل کا نام ہے۔

[141] جرمن مورخ۔ جدید یورپ اور امریکا میں بنیادی مصادر پر مبنی تاریخ نگاری کے بانی اور ایک رجحان ساز مورخ کی حیثیت سے شہرت حاصل ہے۔ رومی، فرانسیسی، انگلش اور جرمن اقوام، شہزادوں اور پوپوں کی تاریخ کے حوالے سے متعدد کتابیں تحریر کیں۔

[142] شبلی نعمانی، سیرت النبی، 1 / 68۔

[143] جرمن رَبی۔ دلچسپی کا موضوع قدیم متون کا مطالعہ تھا۔ روایتی یہودی نظریات میں اصلاح (Reform Judaism) کا بانی کہا گیا ہے۔ یہودیت کی معنویت توحید اور اخلاقیات میں پنہاں دیکھتا تھا۔ تورات اور تلمود کے ناقدانہ جائزے کا قائل تھا۔ یہودیوں کے منتخب قوم (Chosen People) ہونے کے نظریے کی مخالفت

Marfat.com

"Muhammad take from Judaism" پیش کیا، تاکہ محمد ﷺ کے یہودی اور عیسائی ماخذ کو حتمی طور پر ثابت کیا جائے۔ چناں چہ اب اسلام کی اصلیت مستشرقین کا محبوب موضوع قرار پا گیا۔ ولیم میور، ، سپرنگر (Aloys Sprenger، 1813ء–1893ء)[144] اور نولدیکے (Noldeke Theodor، 1836ء–1930ء)[145] ایسے مستشرقین اس تحریک کے سرخیل بن گئے۔ ڈاکٹر سپرنگر نے حضور ﷺ کو اعصابی مریض یا مصروع (Epileptic) ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ولیم میور نے آں جناب ﷺ اور قرآن کریم کو تہذیب، آزادی اور حق کا بد ترین دشمن قرار دیا۔ نولڈیکے سپرنگر اور ولیم میور سے بھی دریدہ دہن ثابت ہوا۔ اس نے اپنی

کی۔ "محمد [ﷺ] نے یہودیت سے کیا لیا" (Was hat Mohammed aus dem Judentume aufgenommen) میں قرآن کو یہودی ماخذ سے ماخوذ قرار دیا۔

144 آسٹریلوی مستشرق۔ یونی ورسٹی آف ویانا میں تعلیم حاصل کی۔ میڈیسن اور نیچرل سائنسز کے ساتھ ساتھ مشرقی زبانوں کا بھی مطالعہ کیا۔ دہلی کالج دہلی میں پرنسپل اور یونی ورسٹی آف برن سوئزرلینڈ میں پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ تحریر و تصنیف سے متعلق مختلف منصوبوں پر نمایاں کام کیا؛ آں جناب ﷺ کی سوانح تحریر کی؛ عربی، فارسی اور ہندوستانی مخطوطات کا کیٹیلاگ تیار کیا؛ اسلامی علوم میں استعمال ہونے والی اصطلاحات کی ڈکشنری مرتب کی؛ ابن حجر العسقلانی (1372ء/773ھ–1449ء/852ھ) کی "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" کو ایڈٹ کیا۔

145 جرمن مستشرق۔ جرمنی کی کیل (Kiel) یونی ورسٹی اور فرانس کی یونی ورسٹی آف سٹراس برگ (University of Strasbourg) میں تدریسی فرائض انجام دیے۔ قرآنیات، سامی زبانیں اور تاریخ تہذیب اسلامی دلچسپی کے خاص موضوعات تھے۔ قرآن کو اس کی تاریخی ترتیب کے مطابق مرتب کرنے کی کوشش کی اور یہودی نصرانی ذرائع سے ماخوذ قرار دیا۔ قرآن سے متعلق نولڈیکے کے خیالات کی تفصیل ابنِ وراق کی مرتب کردہ کتاب "The Origins of The Koran: Classic Essays on Islam's Holy Book" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

Marfat.com

تاریخ قرآن میں حضور ﷺ کو ہذیان اور جذباتی دوروں کا مریض قرار دیا، جن کی وجہ سے آپ ﷺ کو یقین ہو گیا تھا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ [146]

استشراق اور عصر حاضر

بیسویں صدی میں جونہی یورپ کی فضا بدلی تو تحریک استشراق کے طرز و انداز میں بھی تبدیلی پیدا ہوئی۔ اب ایسے مصنفین منظر عام پر آنے لگے، جنھوں نے اپنے پیش رو مصنفین کی تحریروں پر شدید تنقید کی۔ انھوں نے اسلام کے بارے میں کچھ ایسی کتابیں لکھنا شروع کیں جن میں اسلام کے کچھ شعبوں کی تعریف کی گئی تھی، لیکن نسلی اور دینی تعصب نے ان کو بھی انصاف کے آئینے میں حقائق کو دیکھنے کی مہلت نہ دی۔ دراصل ان نئے مصنفین کا مقصد حق کی جستجو تھا ہی نہیں، بلکہ ان کا مقصد تو صرف مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنا تھا اور اپنے رویے میں معمولی سی تبدیلی سے انھوں نے یہ مقصد حاصل کر لیا۔ انھوں نے اسلام سے متعلق چند کلماتِ خیر کہے تو مسلمان مصنفین نے ان کی تعریف میں بڑھ چڑھ کر اپنا زورِ قلم صرف کیا۔ انھیں منصف مزاج عالم اور غیر جانب دار محقق کے خطابات دیے۔ حالانکہ ان لوگوں کی تحریروں میں محمد ﷺ پر الزام و اتہامات واضح دکھائی دیتے ہیں۔ [147]

جب نو آبادیاتی نظام کے شکنجے کی گرفت ڈھیلی پڑنے لگی۔ مختلف ممالک میں آزادی کی تحریکیں اٹھنا شروع ہوئیں اور اہلِ مغرب نے محسوس کیا کہ اگر مسلمان جاگ اٹھے تو مغرب کی ذہنی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے؛ اپنی تہذیب اور طرزِ حیات پر فخر کرنے لگیں گے، یوں ساری دنیا کو عیسائی بنانے کا خواب بھی چکنا چور ہو جائے گا اور اہلِ مغرب کی تخیلاتی نسلی برتری کا محل بھی زمین بوس ہو جائے گا، تو انھوں نے مستشرقین کی مدد سے نیا لائحہ عمل مرتب کیا۔ اب مستشرقین نے اسلام کے روایتی مطالعے پر توجہ کم کر دی اور دورِ حاضر کے مسلمان معاشروں میں پائے جانے والے رجحانات کا تفصیلی مطالعہ شروع کر دیا۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد برطانیہ میں جو سکاربرو رپورٹ

---

[146] حبیب الحق ندوی، "اسلام اور مستشرقین۔" معارف اعظم گڑھ، شمارہ 6 (1983):414،410۔

[147] جدید دور کے مستشرقین کے پیغمبر اسلام پر الزامات و اتہامات کا قدرے تفصیلی ذکر آیندہ صفحات میں مستشرقین کے اساسی اسلامی عقائد و تصورات پر نقد کے زیرِ عنوان آرہا ہے۔

Marfat.com

(Scarborough Report) پیش کی گئی، اس میں برطانوی مفادات کے تحفظ کے لیے نیا لائحہ عمل پیش کیا گیا۔ ایچ اے آر گب کی کتاب "Modern Trends in Islam" میں بھی نئے نقاضوں کے پیش نظر مسلمانوں کے حالات کو سمجھنے کی کوشش دکھائی دیتی ہے۔[148] مستشرقین اپنی حکومتوں کے دست راست اور اپنے اپنے ملک کی وزارتِ خارجہ کے مشیر بنے اور اپنے وسیع تجربے اور مطالعے سے فائدہ اٹھا کر ایسی پالیسیاں وضع کیں کہ استعماری طاقتوں کے چلے جانے کے بعد بھی مسلمان ان کی ضرورت محسوس کریں؛ اور وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب رہے۔ چناں چہ استعماری طاقتوں نے دمِ واپسیں مستشرقین کے مشورے سے مسلمانوں پر جو وار کیے تھے، ان کے اثرات آج تک دیکھے جاسکتے ہیں۔ نصابِ تعلیم ہی کو دیکھیں، مسلمان آج تک اپنے مدارس میں وہی نصاب پڑھا رہے ہیں، جو مستشرقین انھیں عطا کر گئے ہیں۔ اس نظامِ تعلیم نے دین کو دنیا اور علومِ جدیدہ کو مسلمانوں کے روایتی علوم سے علاحدہ کر دیا ہے؛ ملت تقسیم ہو گئی ہے اور علم کے میدان میں اقوامِ مغرب سے بہت پیچھے رہ گئی ہے۔ آج مسلمان عربی اور اسلامیات تک سیکھنے کے لیے یورپ اور امریکا کی یونی ورسٹیوں میں داخلے لیتے ہیں اور ان مسخ شدہ اسلامی مصادر کی طرف رجوع کرتے ہیں، جو مستشرقین نے اپنے مخصوص مقاصد کے لیے تیار کیے ہیں۔ چناں چہ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ استعماری طاقتوں کے چلے جانے کے بعد بھی مسلمان نظراً اور عملاً ان کے غلام ہیں۔ مسلمان ممالک کی داخلی اور خارجی پالیسیاں سب انھی کے اشارے پر بنتی ہیں۔

عصرِ حاضر میں مستشرقین کو ایک اور چیلنج در پیش ہوا۔ مسلم ممالک کا حکمران طبقہ اور اربابِ بسط و کشاد تو بلاشبہ مغرب کے اندھے مقلد اور اس کے نخچیرِ زبوں چلے آتے ہیں۔ تاہم ان ممالک کے اندر سے ایسی تحریکیں اٹھنا شروع ہوئیں، جو نفاذِ اسلام کا مطالبہ کرنے لگیں۔ برصغیر، مصر اور افریقہ کے مسلم ممالک میں ایسی تحریکوں نے زور پکڑا۔ اس صورت حال نے ایک بار پھر

---

[148] پروفیسر خلیق احمد نظامی، "مستشرقین کے افکار و نظریات کے مختلف دور۔" اسلام اور مستشرقین، معارف اعظم گڑھ، 1986، 2 / 16؛ نیز ملاحظہ ہو:

Yūsufu-d-Dīn, *Oriental and Islamic Studies in World Universities* (Daccan: Islamic Publications, N. D), 80-120

Marfat.com

اہلِ مغرب کا سکون برباد کر دیا، کیونکہ انھوں نے سمجھ لیا تھا کہ ان کی استشراقی اور الحادی کوششوں سے مسلمانوں کا رابطہ ان کے مرکزِ قوت سے کٹ چکا ہے، جس کے بحال ہونے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ چناں چہ مستشرقین ایک بار پھر استشراقی، تبشیری اور استعماری آرزوؤں کے محل کی حفاظت کے لے میدان میں آ گئے۔ مختلف ممالک میں اسلام کے حق میں اٹھنے والی آوازوں کو کچلا گیا۔ اسلام پسندوں کو اقتدار سے محروم رکھنے کی سازشیں ہونے لگیں۔ مسلمانوں کی طرف سے ایٹم بم بنانے کی کوششوں کو اسلامی بم کا نام دیا گیا اور ابھی کچھ ہی عرصہ پہلے افغانستان کو جس طرح تہس نہس کیا گیا اور عراق اقتصادی اور سیاسی مفادات کے زیر اثر یورپ اور امریکا کے ہاتھوں جس طرح زیر و زبر ہوا، اس کا حال سب کے سامنے ہے۔ لیکن ستم ظریفی دیکھیے کہ با ایں ہمہ دہشت گردی اور بدامنی کی ذمے دار بالعموم مسلمانوں ہی قرار دیے جاتے ہیں۔

تحریکِ استشراق کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مستشرقین نے اس کا آغاز دو جہتوں میں کیا تھا، ایک طرف تو انھوں نے مسلمانوں کے علمی ذخائر کو اپنے ممالک میں منتقل کرنے اور انھیں استعمال میں لا کر مادی اور تہذیبی میدانوں میں ترقی کرنے کی کوششیں شروع کیں اور دوسری طرف مسلمانوں کے دین، ان کی تاریخ و تہذیب کو مسخ کرنے، مسلمانوں کو اپنے دین سے بیگانہ کرنے اور غیر مسلم لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے کی بھرپور مہم چلائی۔ زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق ان کے طریقہ ہائے کار میں تو تبدیلیاں آتی رہیں، لیکن جس مقصد کے تحت اس تحریک کا آغاز ہوا تھا، وہ مقصد مستشرقین کی نگاہوں سے کبھی اوجھل نہیں ہوا۔ مستشرقین نے کبھی طالب علموں کا روپ اختیار کیا، کبھی جسموں پر صلیبیں سجائیں، کبھی تحقیق و جستجو کے نام پر ممالکِ اسلامیہ کے کونے کونے میں پہنچے، کبھی مسلمانوں کے ہمدرد اور خیر خواہ بن کر منظر عام پر آئے اور کبھی پسماندہ اقوام کے لیے مشفق و مربی کا روپ دھارا۔ لیکن اتنے روپ بدلنے کے باوجود ان کا مقصد ہمیشہ ایک ہی رہا اور وہ مقصد اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا اور انھیں مغرب کے مقابل اور اس کے برابر آنے سے روکنا تھا۔

Marfat.com

اغراض و اہداف

مستشرقین اپنی کتابوں میں بالعموم اسلام کی نہایت بھونڈی تصویر اور پیغمبر اسلام ﷺ کو ایک افسانوی کردار بنا کر پیش کرتے ہیں۔ قرآنِ حکیم کو (نعوذ باللہ) ایک لغو کتاب سمجھتے اور ہر قابلِ تصور برائی اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ بات کتنی عجیب ہے کہ جن موضوعات کی طرف کسی خیر کو نسبت دینا وہ عموماً مغرب کی توہین سمجھتے ہیں، ان موضوعات پر انھوں نے کتابوں کے ڈھیر لگا دیے ہیں، جن سے یورپ اور امریکا کی لائبریریاں بھری پڑی ہیں۔ اگر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کا تصور اتنا ہی گھناؤنا ہے، جتنا وہ بنا کر پیش کرتے ہیں تو انھوں نے ان پر لکھنے اور تحقیق و تدقیق میں اتنا وقت اور سرمایہ کیوں صرف کیا! بلاشبہ مستشرقین کے ذریعے مسلمانوں کا سرمایۂ علم محفوظ ہوا، جس پر مسلمان ان کا احسان بھی مانتے ہیں۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ انھوں مسلمانوں کے علمی ورثے کو لوٹا اور اپنے اسلام مخالف عزائم کی غرض سے اس سے اعتنا کیا۔ اقبال (علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، 1877ء-1938ء)[149] یورپ کے کتب خانوں میں اپنے علمی ورثے کو دیکھ کر اسی لیے تڑپ اٹھے تھے:

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کی آئینِ مسلّم سے کوئی چارا

---

149 بیسویں صدی کے نام ور مسلم فلسفی، شاعر اور مفکر۔ برطانوی ہند میں مسلم نشاۃِ ثانیہ کے پیامبر کی حیثیت سے سامنے آئے۔ فلسفی شاعر کے طور پر شرق و غرب میں آپ کی عظمت کا لوہا مانا گیا ہے۔ اردو فارسی کی غیر معمولی شاعری اور نظریۂ پاکستان کی تشکیل شناخت اور شہرت کے خصوصی حوالے ہیں۔ مسلمانانِ برصغیر اپنے اس ہیرو کو شاعرِ مشرق، حکیم الامت اور مفکرِ پاکستان کے عنوانات سے یاد کرتے ہیں۔ "بانگِ درا"، "بالِ جبریل"، "ضربِ کلیم"، "اسرارِ خودی"، "رموزِ بے خودی"، "پیامِ مشرق"، "زبورِ عجم"، "جاوید نامہ" وغیرہ ایسے لافانی شعری مجموعوں کے ساتھ ساتھ "Reconstruction of Religious thought in Islam" کے عنوان سے آپ کے خطبات، آپ کے بلند پایہ فکری و فنی کارنامے ہیں۔ آپ کی علمی و فکری قدر و قیمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ مشرق و مغرب کی لاتعداد یونی ورسٹیوں میں آپ پر ان گنت تحقیقی و علمی مقالات تحریر کیے جا چکے ہیں، اور مسلسل تحریر کیے جا رہے ہیں۔

Marfat.com

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں دل ہوتا ہے سیپارہ[150]

ہم یہاں یہ جائزہ لینے کی کوشش کریں گے کہ اہلِ مغرب کی مشرق اور اسلام پر اتنی توجہ کے پیچھے کیا مقاصد کار فرما ہیں ؟اور ان کے حصول کے لیے وہ کیا طریقے اختیار کرتے ہیں؟ تحریکِ استشراق میں چوں کہ مختلف ممالک سے وابستہ لوگ شامل ہیں، نیز ان کے کئی طبقات ہیں اور مفادات بھی مختلف ہیں، لہٰذا ہر طبقے کا کام دوسرے سے مختلف ہے، اس لیے جن مقاصد و اہداف کے تحت یہ مشرقی تہذیبوں خصوصاً اسلام پر توجہ دیتے ہیں، وہ اہداف و مقاصد بھی متعدد اور مختلف ہیں۔ اختصار کے پیشِ نظر ہم مستشرقین کے اہداف و مقاصد کو حسبِ ذیل چند عنوانات کے تحت بیان کرسکتے ہیں:

مذہبی و دینی اہداف

تحریکِ استشراق کی تاریخ کے طالب علم کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ اس کا آغاز جس مقصد کے تحت ہوا وہ مذہبی تھا۔ ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی میں اسلام جس سرعت کے ساتھ پھیلا اور اس نے جس طرح لاتعداد انسانوں کے قلوب و اذہان کو مسخر کیا۔ یہ سب کچھ اہلِ صلیب کے لیے زبردست تشویش کا باعث ہوا۔ ان کے سامنے ان کی بقا کا مسئلہ تھا۔ وہ دینِ اسلام کو کسی طور بھی پھلتا پھولتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ چناں چہ وہ علومِ اسلامیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس سلسلے میں اپنے مذہب کے حوالے سے تین مقاصد ان کے پیشِ نظر تھے: دینِ اسلام کو دنیا کی اقوام میں عموماً اور یہودی و عیسائی اقوام میں خصوصاً پھیلنے سے روکا جائے، مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لیے تگ و دو کی جائے اور عیسوی عقائد معلوم کرنے کے لیے کتابِ مقدس کے یورپی زبانوں میں ترجموں پر اعتماد کی بجائے، عبرانی زبان کے نسخوں پر اعتماد کیا جائے۔[151] لیکن چوں کہ عبرانی زبان ایک زندہ زبان کے طور پر کہیں رائج نہ تھی اور عربی اور عبرانی زبانیں ایک دوسرے کے بہت قریب تھیں، لہٰذا عبرانی جاننے کے لیے عربی سیکھنا ضروری تھا۔ چناں چہ

---

[150] علامہ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال اردو (لاہور: اقبال اکادمی، 1990ء)، 207۔

[151] الجبری، الاستشراق وجہ للاستعمار الفکری، 82-83۔

Marfat.com

یورپ اور دنیائے عیسائیت کے طول و عرض میں ایسے اداروں کا جال بچھ گیا، جن میں عربی زبان کی تدریس کا بندوبست تھا۔ کتابِ مقدس کی اصلاح اور بائبل کے بیانات کی تفسیر کے سلسلے میں ممالکِ اسلامیہ کے حالات کا معروضی جائزہ لینے کی ضرورت محسوس ہوئی، تو اس مقصد کے لیے ممالکِ اسلامیہ میں باقاعدہ مہمیں بھیجی گئیں۔ ان مہمات کا مقصد مشرقی علاقوں میں ان آثارِ قدیمہ کو تلاش کرنا تھا جن کا ذکر بائبل میں ہے۔ لیکن ان مہموں اور آثارِ قدیمہ کی کھدائیوں سے جو نتائج ظاہر ہوئے، وہ انتہائی حیران کن ہیں۔ معروف جریدے ٹائم (Time) میں "Are the Bible Stories True?" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا، جس میں حضرت ابراہیم[152] حضرت موسیٰ[153] وغیرہ انبیائے بائبل کی حیات و وجود اور خروج ایسے تاریخی واقعات سے متعلق سوالات کھڑے کر دیے گئے، یہ باور کرایا گیا کہ ان بزرگوں سے متعلق واقعات اور خروج کی کہانی کی نوعیت افسانوی ہے۔ مثلاً کہا گیا:

---

[152] حضرت ابراہیم کا زمانہ حیات تقریباً دو ہزار سال قبل مسیح کا ہے۔ آپ عراق میں اُر (Ur) کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام تورات میں تارح آیا ہے۔ قرآن نے آپ کے باپ کا نام آزر لیا ہے۔ چناں چہ مورخین میں اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آپ کے والد کا نام تارح تھا یا آزر؟ بعض مورخین کی رائے ہے کہ تارح ہی آزر تھا اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کے والد کا نام تارح تھا، آزر آپ کا چچا تھا؛ آپ کی پرورش چوں کہ آپ کے چچا آزر نے کی تھی، اس لیے اسے آپ کا باپ کہا گیا؛ اَب کا لفظ عربی میں والد کے علاوہ چچا اور دادا وغیرہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے؛ اس بنا پر چچا کو اَب کہنا بعید از قیاس نہیں، حدیث میں بھی کہا گیا ہے کہ چچا والد کی طرح ہوتا ہے؛ حضور ﷺ نے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو بھی اَب (باپ) کہا ہے۔ بہر حال حضرت ابراہیم اللہ کے نہایت ہی برگزیدہ نبی اور جد الانبیا ہیں۔ آپ وہ عظیم شخصیت ہیں، جن سے نسبت پر مسلمان، عیسائی اور یہودی سب فخر محسوس کرتے ہیں۔

[153] بنی اسرائیل کے معروف صاحب کتاب پیغمبر؛ حامل تورات۔ آپ کا زمانہ تقریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح کا ہے۔ آپ یہودیت کے ساتھ ساتھ عیسائیت اور اسلام میں بھی ایک عظیم پیغمبر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ قرآن میں مذکور انبیا میں سب سے زیادہ ذکر آپ ہی کا ہوا ہے۔

Marfat.com

...archaeologists are always seeking new evidence that might help resolve some still-unanswered questions: Did Moses really exist? Did the Exodus happen?[154]

ماہرینِ آثارِ قدیمہ ہمیشہ نئی سے نئی شہادت کی تلاش میں ہیں، جو ان سوالات کا جواب فراہم کر سکے، جن کا ابھی تک کوئی جواب نہیں مل سکا۔ جیسے: کیا موسیٰ واقعی ایک تاریخی وجود ہے؟ کیا واقعی خروج ہوا؟

اس مضمون کے مطابق تو ماہرین کو ساری بائبل خطرے میں نظر آتی ہے۔ مضمون کے آخر میں باور کرایا گیا ہے کہ اگر بائبل کی کچھ کہانیاں غیر تاریخی ثابت ہو جائیں تو کوئی زیادہ خطرے کی بات نہیں، ہاں اگر ساری تاریخِ بائبل ہی غلط ثابت ہو جائے، تو ہم اپنی روایت کھو دیں گے:

To suggest that many things in the Bible are not historical is not too serious. But to lose biblical history altogether is to lose our tradition.[155]

ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ جن لوگوں کا اعتماد آثارِ قدیمہ کی تحقیقات پر ہے وہ ان حقائق کو بھی ماننے کے لیے تیار نہیں، جن پر تمام الہامی مذاہب صدیوں سے متفق چلے آ رہے ہیں۔ لیکن جو لوگ بائبل کے کسی بیان پر تنقیدی نظر ڈالنے کے روادار نہیں ان کو مذکورہ تحقیق کی مدد سے مشرق کے چپے چپے پر ایسے آثار نظر آتے ہیں، جن سے بائبل کے بیانات کی تصدیق ہوتی ہے۔ ڈاکٹر محمد

[154] Michael D Lemonik, "Are the Bible Stories True?" Time, Sunday, June 24, 2011, Accessed, July 4, 2015.
http://content.time.com/time/magazine/article/0,9171,133539,00.html

[155] Michael D Lemonik, "Are the Bible Stories True?" Time, Sunday, June 24, 2011, Accessed, July 4, 2015.
http://content.time.com/time/magazine/article/0,9171,133539,00.html

Marfat.com

عبد المتعال الجبری (1926ء-1995ء)[156] نے علامہ اسد(1900ء-1992ء)[157] کے حوالے سے لکھا ہے کہ سولھویں صدی سے جتنے لوگ مغرب سے مشرق آتے ہیں انھیں یہاں تورات کے حادثات و واقعات کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اہرامِ مصر کو وہ گندم کے گودام سمجھتے

[156] اخوان المسلمین سے تعلق رکھتے تھے۔ حسن البنا (1906ء-1949ء) کے شاگردوں میں سے ہیں۔ استشراق اور اس کے اہداف و مقاصد، سیرت اور اسلامی تہذیب و ثقافت وغیرہ سے متعلق متعدد کتابوں مثلاً " الاستشراق وجه للاستعمار الفكرى" ،"الحضارة والتمدن الاسلامى باقلام فلاسفة النصارىٰ"، "السيرة النبوية واوهام المستشرقين"،" العقلية والثقافة العربية فى الجاهلية " کے مصنف ہیں۔ اپنی کتابوں میں مغربی مفکرین کی تحریروں سے بہ کثرت استشہاد کرتے ہیں۔

[157] آسٹرو ہنگرین صحافی اور مشہور نو مسلم سکالر۔ اصل نام لیوپولڈ ویز(Leopold Weiss) تھا۔ یہودی ربّی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ 1926ء میں اسلام قبول کیا۔ عبرانی، آرامی، انگریزی، فرانسیسی، فارسی اور عربی زبانوں میں مہارت حاصل کی۔ مختلف ممالک کے سفر کیے اور ان میں قیام پذیر رہے۔ مکے مدینے میں تقریباً چھے سال کا عرصہ گزارا اور صحرائے عرب کے مسافر بنے۔ جدید سعودی مملکت کے بانی شاہ عبدالعزیز(1875ء-1953ء) اور اس وقت کے ولی عہد شاہ فیصل(1906ء-1975ء) سے ملاقات کی۔ 1932ء میں برٹش انڈیا کا سفر کیا اور علامہ اقبال سے ملاقات کی۔ اقبال نے انھیں برٹش انڈیا میں قیام کرنے اور آزاد مسلم ریاست کے لیے جد وجہد کرنے کی دعوت دی۔ انھوں نے برصغیر میں مسلمانوں کے لیے الگ ریاست کے قیام کی حمایت کی۔ 1947ء میں پاکستان آگئے اور پاکستانی حکومت کی طرف سے انھیں پاکستان کے قیام کی حمایت کے اعتراف میں پاکستانی قومیت عطا کی گئی۔ نوزائیدہ پاکستانی ریاست کی اسلامی تشکیل کے حوالے سے اہم خدمات انجام دیں۔ پاکستان کی جانب سے اقوام متحدہ میں سفیر بھی رہے۔ اسلامی تہذیب و ثقافت اور جدید دور میں اسلام کو درپیش مسائل و مشکلات اور ان کے حل کے سلسلے میں نہایت نمایاں علمی کام کیا۔ "The Message of the Quran" کے نام سے قرآن حکیم کے ترجمے اور تفسیر کے علاوہ "The Road To Mecca", "Islam at the Crossroads", Principle of state And Government in Islam" وغیرہ متعدد دیگر علمی و فکری نگارشات پیش کیں۔ سپین میں وفات پائی۔

Marfat.com

ہیں، جنھیں یوسف [158] بن اسرائیل [159] نے تعمیر کیا تھا۔ ھلیو بولیس کی شکل میں انہیں وہ خفیہ مستقر نظر آتا ہے، جہاں مقدس خاندان آرام فرما ہوا تھا۔ سمندر کے کنارے بکھری ہوئی ہڈیاں انہیں فرعون (Pharaoh) [160] اور اس کے لشکریوں کی ہڈیاں معلوم ہوتی ہیں، جو اسرائیلیوں سے مقابلے کے وقت یہاں ہلاک ہوئے تھے۔ یہی نہیں بلکہ اسرائیلیوں کو اپنے آباو اجداد کی نشانیاں مصر و عرب سے آگے بھی. نظر آتی ہیں۔ 1472ء میں وینس کی ایک مہم کو ساسانی بادشاہ شاپور اول (Shapur I، 215ء-270ء) [161] کی شکل میں تورات کا شمشون (Samson) [162] نظر آگیا۔ [163] دراصل اسرائیلیوں کو مشرق میں ہر طرف اپنے آباو اجداد کے آثار اس لیے نظر آتے ہیں کہ یہودی نہ صرف نیل سے فرات تک کے علاقے کو اپنے اجداد کی میراث سمجھتے ہیں بلکہ ساری دنیا پر حکمرانی کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ جن علاقوں پر ان کی خصوصی نظریں ہیں، ان پر اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے یہودیوں کو اس قسم کے آثار کی

---

[158] بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والے معروف پیغمبر۔ آپ کا زمانۂ حیات سولہ سو قبل مسیح کا ہے۔ بائبل کے ساتھ ساتھ قرآن میں بھی آپ کا ذکر نہایت عظیم پیغمبر کے طور پر آیا ہے۔ قرآن میں پوری سورہ "یوسف" آپ کے احوال و آثار کے بیان پر مشتمل ہے۔

[159] حضرت یوسف علیہ السلام کے والدِ گرامی حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا بھی بائبل اور قرآن میں ایک عظیم پیغمبر کی حیثیت سے تذکرہ ہوا ہے۔

[160] فرعون قدیم مصر کے بادشاہ کا لقب تھا؛ جو بھی بادشاہ ہوتا، فرعون کہلاتا، فرعون کی جمع فراعنہ استعمال ہوئی ہے۔ واقعۂ خروج سے متعلق فرعون کے بارے میں محققین کے ہاں بہت بحث ہے؛ بہت سے لوگوں نے اسے فرعون Thutmose II سے تعبیر کیا ہے، جس کا زمانۂ اقتدار 1493ق م-1479ق م بتایا جاتا ہے۔ قدیم مصر کی قبطی نسل کی زبان میں فرعون سے مراد سورج دیوتا کا اوتار لیا جاتا تھا۔

[161] زمانۂ اقتدار 240ء-270ء ہے۔

[162] عبرانی بائبل میں مذکور قدیم اسرائیلی رہنماؤں کا ایک فرد، جسے دشمنوں کے خلاف لڑنے کے لیے معجزاتی طاقت عطا کی گئی تھی۔

[163] الجبری، الاستشراق وجہ للاستعمار الفکری، 13۔

Marfat.com

ضرورت ہے۔

یہود و نصاریٰ نے کتاب مقدس کی اصلاح و تفسیر کے لیے جو کوششیں کیں ان سے دینی مقاصد تو پورے نہ ہوئے، بلکہ ان کی اکثریت کا اعتماد الہامی کتابوں سے اٹھ گیا، البتہ ان تحقیقات سے انھیں سیاسی اور اقتصادی فوائد ضرور حاصل ہوئے۔ اہلِ مغرب نے ان علاقوں میں اپنی نو آبادیاں قائم کرنے اور ان کے وسائل کو مغرب میں منتقل کرنے کے لیے ان تحقیقات سے بہت استفادہ کیا۔ اسلام سے مبارزت کے لیے ایسے افراد تیار کرنے شروع کیے گئے، جو مسلمانوں کے عقائد اور مذہبی اعمال کو اس انداز میں پیش کرنے کی مہارت رکھتے ہوں، جو مستشرقین کے موقف کے مطابق ہو۔ ان تربیت یافتہ لوگوں کو اسلامی ممالک میں تبلیغی مشنوں پر بھیجا جانے لگا۔ مغربی سیاست دانوں سے گٹھ جوڑ کیا گیا اور تبلیغی کاموں کی خاطر سرمائے کی فراہمی کے لیے حکومتوں کے علاوہ بڑی بڑی تجارتی کمپنیوں کے ساتھ بھی روابط قائم کیے گئے۔ اپنے کام کو منظم کرنے، اس کی رفتار تیز کرنے اور تبلیغی کاوشوں کا رخ متعین کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً کانفرنسیں منعقد کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔[164] ان کانفرنسوں میں یہ لوگ جس قسم کے پروگرام بناتے ہیں اس کا اندازہ کرنے کے لیے 1906ء میں قاہرہ میں منعقد ہونے والی تبشیری کانفرنس کے ایجنڈے کی اہم شقیں ملاحظہ ہوں: دنیا میں مسلمانوں کی تعداد کا جائزہ: افریقہ، سلطنت عثمانیہ، ہندوستان، فارس، ملایا اور چین میں اسلام اور مسلمانوں کے حالات کا تفصیلی سروے: ایسی کتابوں کی تیاری اور اشاعت جن کو تعلیم یافتہ مسلمانوں اور مسلم عوام کے درمیان پھیلانا ضروری ہے؛ لوگوں کو عیسائی بنانے کی کوششیں؛ مرتد ہو جانے والوں کا جائزہ؛ عیسائیت قبول کرنے والے غربا کی مدد؛ مسلم عورتوں کے معاملات؛ مبشرین کی تربیت اور باہمی رابطہ؛ مسلمانوں کے لیے نظامِ تعلیم۔[165]

اس تبشیری کانفرنس کے ایجنڈے سے پتہ چلتا ہے کہ مبشرین کو اسلام اور مسلمانوں کی کتنی فکر تھی اور ان کے متعلق ان کی سوچ اور کام کا انداز کیا تھا! اس میں اہلِ اسلام کے علاوہ کسی دوسرے

[164] الازہری، ضیاء النبی، 6/ 245۔

[165] محمد الدھان، قوی الشر المتحالفہ وموقفھا من الاسلام والمسلمین (القاہرہ: دار لوفا للطباعۃ والنشر المنصورہ، س ن)، 124۔

Marfat.com

مذہب کے لوگوں میں عیسائیت کی تبلیغ کا ذکر تک نہیں کیا گیا۔ جس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس سلسلے میں ان کا ہدف خاص طور پر اسلام اور مسلمان ہی تھے۔ ڈاکٹر الجبری نے لکھا ہے کہ سینی گال کے فرانسیسی مستعمرین لوگوں کو وسائلِ حیات سے محروم کرتے تھے، پھر غریب سینی گالیوں کو غذائی اشیا مثلاً چاول، گھی اور آٹے کی شکل میں امداد پیش کرتے تھے۔ مگر امداد کی شرط یہ تھی کہ ہر صاحبِ حاجت خاندان اپنے ایک پندرہ سالہ بچے کو کلیسا کے حوالے کرے، تاکہ کلیسا اسے اپنے مدارس میں تعلیم دے۔ ساتھ یہ بھی وعدہ لیا جاتا تھا کہ اگر کسی خاندان نے بچے کی تعلیم سے قبل اس کی واپسی کا مطالبہ کیا، تو اس نے جتنی امداد حاصل کی ہو گی، سب لوٹانا پڑے گی۔[166]

عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت اور اس ضمن میں مشرقی علاقوں اور مسلم ممالک میں استشراقی و تبشیری کوششوں اور ان کے مغرب اور مسیحیت کے حق میں دورس نتائج سے اہلِ استشراق و تبشیر کو خصوصی دلچسپی رہی ہے۔ تاریخ سے واضح ہے کہ سترھویں صدی کے آغاز سے کلیسا اور مغربی حکومتوں کی مدد و معاونت کے ذریعے مغرب سے عیسائی مشن مسلم ممالک و امصار میں آنے لگے تھے۔ ان مشنوں کے کام اور حکمتِ عملی کے خطوط سے متعلق مواد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مختلف ممالک اور فرقوں وغیرہ سے متعلق ہونے کی بنا پر مختلف اور متنوع مقاصد و اہداف کے تحت کام کرتے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ انھوں نے مسلم طلبہ میں مسیحیت پھیلانے کی غرض سے سکول کھولے؛ جہاں محسوس کیا کہ مسلمان اپنے بچوں کو عیسائی سکولوں میں بھیجنے سے ہچکچاتے ہیں، وہاں سیکولر سکول قائم کر کے اپنے مقاصد کے لیے کام کیا۔ یہ کوششیں بھی کی گئیں کہ مسلمانوں کے ذہنوں سے غیر مطلوب تصورات و عقائد نکالنے کے لیے مغربی جامعات سے ایسے مسلمانوں کو ڈگریاں دے کر مبشر بنایا جائے، جو کمزور طبیعتوں اور منتشر شخصیتوں کے مالک ہوں، اور مشرق میں مغربی انداز کی سماجی تبدیلیوں کے لیے مغربی مبشرین کی مدد کر سکیں۔ مغربی جامعات کی ڈگریوں کی کشش کو مغربی مقاصد کے حصول کے لیے کام میں

[166] الجبری، الاستشراق وجہ للاستعمار الفکری، 158۔

Marfat.com

لانے کی حکمتِ عملی کو مد نظر رکھنا ضروری خیال کیا گیا۔[167] مختلف ممالک اور آبادیوں میں عیسائیت کی تبلیغ کے کام پر توجہ کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے لیے باقاعدہ ہدف مقرر کیے جاتے۔ مثلاً انڈونیشیا میں 1967ء منعقد ہونے والی ایک تبشیری کانفرنس میں ہدف مقرر کیا گیا کہ جزیرہ جاوا میں مسلمانوں کو بیس سال میں عیسائی بنایا جائے اورر انڈونیشیا کے تیرہ کروڑ مسلمانوں کو پچاس سال میں دائرۂ مسیحیت میں لایا جائے۔[168]

مبشرین کے وہ ادارے جو دنیائے اسلام کے طول و عرض میں کام کر رہے تھے، انھیں منظم کرنے کی غرض سے قومی اور بین الاقوامی سطح پر تنظیمیں بھی قائم ہوئیں، جو بہت بڑی تعداد میں اور وسیع دائرۂ کار کی حامل تھیں۔ 1795ء میں لندن کی تبشیری کونسل وجود میں آئی۔ اس تنظیم کے نہج پر سکاٹ لینڈ، ہالینڈ، سویڈن، ناروے اور نیویارک وغیرہ میں بھی تنظیمیں قائم ہوئیں۔ 1885ء میں برطانیہ اور امریکا کے مسیحی نوجوانوں کی تنظیم قائم ہوئی، جس کے تحت مختلف علاقوں میں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے رضاکاروں کی جمعیت وجود میں آئی۔ اس جمعیت کی طرف سے انجیل کی زیادہ سے زیادہ اشاعت پر زور دیا گیا۔ 1890ء میں جرمن تبشیری کونسل قائم ہوئی، جس کے تبشیری مشن میں دیگر مقاصد کے ساتھ ساتھ ترکی خلافت کو ختم کر کے اسرائیل میں یہودی ریاست قائم کرنا تھا۔ 1895ء میں عالمی تنظیم برائے عیسائی طلبہ اتحاد قائم ہوئی۔ اس تنظیم میں چالیس علاقوں یا اقوام سے تعلق رکھنے والے تقریباً ایک لاکھ مسیحی اساتذہ اور طلبہ نے شمولیت

---

[167] الدھان، قوی الشر المتحالفہ، 100۔ مغربی تعلیمی اداروں میں مسلم طلبہ کے داخلے کی مجبوری سے ان کے استحصال اور مشنری مقاصد سے ادارے کی انتظامیہ کے تمسک سے متعلق ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ ادارے کی کسی پالیسی سے اختلاف کی بنا پر مسلم طلبہ کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جاتی کہ انھیں اسی پالیسی کے مطابق عمل کرنا ہے۔ بیروت کی "الجامعة الامریکیة " میں جب مسلم طلبہ نے ایک دفعہ اس بنا پر کلاسوں کا بائیکاٹ کیا کہ ان کو عیسائی طریقے پر عبادت کے لیے مجبور کیا جاتا ہے، تو انتظامیہ نے جواب دیا کہ یہ ایک عیسائی ادارہ ہے اور عیسائیوں کے مال سے شروع کیا گیا ہے، یہاں داخلہ لینے والے طلبہ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان سے کیا مطالبہ کیا جا سکتا ہے! (الدھان، قوی الشر المتحالفہ، 98)

[168] الجبری، الاستشراق وجہ للاستعمار الفکری، 101۔

Marfat.com

اختیار کی۔ 1902ء میں نوجوانوں میں عیسائیت کی تبلیغ کی غرض سے ایک تنظیم وجود میں آئی۔ اس نے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں میں مبشرین کی تبلیغ عیسائیت کی قبولیت کی راہ ہموار کرنے کی کوشش کی۔ 1907ء میں ایک تنظیم عمر رسیدہ لوگوں میں تبلیغ عیسائیت کی غرض سے قائم ہوئی۔ اس نوع کی ہزاروں تنظیمیں ہیں، جو اب بھی مسلم ممالک میں اپنے اپنے طور پر مصروفِ عمل ہیں۔[169]

سیاسی و استعماری اہداف

ایڈورڈ ڈبلیو سعید نے تحریک استشراق کے اہتمام و انضباط کو اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں اہلِ مغرب کی سیاسی مقاصد کے حصول کی کوششوں کا شاخسانہ قرار دیا ہے۔[170] اہلِ مغرب نے مسلمانوں کے ممالک پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھا، تو انھوں نے صدیوں کے تلخ تجربات کی بنا پر تلوار کے استعمال کو خلافِ مصلحت سمجھا۔ انھوں نے انسانوں کی ایسی جماعتیں تیار کیں، جنھوں نے علم و محبت اور خدمتِ انسانیت کے حسین جامے زیب تن کر رکھے تھے۔ ان کا کام یہ تھا کہ جب عملی طور پر اہلِ مغرب ان ممالک پر اپنا سیاسی تسلط قائم کرنے کے لیے آگے بڑھیں، تو ان ممالک کے شہریوں کی طرف سے کسی قسم کی مزاحمت کا امکان نہ ہو۔ یورپی طاقتوں ہالینڈ، فرانس اور انگلستان نے مستشرقین اور مبشرین کی بھرپور حوصلہ افزائی کی اور ان پر پانی کی طرح روپیا بہایا۔ مستشرقین اور مبشرین میں سے اکثر لوگ مغربی طاقتوں کے تنخواہ دار ملازم تھے۔ ان ملازمین نے دولت کے بل بوتے پر تعلیمی اداروں، ہسپتالوں، فلاحی اداروں، غریبوں اور محتاجوں کے لیے امدادی منصوبوں، اخبارات و رسائل، کتابوں اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے مسلمانوں کو اپنے رنگ میں رنگنے کی بھرپور کوششیں کیں۔ مولانا ابو الحسن علی ندوی (1914ء-1999ء)[171]

---

[169] الجبری، الاستشراق وجہ للاستعمار الفکری، 105-106۔

[170] Said, *Orientalism*, 201-204.

[171] معروف ہندوستانی عالمِ دین۔ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو سے تعلیم حاصل کی۔ عربی، فارسی اور اردو میں مہارت حاصل کی۔ اسلامی فکر و تہذیب کے حوالے سے قابلِ قدر علمی و تحقیقی کام کیا۔ آپ کی دلچسپی کا خاص موضوع مسلمانوں کے زوال کے اسباب اور ان کی عظمتِ رفتہ کی بحالی رہا۔ ماذا خسر العالم بانحطاط

Marfat.com

کے مطابق مستشرقین عام طور پر مغربی حکومتوں اور اہلِ اقتدار کا ہر اول دستہ رہے ہیں۔ وہ مغربی حکومتوں کو علمی کمک پہنچاتے ہیں۔ وہ مشرقی اقوام و ممالک کے رسم و رواج، طبعیت و مزاج، طریق ماند و بود اور زبان و ادب بلکہ جذبات و نفسیات کے متعلق صحیح اور تفصیلی معلومات فراہم کرتے ہیں، تاکہ ان پر مغرب کو حکومت کرنا آسان ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ان حالات و تحریکات اور عقائد و خیالات کا "توڑ" کرتے رہتے ہیں، جو ان حکومتوں کے لیے پریشانی اور دردِ سر کا باعث ہیں، اور ایسی ذہنی اور علمی فضا پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس میں ان حکومتوں کی مخالفت کا خیال ہی پیدا نہ ہونے پائے۔ اس کے بالمقابل ان کی تہذیب کی عظمت اور ان کی خدمات کی ایسی وقعت پیدا ہو اور اپنے ملک کی اصلاح و ترقی اور ان کو مغرب کے نقش قدم پر لے چلنے کا ایسا جذبہ پیدا ہو کہ ان مغربی حکومتوں کے ہٹ جانے پر بھی ان کا دینی اور تہذیبی اقتدار قائم رہے۔ اسی بنا پر مغربی حکومتوں نے مستشرقین کی اہمیت و افادیت کو پوری طرح محسوس کیا اور ان کے سربراہوں نے ان کی پوری سرپرستی کی، اور اس مقصد کے تحت مختلف ممالک کے مستشرقین عالمِ اسلام سے متعلق رسائل اور مجلات شائع کرتے رہے ہیں، جن میں عالمِ اسلام کے مسائل اور رجحانات پر مبصرانہ تبصرے اور ماہرانہ مضامین شائع ہوتے ہیں۔[172]

مستشرقین کے سیاسی مقاصد میں سے ایک مقصد "مسلم مسیحی اتحاد" قائم کرنا بھی ہے۔ اس دور میں اس مقصد کے حصول کے لیے بڑی منظم کوششیں جاری ہیں۔ عیسائیوں نے نہایت ذہین افراد کو اس کام پر لگایا ہوا ہے، جو مشرقی یونی ورسٹیوں میں لیکچرز کی شکل میں مذکورہ مقصد کے لیے مسلمان نوجوانوں کو ذہنی طور پر تیار کرتے ہیں۔ یورپی اور امریکی حکومتیں اپنے سیاسی مقاصد میں معاونت کے لیے مسلم علما اور سکالرز کو بھاری معاوضے ادا کرتی ہیں۔ اس حوالے سے جنوری

المسلمین (اردو ترجمہ: انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر)، "تاریخ دعوت و عزیمت" اور "مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش" سمیت پچاس کے قریب کتابیں اور بہت سے مقالات تحریر کیے۔ آپ کی عربی اور اردو تصانیف کے دنیا کی متعدد زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔

[172] ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش (کراچی: مجلس نشریاتِ اسلام، 1981)، 256-257۔

Marfat.com

2006ء کے روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ قابلِ ذکر ہے۔ اس رپورٹ میں امریکی اخبار کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ مسلمان علما و دانش وروں اور ممتاز شخصیات کو امریکی موقف اور پالیسوں کی حمایت کے لیے معقول معاوضے ادا کرنے کا امریکی پروگرام نہایت خاموشی سے جاری ہے، اور اس سلسلے میں 2005ء کے اوائل میں امریکی محکمہ دفاع نے اپنے کنٹریکٹر لنکن گروپ نامی پبلک ریلیشن کمپنی سے کہا تھا کہ وہ عراق کے سنی علما اور شخصیات میں سے ایسے علما کی نشان دہی کرے جو عراق کے صوبہ الانبار سے تخریب کاری ختم کرانے اور عراقی انتخابات میں حصہ لینے کی حمایت میں رائے عامہ ہموار کرنے میں مدد دے سکیں۔ گروپ کے ایک وفد نے 2005ء کے اوائل میں پاکستان کے ایک وفاقی وزیر سے بھی ملاقات کی تھی۔ امریکی اخبار نے انکشاف کیا ہے کہ اب بھی چار عراقی سنی علما اور دانش ور امریکی فوج کے لیے تجاویز، مشورے اور حقائق پر مبنی رپورٹیں تیار کرنے کا کام کر رہے ہیں، جب کہ لنکن گروپ کے ایک اعلیٰ عہدے دار کا کہنا ہے کہ ان کی کمپنی مذہبی شخصیات، سرکاری حکام اور مقامی بزنس مینوں سے بھی ملاقاتیں کر کے مختلف مسائل پر تبادلۂ خیال کرتی ہے۔ تاہم انھوں نے مزید تفصیلات بتانے سے گریز کیا ہے۔ کمپنی کے ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ گذشتہ مئی اور ستمبر کے دوران عراق کے صوبہ الانبار میں انفرمیشن آپریشن پر کئی لاکھ ڈالر خرچ کیے گئے۔[173] ایک تحقیق کے مطابق امریکی وزارتِ خارجہ کو ہدایت کی گئی ہے کہ اپنے مالی ذرائع اور افرادی وسائل کو استعمال کرتے ہوئے اس بات کے انتظامات کیے جائیں کہ مسلمانوں میں بنیاد پرست طبقے مقبولیت حاصل نہ کر سکیں۔ مسلم معاشروں کو جدت پسندی کے نام پر مغربی رنگ میں رنگ دیا جائے اور وہاں صرف وہی اسلام باقی رہ جائے جو امریکی و مغربی افکار و تصورات سے ہم آہنگ ہو۔ اس مقصد کے لیے رشوت کی گرم بازاری بھی ہے، ترغیبات کی فتنہ سامانی بھی اور آلاتِ حرب و ضرب کی دہشت ناکی بھی۔[174] مستشرقین کی اکثریت چوں کہ وزارتِ خارجہ کے محکموں سے وابستہ ہے اس لیے سیاسی طور پر انھیں اپنے منصوبے روبہ عمل لانے کے لیے خاطر خواہ سہولتیں میسر ہیں۔ باخبر لوگ ان کی ان

[173] روزنامہ جنگ، لاہور، 6 جنوری 2006۔

[174] ڈاکٹر محمد امین، "روشن خیالی کی امریکی اساسات،" نوائے وقت، اگست 8-9، 2006۔

Marfat.com

سرگرمیوں سے بخوبی واقف ہیں، جو یہ لوگ عرب ممالک میں شبانہ روز جاری رکھے ہوئے ہیں۔[175] ڈاکٹر سباعی نے عرب ممالک میں استشراقی حوالے سے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے اہلِ مغرب کی سفارتی کاروائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عرب کے تمام ممالک کے سفارتی مراکز میں سیاسی پالیسی کے نام پر کسی خاص سیکرٹری یا کلچر اتاچی کا تقرر کر دیا جاتا اور تقرر کے ساتھ یہ شرط لگا دی جاتی کہ وہ عربی زبان کا ماہر ہو، تاکہ اپنی علمی سند کی بنا پر اس ملک کے اہل قلم، صاحبِ فکر اور سیاسی عناصر سے اپنا رابطہ قائم کر کے اپنی سفارتی پالیسی کے تحت ان میں شورش و کشمکش کی تازہ روح اور نئی غذا فراہم کرتا رہے۔ ہماری آنکھیں اس کے سنگین نتائج دیکھ چکی ہیں۔ بہت سے عربی ممالک میں یہ کھیل کھیلا گیا، جو ان میں آپس کی تفریق اور ملکی انتشار کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ ان سفرانے۔ جن میں سے بہت سے اب بھی اپنی جگہوں پر فائز ہیں۔ عربی اور اسلامی اصطلاح میں فرق کر کے ان کے ملکی دوستانہ تعلقات کو ٹھیس پہنچائی۔ انھوں نے خیر سگالی کے معصوم جذبے کے تحت عرب ممالک کی طاقت کو منتشر کیا، لیکن یہ سب کچھ اس وقت ہوا جب انھوں نے اپنے ملک کے کرتا دھرتا لوگوں کو اپنا فلسفہ اچھی طرح سمجھا دیا اور ان پر ان کی عوامی سیاسی کمزوریوں کو واضح کر دیا، اور جب اس ملک کے رہنے والوں نے فرقہ وارانہ رخوں کو سامراجی مصالح کی آڑ سے دیکھ لیا تھا۔ یہ لوگ، عرب ممالک میں اس پرانی قومیت کو۔ جسے گردشِ زمانہ نے صدیوں نظروں سے اوجھل کر دیا تھا۔ اہمیت دے کر زندہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ اسلام سے پہلے عرب کی "قومی کہانیوں" کو یاد دلاتے ہیں۔ ان کی زبان، عقیدہ اور ملک کی ایکتا کو ابھارتے ہیں۔ نصف صدی گزر گئی مگر یہ لوگ مسلسل مصر میں فرعونیت، شام میں فنیقیت اور عراق میں اشوریت کو دوبارہ زندگی دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ "اخوت و ایکتا" کے نام پر گروہی طبقے جاگ اٹھیں۔ آزادی کی قوت سلب ہو اور ہماری ہی زمین پر ہماری قوت، آزادی اور سیاست دم توڑ دے، اور عقیدہ و تاریخ میں انتشار پیدا ہو۔[176]

---

175 خلیل احمد حامدی، مرتب: نظام اسلامی مشاہیر اسلام کی نظر میں (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 1963)، 437۔

176 الدکتور محمد مصطفیٰ السباعی، المستشرقون والاسلام، ترجمہ۔ مولانا سلیمان شمسی ندوی (لاہور: ادارہ اسلامیات، 1982)، 34-36۔

Marfat.com

معاشی و اقتصادی اہداف

اہلِ مغرب خصوصاً اٹلی کے لوگوں کے مشرقی ممالک کے ساتھ قدیم تجارتی تعلقات تھے۔ اہلِ مشرق کے ساتھ اپنے تجارتی تعلقات کو اچھے طریقے سے طے کرنے کے لیے انھوں نے عربی زبان کی تحصیل پر خصوصی توجہ دی۔ یہاں تک کہ 1265ء میں تونس اور اٹلی کے شہر بیزا (پیسا، Pisa) کے تاجروں کے مابین جو تجارتی معاہدہ ہوا، اسے عربی زبان میں لکھا گیا۔ وینس کو مشرق و مغرب کے درمیان ہمزۂ وصل کی حیثیت حاصل تھی۔ یہاں کے لوگ عربی زبان بھی بولتے تھے۔ 1453ء میں سلطان محمد ثانی (سلطان محمد فاتح) نے قسطنطنیہ فتح کیا تو عربی کے ساتھ ساتھ ترکی کو بھی رائج کر لیا۔ اہلِ مشرق کے ساتھ اٹلی کی تجارت کو دیکھ کر فرانس بھی اس طرف متوجہ ہوا۔ فرانسیسیوں نے 1665ء میں مشرقی ممالک کے سروے کے لیے ایک مہم ترتیب دی۔ اس مہم کے ارکان کی اکثریت مختلف شعبوں کے علما و ماہرین پر مشتمل تھی۔ ان لوگوں نے فرانسیسیوں کے لیے ممالک شرقیہ کے خزانوں کا سراغ لگایا، اور مختلف طریقوں سے انھیں حاصل کرنے کی کوشش کی۔[177] بعد میں اس قسم کی کوششوں میں انگلینڈ بھی شامل ہو گیا۔ انگلینڈ کی ایسٹ انڈیا کمپنی نے برصغیر میں جو کردار ادا کیا تھا، وہی کردار دیگر ممالک اسلامیہ میں کئی مغربی کمپنیوں نے انجام دیا۔ جرمنی اور امریکا بھی اس میدان میں کود گئے، اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ انھوں نے ممالکِ اسلامیہ میں پھیلے ہوئے خام مال کے ذخیروں اور دوسری دولت کو مغرب میں منتقل کرنے کے لیے ریلوے لائنیں بچھائیں۔ نپولین (Napoleon Bonaparte، 1769ء-1821ء)[178] نے مصر پر حملہ کیا تو وہ

---

[177] الجبری، الاستشراق وجہ للاستعمار الفکری، 76۔

[178] مشہور فرانسیسی سپہ سالار اور حکمران۔ عرصۂ اقتدار 1804ء-1815ء ہے۔ انقلابِ فرانس کے دوران شہرت حاصل کی۔ تاریخ کے بڑے اور ماہر سپہ سالاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی فوجی مہمات دنیا بھر کے ملٹری اداروں میں مطالعہ کی جاتی ہیں۔ یورپ کے بہت سے علاقے فتح کیے اور وسیع سلطنت قائم کی۔ مذہباً رومن کیتھولک مسیحی تھا، لیکن کیتھولک ممالک میں پروٹسٹنٹس اور یہودیوں کو بھی آزادی دی۔ یہودیوں کو فرانس سے

Marfat.com

اپنے ساتھ علما کا ایک لشکر بھی لایا تھا، تاکہ وہ ممالکِ شرقیہ کی دولت کا کھوج لگائیں اور اس کو اہلِ مغرب کے لیے حاصل کرنے کی تدبیریں سوچیں۔ واسکو ڈے گاما (Vasco da Gama، 1560ء-1524ء)[179] کے ہندوستان کے سفر کے بعد پرتگال کی تجارتی کمپنیاں مشرقی ممالک میں سرگرم عمل ہو گئیں۔[180] ڈاکٹر الجبری نے مشرق کے متعلق مغربی لوگوں کے لوٹ کھسوٹ اور ظلم و ستم کے رویے کے بارے میں سدنی لو(Sidney James Mark Low، 1857ء-1932ء)[181] کے حوالے سے لکھا ہے کہ مغرب کی عیسائی حکومتیں کئی سالوں سے امم شرقیہ کے ساتھ جو سلوک کر رہی ہیں، اس کی بنا پر یہ چوروں کے اس گروہ سے مشابہت رکھتی ہیں، جو پر سکون آبادیوں میں داخل ہوتے، ان کے مزدور مکینوں کو قتل کرتے اور ان کا مال اسباب لوٹ کر لے جاتے ہیں۔ یہ حکومتیں آگے بڑھنے کی تگ و دو میں مصروف اقوام کے حقوق پامال کر رہی ہیں۔ یہ عیسائی قومیں اہلِ مشرق کے ساتھ معاملہ کرنے میں ہر قسم کی خوبیوں سے اس طرح تہی دامن ہو گئی ہیں کہ زمانۂ قدیم کے ظالم ترین لشکروں میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی۔[182]

بہت سے مستشرقین روزی کمانے کے لیے تحریکِ استشراق میں شامل ہو گئے۔ بہت سے فضلا اس کو ایک کامیاب پیشے کے طور پر اختیار کرتے ہیں۔ بہت سے ناشرین اس بنا پر کہ ان کی کتابوں کی، جو مشرقیات و اسلامیات پر لکھی جاتی ہیں، یورپ اور ایشیا میں بڑی منڈی ہے، اس کام کی ہمت افزائی اور سرپرستی کرتے ہیں، اور بڑی سرعت کے ساتھ یورپ اور امریکا میں ان موضوعات پر

نکالنے کی کسی تجویز کو منظور نہ کرنے کا اعلان کیا۔ یہودیوں میں مقبولیت کی بنا پر رشین کیتھولک چرچ کی جانب سے "دشمن خدا" کہا گیا۔

179 مشہور پرتگالی سیاح، جس نے ہندوستان تک پہنچنے کا بحری راستہ معلوم کر کے ایشیا میں طویل نو آبادتی شہنشاہیت کی راہ ہموار کی۔ گاما 20 مئی 1498ء کو ہندوستانی ریاست کیرالہ کے شہر کالی کٹ پہنچا تھا۔

180 الازہری، ضیاء النبی، 6/278-279۔

181 انگریز ادیب، صحافی اور مورخ۔ انگریزی تاریخ و حکومت کے موضوع پر متعدد کتابیں تحریر کیں۔

182 الجبری، الاستشراق وجہ للاستعمار الفکری، 108۔

Marfat.com

کتابیں شائع ہوتی ہیں، جو بہت بڑی مالی منفعت اور کاروبار کی ترقی کا ذریعہ ہیں۔[183] ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کے مطابق اہلِ مغرب نے مسلمانوں کے ساتھ تجارتی معاملات کا سلسلہ شروع کیا؛ مسلمان ملکوں نے ان کی مصنوعات کو قبول کیا، اور انھوں نے مسلمانوں کے قدرتی خام مال کی قیمتیں دینا شروع کیں، جس کی وجہ سے مقامی صنعت و حرفت کے مراکز ختم ہوئے اور ان کی جگہ مغرب کے فولادی کارخانے قائم ہونے لگے۔[184]

علمی و تحقیقی اہداف

تحریکِ استشراق کے علمی مقاصد میں یورپی ورسٹیوں میں علومِ شرقیہ کی تعلیم، دنیا کے طول و عرض میں مدارس کا قیام، مخطوطات جمع کرنا، مختلف کتابوں کی تحقیق، کتابوں کو شائع کرنا، عربی کتابوں کے مختلف زبانوں میں ترجمے کرنا، اور مختلف موضوعات پر کتابیں تالیف کرنا شامل ہیں۔ لیکن ان تمام علمی کاوشوں کے پیچھے خدمتِ علم کے جذبے سے کہیں زیادہ اسلام اور مسلمانوں سے مقابلہ مقصود نظر آتا ہے۔ بلاشبہ مستشرقین میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں، جنھوں نے صرف علم کے حصول اور خدمتِ علم کے جذبے سے اپنی زندگیاں تحقیق کے خارزار میں گزار دیں، انتہائی دماغ سوزی، دیدہ ریزی اور جفاکشی سے کام لیا، جس کی داد نہ دینا اخلاقی کوتاہی اور علمی ناانصافی ہے۔ انھی کی کوششوں سے بہت سے مشرقی و اسلامی علمی جواہرات و نوادر پردۂ خفا سے نکل کر منظرِ عام پر آئے اور جاہل وارثوں اور ظالم کیڑوں کی دست برد سے محفوظ ہو گئے۔ متعدد اعلیٰ اسلامی ماخذ و تاریخی وثائق ہیں، جو ان کی محنت و ہمت سے پہلی مرتبہ شائع ہوئے، اور مشرق کے اہلِ علم نے ان سے اپنی آنکھوں کو روشن کیا۔ اس علمی اعتراف کے باوجود یہ بھی حقیقت ہے کہ مستشرقین نے بالعموم اسلامی علوم کے وسیع مطالعے سے حقیقی فائدہ حاصل نہیں کیا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ نتائج ہمیشہ مقاصد کے تابع ہوتے ہیں، اور مستشرقین کا کام چوں کہ اپنے مخصوص مقاصد کے تحت عام طور پر کمزوریوں کو تلاش کرنا اور ان کو چمکانا ہوتا ہے، اس لیے

---

[183] ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، 257۔

[184] السباعی، المستشرقون والاسلام، 35،34۔

Marfat.com

صفائی کے ایک انسپکٹر کی طرح ان کو گلزار و جنت نشاں شہر میں صرف غیر صحت مند مقامات ہی نظر آتے ہیں۔[185]

استشراق اور مستشرقین کے تعارف اور تاریخ و اہداف سے متعلق اوپر کی بحث کا حاصل یہ ہے کہ استشراق ایک تحریک ہے، جو مشرقی اقوام خصوصاً ملتِ اسلامیہ کے مذاہب، زبانوں، تہذیب و تمدن، تاریخ و ادب، انسانی قدروں، ملی خصوصیات، وسائلِ حیات اور امکانات کا مطالعہ کرتی ہے۔ اس تحریک سے وابستہ لوگ مستشرقین کہے جاتے ہیں۔ استشراق اور مستشرقین کے مشرقی و اسلامی مطالعات اس دعوے کے ساتھ سامنے آتے ہیں کہ ان میں تحقیق کا معروضی انداز اختیار کیا جاتا ہے؛ کسی قسم کی جانب داری کا رویہ اختیار نہیں کیا جاتا۔ لیکن تحقیق سے مستشرقین کے اس دعوے کی صداقت ثابت نہیں ہوتی؛ ان کے مطالعات موضوعی اور اسلام کے خلاف جانب داری کا پہلو لیے ہوئے نظر آتے ہیں۔ واضح محسوس ہوتا ہے کہ تحریکِ استشراق اپنے زیرِ نظر مطالعات معروضی تحقیق کے لبادے میں اس غرض سے کر رہی ہے کہ مغرب متعلقہ اقوام کو اپنی ذہنی غلام بنا کر ان پر اپنا مذہب اور اپنی تہذیب مسلط کرے اور ان پر سیاسی و تہذیبی غلبہ حاصل کر کے انھیں مغلوب رکھے اور ان کے وسائلِ حیات کا استحصال کرے۔ مستشرقین اپنے مخصوص ذہنی پس منظر کی بنا پر بالعموم اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے خلاف بغض و عناد اور نفرت و عداوت سے مملو جذبات کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اکثر و بیشتر یہود و نصاریٰ ہیں، جو شروع ہی سے اسلام اور مسلم دشمن رہے تھے۔ صلیبی جنگوں کی شدید ترین اور غیر مختتم تلخیوں نے اس موروثی و ازلی اسلام دشمنی کو بامِ عروج پر پہنچا دیا۔ ابتدا میں تو یہ دشمنی گالیوں اور یاوہ گوئیوں کا سا انداز لیے ہوئے تھی، جیسا کہ کامیاب دشمن کے مقابلے میں ناکام دشمن کا عام وتیرہ ہوتا ہے۔ لیکن بعد میں، جب اہلِ مغرب کو سیاسی و مادی غلبہ حاصل ہوا، تو یہ اسلام دشمنی ایک باقاعدہ علم و فن اور سائنس کی شکل اختیار کر گئی۔ علمی تحقیق کے نام پر اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ پر کیچڑ اچھالنے کا بیڑا اٹھا لیا گیا۔ مستشرقین کی علمی و تحقیقی سرگرمیوں کی مغربی حکومتوں کی جانب سے باقاعدہ پشت پناہی کی گئی۔ مختلف مذہبی و دینی، سیاسی و استعماری، معاشی و

---

[185] ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، 136۔

Marfat.com

اقتصادی اور علمی و تحقیقی اغراض و اہداف کی خاطر مسلسل سامنے آ رہے استشراقی اسلامی مطالعات میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مغرب کے مفادات کی آب یاری کی کوششیں واضح دکھائی دیتی ہیں۔

Marfat.com

استشراقی فکر و مطالعاتِ اسلام اور ان کی نوعیت

Marfat.com

Marfat.com

گذشتہ بحث سے یہ حقیقت عیاں ہو رہی ہے کہ مستشرقین کے ہاں اسلام کے حوالے سے تعصب اور عدمِ معروضیت کا رویہ پایا جاتا ہے۔ چناں چہ وہ اپنے اسلامی مطالعات میں موضوعی اندازِ فکر و نظر کے حامل رہے ہیں۔[1] وہ اپنے مخصوص مقاصد کے لیے اسلام کی غیر حقیقی اور مسخ شدہ تصویر پیش کرتے رہے ہیں۔ ان کی کوشش یہ رہی ہے کہ اسلام کو لوگوں کے سامنے اس انداز سے پیش کیا جائے کہ وہ ان کو کوئی غیر معمولی اور خاص وقعت کی چیز محسوس نہ ہو بلکہ اس کے برعکس انسانی ترقی و تمدن کی راہ میں مزاحم دکھائی دے۔ اس سلسلے میں وہ کئی جہتوں میں کام کرتے اور مختلف نتائج سامنے لاتے ہیں۔ عالمِ اسلام کے تناظر میں دیکھیں تو ان کی کوششوں کا اہم مقصود مسلمانوں کو اپنے دین سے متعلق متشکک و متردد بنانا، اسلامی اقدار و تہذیب کو مغربی اقدار و تہذیب کے

---

[1] اس میں شبہ نہیں کہ مستشرقین کی جانب سے یہ دعویٰ تکرار کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ ان کے مطالعات معروضی ہوتے ہیں، لیکن اس دعوے کو جزوی اور استثنائی مثالوں کی حد تک ہی درست قرار دیا جا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے متعلق مستشرقین کے مطالعات میں غیر معروضیت نہ چاہتے ہوئے بھی آ جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ذہنوں میں اسلام مخالف سوچ بہت گہری اور گہرے تاریخی عوامل کا شاخسانہ ہے، جس پر گذشتہ صفحات میں قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ علامہ اسد نے مغربی اہلِ قلم کے ذہنوں میں موجود اس گہری اسلام دشمنی اور اس کے نتائج کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک مغربی گو ہندو مت اور بدھ مت کو قبول نہ کرے، لیکن ان مذاہب پر غور کرتے وقت وہ ایک متوازن اور معتدل ذہنی کیفیت برقرار رکھ سکتا ہے، اس کے برعکس اسلام کی طرف متوجہ ہوتے ہی اس کی ذہنی کیفیت بدل جاتی ہے، اس میں جذبۂ عصبیت داخل ہو جاتا ہے۔ ایک قلیل استثنا کے ساتھ بڑے بڑے مستشرقین بھی اپنی اسلام سے متعلق تحریرات میں غیر سائنٹفک رویے اور غیر جانب دارانہ طرزِ عمل کے حامل دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان کی تحقیقات سے ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے اسلام ایک ملزم ہے جو کسی جج کے روبرو کھڑا ہے۔ بعض مستشرقین سرکاری وکیل کا فرض انجام دیتے ہیں، جو ملزم سے اقبالِ جرم کرانے پر مصر رہتا ہے۔ بعض دوسرے وکیل صفائی کا فرض انجام دیتے ہیں، ان کے نزدیک ملزم مجرم تو ضرور ہے، لیکن مخصوص حالات میں اسے کچھ رعایت دینی چاہیے۔ ملاحظہ کیجیے:

Muhammad Asad, *Islam at the Cross Roads* (Lahore: Arafāt Publications, 1955), 63-64.

Marfat.com

مقابلہ میں کم تر ثابت کرنا اور انھیں یہ باور کرانا ہے کہ وہ مغربی تہذیب و اقدار سے بیگانہ اور روایتی اسلام، جس میں دقیانوسیت اور بہت سے نقائص ہیں، سے چمٹے رہ کر دنیا میں ترقی و عروج حاصل نہیں کر سکتے۔ ان سطور میں ہمارے پیش نگاہ مستشرقین کی مذکورہ تناظر میں کی گئی کاوشوں کا مطالعہ ہے۔

استشراقی کام کی مختلف جہات

اسلامی تناظر میں مختلف الجہات استشراقی کاوشوں کے حوالے سے جو اہم ترین نکات سامنے آتے ہیں، ان کے مطابق مستشرقین اسلام کے بارے میں ایسا مواد فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جو اہلِ اسلام میں روایتی اسلامی عقائد و تصورات سے متعلق شکوک و شبہات اور بے زاری و نفرت پیدا کرے؛ اسلامی تہذیب و تاریخ کی تحقیر کرتے، تجدد کی طرف بلاتے اور جدید مغربی فکر و تہذیب اپنانے کو مسلمانوں کی ترقی و کامیابی کا واحد اور لابدی ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ اگلی سطور میں مستشرقین کی ان کاوشوں کو قدرے تفصیل سے بیان کیا جا رہا ہے۔

اساسی اسلامی عقائد و تصورات پر نقد

استشراقی و مغربی اہلِ قلم اسلام کے اساسی عقائد و تصورات کو جدید افکار و نظریات کے تناظر میں اس طرح سے ہدف تنقید بناتے اور ایسے نتائج سامنے لاتے ہیں کہ سطحی دینی علم کے حامل مسلمان ان عقائد و تصورات سے متعلق طرح طرح کے شکوک و شبہات اور تحفظات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس ضمن میں ان کے نتائج کی نوعیت کو واضح کرنے کے لیے ہم چند اساسی اسلامی تصورات سے متعلق ان کے خیالات کا ایک مختصر خاکہ پیش کرتے ہیں:

وحیِ الٰہی

اساسی اسلامی عقائد و تصورات پر استشراقی نقد سے متعلق آگہی کے حوالے سے سب سے پہلے ہم وحیِ الٰہی کو لیتے ہیں۔ اس ضمن میں مغربی اہلِ قلم کے افکار کی دو بڑی اور پھر ان دو کی متعدد ذیلی جہتیں سامنے آتی ہیں۔ دو بڑی جہتوں میں سے ایک وحی کی ضرورت و اہمیت، اس کے ذریعۂ علم اور کلامِ خدا ہونے کی نوعیت، پیغمبر پر اس کے القا و الہام کی حقیقت اور دوسری حضرت محمد ﷺ پر وحی کی نوعیت اور آپ ﷺ کے دعوائے وحی و نبوت کی حقیقت۔ موخر الذکر

Marfat.com

جہت میں مغربی اہل قلم کے جو خیالات سامنے آتے رہے، اور اب تک مختلف انداز سے آرہے ہیں کچھ اس طرح کے ہیں:

محمد[ﷺ] نے ایک کبوتر کو سدھار کھا تھا جو ان کے کان سے دانے چگا کرتا تھا؛ اس سے ان کو یہ وہم ہوتا کہ ان پر وحی نازل ہو رہی ہے اور فرشتہ ان سے باتیں کر رہا ہے۔[2] آپ[ﷺ] مرگی کے مریض تھے، یہ ایسی حقیقت ہے جس پر سارے اہل تحقیق کا اتفاق ہے۔ گستاو ویل (Gustav Weil، 1808-1889)[3] کے الفاظ میں:

> Both Eastern and Western research alike point to the fact that Mohamed was subject to epileptic fits.[4]
>
> مشرق و مغرب کی تمام محققین اس نکتے پر متفق ہیں کہ محمد[ﷺ] کو مرگی کے دورے پڑتے تھے۔

ولیم میور کے مطابق بعض اوقات آپ[ﷺ] کی بے قراری وجد یا کشف کی شکل اختیار کر لیتی تھی۔ ہمیں اس سے متعلق کچھ زیادہ معلومات نہیں ہیں، تاہم کچھ عیسائی مصنفین نے ان کیفیات کو مرگی کے دورے قرار دیتے ہوئے ان کا تعلق آپ کے بچپن میں ظاہر ہونے والی علامات سے جوڑا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی زندگی کے آخری حصے میں بھی نزولِ وحی سے قبل آپ پر اس قسم کی غشی اور بیداری کے سپنے کی کیفیت طاری ہوتی تھی۔ اسلامی روایات میں حضور ﷺ کے چہرے

[2]Thomas Carlyle, *Heroes and Hero Worship* (Philadelphia: Henry Altemus, ND), 61.

[3]جرمن مستشرق۔ "History of Islamic peoples" تحریر کی۔ الف لیلہ کا پہلا جرمن ترجمہ پیش کیا۔

[4]Gustav Weil, *History of Islamic peoples,* trans. Khudā Bakhsh (Calcutta: University of Calcutta press, 1914),5 .

Marfat.com

کے متغیر ہونے، آپ کی پیشانی سے پسینے کے قطرے ٹپکنے اور عالمِ مدہوشی میں زمین پر گر پڑنے کا ذکر موجود ہے۔[5]

منٹگمری واٹ کے خیال میں آپ ﷺ کی وحی دراصل اپنے زمانے کے دگرگوں حالات کو سنوارنے کے لیے آپ کی مخلصانہ تڑپ تھی۔ آپ ﷺ یقیناً اخلاص سے یہ سمجھتے تھے کہ آپ پر اللہ کی طرف سے بذریعہ فرشتہ وحی نازل ہو رہی ہے، لیکن فی الواقع یہ آپ کے اندر اصلاح کی تڑپ کے نتائج تھے۔ محمد ﷺ کو مخلص سمجھنا اس امر کو مستلزم نہیں کے آپ اپنے عقائد میں درست راہ پر تھے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی مخلص ہو بایں ہمہ وہ غلط راستے پر ہو۔ ممکن ہے آدمی بعض خیالات کو خارج سے آتا ہوا محسوس کرے، لیکن در حقیقت وہ اس کے اپنے ہی لاشعور سے ابھرے ہوں۔ واٹ کے الفاظ ہیں:

> To say that Muhammad was sincere does not imply that he was correct in his beliefs. A man may be sincere but mistaken...What seems to man to come from outside himself, may actually come from his unconscious.[6]

> یہ کہنا کہ محمد [ﷺ] مخلص تھے، یہ معنی نہیں رکھتا کہ آپ اپنے عقائد میں صحیح بھی تھے۔ آدمی مخلص ہونے کے باوجود غلطی پر ہو سکتا ہے۔۔۔ جو چیز آدمی کو خارج سے آتی ہوئی محسوس ہو، وہ فی الواقع اس کے اپنے لاشعور کی آواز بھی ہو سکتی ہے۔

---

[5]Sir William Muir, *Mahomet and Islam: A sketch of the Prophets life from original sources and a brief outline of his religion* (London: The religious Tract Society, 1887), 33-35.

[6]W. Montgomery Watt, *Muhammad: Prophet and Statesman* (London: Oxford University Press, 1961), 17.

Marfat.com

اول الذکر جہت کے حوالے سے مستشرقین کا خیال ہے کہ محمد ﷺ ہی کیا فی الحقیقت سارے انبیا کی وحی کی نوعیت داخلی ہے نہ کہ خارجی۔ یہودیت، عیسائیت، اسلام سب مذاہب اجتماعی لاشعور سے ابھرے ہیں؛ اپنے اپنے زمانے کے حالات کا فطری ردِ عمل ہیں۔[7] عیسائیوں کا صدیوں سے یہ اعتقاد رہا ہے کہ بائبل خدا کے الفاظ ہیں بعینہٖ مسلمان قرآن کو خدا کے الفاظ یقین کرتے ہیں۔ تاہم عیسائیوں کے نزدیک مطلب یہ نہیں کہ اللہ نے فرشتے کے ذریعے خارج سے اپنے الفاظ مصنفینِ کتبِ مقدسہ تک پہنچائے، بلکہ مصنفینِ کتبِ مقدسہ اس طور سے انسپائر کیے گئے کہ جو الفاظ انھوں نے لکھے وہ ایک لحاظ سے خدا ہی کے الفاظ تھے۔[8] وحی خدا کا وہ کلام ہے، جو انسان اپنے انداز سے پیش کرتے ہیں:

> The Bible is God's word in the sense that it presents to us divine truth in human form, divine truth in earthen vessels. Rightly understood, this very humanity of the Bible is a proof of its divinity.[9]
>
> بائبل ان معانی میں الفاظِ خداوندی ہے کہ یہ الہامی حقائق کو انسانی انداز میں پیش کرتی ہے؛ خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی سچائی کو زمینی ظروف میں سامنے لاتی ہے۔ سچ ہے کہ بائبل کا انسانی ہونا ہی اس کے الہامی ہونے کا ثبوت ہے۔

وحی کی صورت جب انسانی ہے اور انسان ہی خدا کی طرف سے ملنے والے مفہوم کو پیش کرنے والا ہے، اور عام آدمیوں کے پاس وحیِ خداوندی آدمیوں ہی کے ذریعے پہنچتی ہے، تو اس میں غلطی کا صدور بھی ممکن ہے۔ اگر بالفرض مان ہی لیا جائے کہ وحی براہِ راست خدا ہی کی طرف سے آتی ہے

---

[7] W. Montgomery Watt, *Islamic Revelation in the Modern World* (Great Britain: Edinburgh University Press, 1969), 109-110.

[8] Watt, *Islamic Revelation, 5-6.*

[9] Erick W.Bethman, *Steps toward understanding Islam,* (Washington, D.C: American Friends of Middle East, 1996), 6.

Marfat.com

تو بھی پیغمبر کو اس کی تعبیر میں غلطی نہ لگنے کی کیا ضمانت ہے؟ حضرت ابراہیم کو خواب میں اپنے بیٹے کو بھیڑ کی مانند ذبح کرنے کا حکم تعبیر کی ایسی ہی غلطی کی قبیل سے ہے۔ ایسی صورت میں بندہ انتہائی درجے کے غلط کام کا خطرہ مول لیتا ہے۔[10]

معجزات و خوارق

معجزات کے حوالے سے استشراقی و مغربی اہلِ قلم کی جانب سے یہ دعاوی سامنے آئے کہ قرآن میں معجزے کا کہیں ذکر نہیں۔ محمد [ﷺ] نے کبھی معجزہ دکھانے کا دعویٰ نہیں کیا؛ آپ اور دیگر انبیا کی طرف منسوب معجزات، جو قرآن میں مذکور بتائے جاتے ہیں، غلط اور بے بنیاد ہیں۔ لفظ معجزہ قرآن میں کہیں وارد نہیں ہوا، جس کے معنی یہ ہیں کہ معجزات کا محمد [ﷺ] سے کوئی تعلق نہیں۔ زور در حقیقت ان کی نشانیوں یعنی قرآنی آیات پر دیا گیا ہے، یہاں تک کہ بعد کے لٹریچر میں بھی محمد [ﷺ] کے بڑے معجزے کے طور پر قرآن ہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ پیغمبروں اور محمد [ﷺ] کے معجزات کا ذکر حدیث اور سیرت میں ملتا ہے، تاہم قدیم عقیدے کی حیثیت سے معجزے کی اصطلاح یہاں بھی ناپید ہے۔ فقہِ اکبر میں پیغمبروں کی آیات اور بزرگوں کی کرامات مذکور ہیں۔ معجزے کا ذکر ابو حفص عمر النسفی (1067ء-1142ء)[11] کی

[10] Immanuel Kant, *Religion within the limits of reason alone*, trans. T.M Green and H. H Hudson (New York: Harper & Row,1960),175.

[11] سمرقند اور Transoxiana یا Transoxania، جسے عربی مصادر میں ماوراء النہر کہا گیا ہے سے تعلق رکھنے والے مشہور مسلم سنی ماتریدی متکلم اور مفسر و محدث۔ سو کے قریب کتابوں کے مصنف تھے۔ "العقیدة النسفیة"، "القندفی ذکر علماء سمرقند" اور "التیسیر فی التفسیر" وغیرہ مشہور کتابیں ہیں۔ "العقیدة النسفیة" کی سعد الدین تفتازانی (1322ء-1390ء) کی شرح، "شرح العقائد النسفیة" کو بھی بہت شہرت حاصل ہوئی۔

Marfat.com

تعلیمات میں ملتا ہے۔[12] محمد[ﷺ] کے معجزات دراصل ان کے پیروکاروں کی خوش عقیدگی کا نتیجہ ہیں، جو انھوں نے بعد کے زمانوں میں، اپنے پیغمبر کی شان کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کی غرض سے گھڑ کے آپ[ﷺ] کی جانب منسوب کر دیے۔ شق القمر، آپ[ﷺ] کی انگلیوں سے پانی جاری ہونے، پتھروں کے آپ[ﷺ] کو سلام کرنے، درختوں کے آپ[ﷺ] کے پاس چل کر آنے وغیرہ ایسے معجزات ایسی ہی خوش عقیدگی سے عبارت ہیں۔[13]

نشاۃِ ثانیہ کے دور میں مغرب میں یہ تصور پختہ ہو گیا کہ یہ کائنات معلوم و معروف قوانینِ فطرت کے تحت کام کرتی ہے؛ جو تصور ان قوانین سے انحراف کا پہلو لیے ہوئے ہو، قابلِ رد ہونے کے ساتھ ساتھ جہالت و وہم پرستی کی علامت ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جن واقعات کے اسباب معلوم نہ ہوتے تھے، جاہل اور غیر تعلیم یافتہ لوگ انھیں مابعد الطبیعاتی عناصر کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔[14] پرانے زمانے میں ان پڑھ لوگ معجزاتی کہانیوں سے لطف اندوز ہوا کرتے تھے؛ عجیب و غریب واقعات ذکر و روایت ہوتے تھے۔ جب علم نے ترقی کی، لوگ پڑھ لکھ گئے، تو علت و معلول کی کنہ معلوم ہو گئی اور معجزاتی کہانیوں کا زمانہ جاتا رہا؛ تاریخ اور علمی کتابیں ان عناصر سے پاک ہو گئیں۔ ہاں پرانے خیالات کے حامل لوگوں میں - جہاں حقائق کا علم صحیح یا قابلِ حصول نہیں -

---

[12] Professor Dr. Bashīr Ahmed Ṣiddīqī, *Modern Trends in Tafsīr Literature- Miracles* (Lahore: Faculty of Islamic and Oriental Learning, University of the Punjab, 1988), 8. cf. Shorter Encyclopedia of Islam, article; " Muʻjiza "

[13] William Muir, *The Mohammedan Controversy: Biographies of Mohammed; Springer on tradition; the Indian Liturgy* (Edinburgh: T& Clark, 1897), 71.

[14] Longmans, Green and Co, Published by; Supernatural religion: An Inquiry into the Reality of Devine Revelation (London: Longmans, 1874), II/480.

Marfat.com

البتہ آج بھی اس نوع کے غیر معمولی واقعات اور کہانیوں کے وقوع کا تذکرہ ہوتا رہتا ہے۔[15] ڈیوڈ ہیوم(David Hume، 1711ء-1776ء)[16] نے معجزات کے خلاف دلائل دیتے ہوئے لکھا کہ تصورِ معجزات کا جاہل اور غیر متمدن لوگوں کے یہاں پایا جانا اس تصور کے غلط ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔[17] معجزے کو قوانینِ فطرت سے انحراف قرار دیتے اور اس کے اندر سے اس کے خلاف دلیل لاتے ہوئے ہیوم نے لکھا:

> A miracle is a violation of the laws of nature and as a firm and unalterable experience has established these laws, the proof against a miracle from the very nature of the fact, is as entire as any argument from experience can possibly be imagined.[18]

---

[15] Crolier Incorporated, Published by; *The Encyclopedia Americana* (U.S. A: Crolier, 1984), 19/217.

[16] سکاٹش فلسفی اور مورخ۔ تجربیت یا حواس کے ادراک پر مبنی علم(Empiricism)، تشکیک پسندی (Skepticism) اور فطرت و مادہ پرستی(Naturalism) کے جدید فلسفیانہ افکار کے حوالے سے معروف ہے۔اس کی کتاب "A Treatise of Human Nature: Being an Attempt to Introduce the experimental Method of Reasoning into Moral Subjects" تاریخ فلسفہ کی اہم ترین کتابوں میں شمار کی گئی ہے۔اس کتاب کی نظر ثانی شدہ صورت "An Enquiry Concerning the Human Understanding" کے عنوان سے شائع ہوئی۔ معجزات کے امکان و وقوع کی تردید کے حوالے سے ہیوم کا کام مغرب میں بنیادی اہمیت کا حامل سمجھا گیا ہے؛اس موضوع سے متعلق لکھنے والے بعد کے بہت سے مغربی و مشرقی مصنفین پر اس کے گہرے اثرات ہیں۔

[17] David Hume, An *Enquiry Concerning the human understanding*, ed. L.A. Selly Bigge (Oxford :Clarendon press,1893),115.

[18] Hume, An *Enquiry Concerning the human understanding, 114.*

Marfat.com

معجزہ قوانینِ فطرت سے انحراف کا نام ہے۔ اور یہ قوانین چوں کہ مستحکم اور اٹل تجربے سے ثابت ہیں۔ اس لیے معجزہ خود اپنے خلاف اتنا زبردست ثبوت ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی تجربی ثبوت قابلِ تصور نہیں۔

ہیوم واضح کرتا ہے کہ متواتر و مستمر تجربہ ایک قطعی اور ناقابلِ تردید دلیل ہے، معجزہ اس کی مخالفت کرتا ہے۔ معجزے کو اس وقت تک نہیں مانا جا سکتا، جب تک اس کے خلاف متوتر و مستمر تجربے سے بڑھ کر شہادت میسر نہ آ جائے، اور ایسا ممکن نہیں، کیوں کہ انسانی شہادت کی کوئی کیت بھی متواتر و مستمر تجربے سے زیادہ یقین پیدا کرنے والی نہیں ہو سکتی۔ مثلاً کسی معتبر سے معتبر آدمی کی یہ شہادت کہ اس نے مردے کو زندہ ہوتے دیکھا، کبھی ہزاروں لاکھوں لوگوں کے اس مسلسل تجربے اور مشاہدے کے مقابل قابلِ تسلیم نہیں ہو سکتی کہ مردہ زندہ نہیں ہو سکتا۔ ہزاروں لاکھوں لوگوں کے مسلسل تجربے و مشاہدے کو جھٹلانے کی بجائے یہ کیوں نہ مان لیا جائے کہ اس کی مخالفت کرنے والا دھوکہ دینا چاہتا ہے یا خود دھوکا کھا گیا ہے![19] کانٹ نے معجزات کی مختلف قسموں Devilish, Angelic, Theistic کا تذکرہ کرتے ہوئے ہر قسم کے معجزات کو قوانینِ فطرت سے انحراف قرار دیا۔ اس کے خیال میں عقل کو اس سے بحث نہیں کہ معجزات لازماً ناممکن الوقوع ہیں، لیکن عقل انھیں کسی طور قابلِ قبول قرار نہیں دے سکتی۔[20] معجزات کے خلاف دلائل میں مغربی اہلِ فکر کی جانب سے یہ بھی کہا گیا کہ ہمیں اس حقیقت کو دو اور دو چار کی طرح تسلیم کر لینا چاہیے کہ معجزہ کبھی واقع نہیں ہو سکتا۔[21] معجزات سائنسی نقطہ نظر سے اس درجہ غلط ہیں کہ عام آدمی کو بھی ذرا سے غور و تامل سے انھیں مسترد کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آ سکتی۔[22]

---

[19] Hume, An *Enquiry Concerning the human understanding*, 114–127.

[20] Kant, *Religion within the limits of reason alone*, 48, 81.

[21] John Stewart Lawton, *Miracles and Revelation* (London: Lutterworth press, 1959), 84.

[22] Lawton, *Miracles and Revelation, 100–101.*

Marfat.com

مغرب میں معجزات و خوارق کو مسترد کرنے کا رجحان اس قدر غالب آیا کہ بائبل اور عیسائیت۔ جن کا یہ جزو لاینفک ہیں[23]۔ کو بھی ان سے پاک باور کرانے کی کوششیں شروع کر دی گئیں۔ یہ ثابت کرنے کی سعی کی گئی کہ مسیح علیہ السلام کی تعلیم تو فقط اخلاقیات سے متعلق تھی؛ اس میں معجزات کو کوئی دخل نہ تھا؛ بائبل میں معجزات اصلاً مذکور نہ تھے؛ یہ اس میں بعد کے ادوار میں

[23] بائبل اور عیسائیت کے ساتھ معجزات کے تلازم کا اندازہ اس سے لگایے کہ خود مغربی اہل قلم کے اقرار کے مطابق ان سے معجزات کو الگ کرنا انھیں جھوٹ اور ناقابلِ اعتبار ٹھہراتا ہے:

If miracles be incredible, Christianity is false. If Christ wrought no miracles, the Gospels are untrustworthy, if Resurrection be merely a spiritual idea, or a mythicized hallucination, then our religion has been founded on an error. (Longman, *Supernatural Religon,* I/ 10)

اگر معجزات ناقابلِ اعتماد ہیں تو عیسائیت محض جھوٹ ہے۔ اگر مسیح کے پاس معجزات نہ تھے، تو اناجیل کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔ اگر احیاے مسیح صرف ایک روحانی تصور یا وہم و افسانہ ہے، تو ہمارے مذہب کی بنیاد ہی غلط ہے۔

...if it was the will of God to give a revelation, there are plain and obvious reasons for asserting that miracles are necessary as the guarantee and voucher for that revelation.(J.B. Mozely, *Eight lectures On Miracles*(London: Rivingtons, 1867), 6f.)

...اگر عطاے وحی خدا کا منشا تھا تو اس دعوے کے واضح اور کھلے اسباب موجود ہیں کہ اس وحی کی ضمانت و تصدیق کے لیے معجزات ناگزیر ہیں۔

Marfat.com

در آئے۔[24] اگر کوئی ہیں تو، انبیاے بائبل کے معجزات جادو و سحر سے عبارت ہیں۔[25] بائبل کے معجزاتی عناصر کے حوالے سے یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ ان کی تعبیر غلط کی جاتی رہی ہے۔ بائبل کے تمام بیانات جدید سائنسی تصورات سے ہم آہنگ ثابت کیے جاسکتے ہیں۔ ان میں جو باتیں عقل اور مشاہدے کے خلاف نظر آتی ہیں وہ دراصل الہامی متن کی غلط تشریحات ہیں۔[26] بائبل کے معجزات کو افسانوں سے پاک کرنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً احیاے مسیح سے متعلق معجزات کو یوں سمجھا جانا چاہیے کہ احیاے مسیح مرنے کے بعد جسمانی احیا نہ تھا بلکہ اس کی نوعیت روحانی تھی۔ یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسانی مسیح صلیب دیے جانے کے بعد فوت ہوگئے، لیکن خدائی مسیح لوگوں کے عقیدے اور تبلیغ میں زندہ رہ کر امر ہوگئے:

> ...the miracles of Jesus' resurrection was to be understood not as an actual physical resurrection from the dead, but as the human Jesus having died in the expected manner as a result of crucifixion, but the divine Jesus having 'risen again' in the preaching (Kerugma) and faith of the community, so that he can be said to live on.[27]

---

[24] Longman, Supernatural Religon, 2/486.

[25] Longman, Supernatural Religon, 1/117,325.

[26] John H. Pratt, *Scripture and Science not at variance* (London: Hatchards, 1856), 8,11,17,95.

[27] Kockuvon Stuckrad, ed; *The Brill Dictionary of Religion* (Leiden: Brill, 2006), 3/1232.

Marfat.com

قرآن اور اس کی حیثیت

قرآن سے متعلق بحث و گفت گو کرتے ہوئے مستشرقین نے موقف اختیار کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نہیں بلکہ حضرت محمد[ﷺ] کا کلام ہے، جسے انھوں نے دیگر لوگوں کی مدد و معاونت سے مرتب و مدون کیا، جیسا کہ آپ[ﷺ] کے ہم وطنوں نے آپ[ﷺ] پر اپنے اعتراضات میں قرار دیا تھا۔ جارج سیل (George Sale، 1697ء-1736ء)[28] کے الفاظ ہیں :

> Muhammad was really the author and chief contriver of the Koran is beyond dispute, though it be highly probable that he had no small assistance in his design from others, as his countryman failed not to object to him.[29]
>
> یہ بات شک و شبے سے بالاتر ہے کہ قرآن کے مصنف اور بڑے منصوبہ ساز محمد[ﷺ] تھے، اگرچہ امکانِ غالب یہ ہے کہ انھیں اس کی ترکیب و ترتیب میں دیگر افراد سے غیر معمولی مدد حاصل رہی تھی، جیسا کہ ان کے ہم وطن ان پر اس اعتراض میں چوکے نہیں۔

بہ الفاظِ دیگر مستشرقین کے خیال میں کہا جا سکتا ہے کہ آپ[ﷺ] کی وحی و الہام کا منبع وہ افراد تھے، جن سے رابطوں کی نشان دہی آپ[ﷺ] کے مخالفین نے آپ[ﷺ] کی زندگی میں کی تھی۔[30] آپ[ﷺ] نے کچھ ایسے لوگ متعین کر رکھے تھے جو آپ[ﷺ] کو معلومات

---

[28] برطانوی مستشرق۔ شہرت کا خصوصی حوالہ 1734ء میں شائع ہونے والا پہلا انگریزی ترجمۂ قرآن ہے۔

[29] George Sale, *The Koran: Commonly Callaed the Alkoran of Muhammad* (London &New York: F. Warne, 1890), 50.

[30] Watt, *Muhammad: Prophet and statesman*, 40.

Marfat.com

بہم پہنچاتے تھے۔[31] مزید بر آں محمد [ﷺ] نے قرآن کا مواد یہودی و عیسائی مصادر سے اخذ کیا۔ یہودیوں کی تالمود ان کا بہ طورِ خاص ماخذ رہی۔ جنوبی شام کے قصے کہانیوں اور عیسائی روایات سے بھی مدد لی گئی۔ اہلِ مکہ قرآن کو قصے کہانیوں کا مجموعہ اور صاحبِ قرآن کو شاعر کہتے تھے۔[32] غیر مستند انجیلوں اور یہودیوں عیسائیوں میں مروج روایات کو بائبل کے بیانات کے برعکس قرآن میں حقائق کی شکل میں پیش کر کے یہ دعویٰ کر دیا گیا کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے صحفِ سماوی میں تحریف کر دی تھی۔[33] انسائیکلوپیڈیا آف ریلجین اینڈ ایتھکس کے مقالہ نگار نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن کی بعض آیات بائبل کے محض اقتباسات ہیں۔ وہ بعض آیاتِ قرآنی کا بائبل کے بعض بیانات سے تقابل کرنے کے بعد لکھتا ہے:

> These are probably the only actual quotations, reproduction of matter or of phrases occurring in the OT, the NT, the Talmud, or the NT Apocryphal is found throughout the Quran, and this is at times sufficiently close to render the term 'quotation' not inappropriate.[34]
>
> یہ غالباً صرف اقتباسات ہیں ۔ سارے کے سارے قرآن میں عہد نامہ قدیم، عہد نامہ جدید، تالمود یا غیر مستند انجیلوں میں بیان ہونے والے بیانات

[31]Richard Bell, *The Origin of Islam in Its Christian* Environment (London: Macmillan, 1926), 110-112.

[32]J. M. Rodwell, *The Koran* (London: Dent, 1909), 14-45.

[33]Sale, *The Koran, 49.*

[34]James Hastings, ed. *Encyclopaedia of Religion and Ethics* (New York: Charles Scribner's Sons,1930), X/540.

Marfat.com

کی محض نقل و تکرار ملتی ہے۔ اس لیے ان کے لیے کوٹیشن کی اصطلاح غیر مناسب نہیں۔

منٹگمری واٹ نے قرآن کو بائبل اور یہود و نصاریٰ کے نظریات پر مبنی بتاتے ہوئے لکھا کہ قرآن کے ابتدائی بیانات میں خدا، توحید، وحی اور آخرت وغیرہ ایسے تصورات یہود و نصاریٰ کے سے ہیں اور بعد کے بیانات میں تو بائبل کی روایات پر انحصار اور بھی نمایاں ہے؛ یہ بیانات اکثر و بیشتر عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید کے مواد پر مشتمل ہیں۔[35] جہاں تک محمد [ﷺ] کے یہود و نصاریٰ سے اخذ و استفادے کے مواقع و امکانات کا سوال ہے تو اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ کئی طرح کے مواقع اور امکانات تھے۔ ہو سکتا ہے محمد [ﷺ] یہودیوں اور عیسائیوں سے ملے ہوں اور مذہبی امور پر ان سے گفت گو کی ہو۔ شام کی سرحد کے ساتھ کئی مسیحی عرب آباد تھے۔ ممکن ہے مسیحی عرب یا یمن کے حبشی تجارت کی غرض سے یا غلام بن کر مکے آئے ہوں۔ کچھ بدو قبائل اور ان کی بعض شاخیں بھی عیسائی تھیں۔ یہ عیسائی مکے کے تجارتی میلوں میں شرکت کیا کرتے ہوں گے۔ مدینے اور بعض دیگر مقامات پر بھی یہود کے بعض اہم قبائل مقیم تھے۔ لہٰذا ایسے عناصر سے گفت و شنید کے مواقع اور امکانات موجود تھے۔ خدیجہ (555ء یا 567ء-620ء)[36] کے عیسائی چچا زاد ورقہ (م610ء)[37] سے محمد [ﷺ] کی ملاقات تو ایک تاریخی

[35] Watt, *Muhammad: Prophet and statesman*, 39.

[36] ام المومنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا۔ مکے کی نیک دل اور صاحبِ ثروت خاتون تھیں۔ زمانۂ جاہلیت میں آپ کے ایک سے زیادہ نکاح ہوئے تھے۔ چالیس سال کی عمر میں آپ بیوگی کی زندگی گزار رہی تھیں۔ تجارت میں معروف تھیں؛ مختلف لوگ ان کا مالِ تجارت لے کر دوسرے ملکوں کے سفر کرتے۔ حضور ﷺ کو بھی آپ کا مالِ تجارت لے کر جانے کا اتفاق ہوا، تو حضرت خدیجہ نے اپنے غلام کو ساتھ بھیج دیا۔ غلام نے واپس آکر حضور ﷺ کی شرافت و نجابت اور تدبر و فراست کا آنکھوں دیکھا حال سنایا، تو حضرت خدیجہ بہت متاثر ہوئیں؛ اور آپ ﷺ کو شادی کا پیغام بھجوایا، جسے حضور ﷺ نے قبول فرمالیا۔ چالیس سالہ خدیجہ سے شادی کے وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال تھی۔ حضرت خدیجہ حضور ﷺ کی نہایت ہی ہم درد و غم گسار بیوی ثابت ہوئیں۔ حضور ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا، تو آپ رضی اللہ عنہا نے فوراً تصدیق کی، اور آپ ﷺ

Marfat.com

حقیقت ہے۔[38] بائبل اور یہود و نصاریٰ سے اخذ و استفادے کے حوالے سے مستشرقین کے نزدیک یہ بات بھی اہم ہے کہ محمد [ﷺ] بہت سی چیزوں کو صحیح اخذ و نقل نہیں کر سکے؛ بہت سی چیزیں سنی سنائی اور غلط معلومات پر مبنی پیش کر دی گئیں۔ چناں چہ قرآن میں بہت سی غلطیاں، خلطِ مبحث اور تضاد و تناقض در آیا۔ رچرڈ بیل (Richard Bell، 1876ء–1952ء)[39] نے مختلف قرآنی سورتوں کے حوالے سے قرآن میں مذکور انبیا اور دیگر افراد کا ذکر اور انھیں بائبل سے متعلق کرنے کے ساتھ ساتھ ان اختلافات اور بزعم خویش اغلاط کی نشان دہی کی ہے، جو بائبل اور دیگر تاریخی معلومات کی روشنی میں قرآنی بیانات کے حوالے سے سامنے آتی ہیں۔ مثلاً

کی نصرت کے لیے وقف ہو کر رہ گئیں۔ آپ نے حضور ﷺ سے بے پناہ محبت کی اور حضور ﷺ نے بھی آپ کو بہت زیادہ پیار دیا۔ آپ کی زندگی میں کوئی اور شادی نہ کی۔ ایک بیٹے کے سوا آپ ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ ہی کے بطن سے ہے۔ وفات کے بعد بھی حضور ﷺ آپ کی اکثر تحسین فرمایا کرتے۔ ایک دفعہ فرمایا: خدیجہ نے میری اس وقت تصدیق کی، جب دوسرے میری تکذیب کر رہے تھے؛ جب لوگ کافر تھے، وہ اسلام لائیں؛ جب میرا کوئی حامی نہ تھا، انھوں نے میری مدد کی۔

[37] ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی۔ عام روایات کے مطابق جناب ورقہ بن نوفل زمانۂ جاہلیت کے موحد لوگوں (حنفا) میں سے تھے۔ بت پرستی وغیرہ سے کنارہ کش تھے۔ تورات و انجیل کے عالم تھے۔ حضور ﷺ پر نزولِ وحی کے بعد حضرت خدیجہ آپ ﷺ کو ورقہ کے پاس لائی تھیں۔ ورقہ نے تورات و انجیل کی پیش گوئیوں کی بنیاد پر آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی تھی۔

[38] Watt, *Muhammad: Prophet and statesman*, 40.

[39] قرآنیات پر کام کے حوالے سے معروف برطانوی مستشرق۔ 1937ء–1947ء کے دوران "The Qur'an Translated, with a critical re-arrangement of the Surahs" کے عنوان سے قرآن پاک کا ترجمہ شائع کیا۔ 1953ء میں اپنی معروف کتاب "Introduction to the Quran" شائع کی، جس کا منٹگمری واٹ نے 1970ء میں نظر ثانی شدہ ایڈیشن پیش کیا۔

Marfat.com

ہامان [40] کو فرعون سے متعلق قرار دینا، حضرت مسیح کی والدہ اور موسیٰ کی بہن مریم [41] کا گڈ مڈ ہو جانا۔ بیبل کے خیال میں تخلیق و ہبوطِ آدم [42]، اصحابِ کہف [43]، قصۂ خضر [44] و موسیٰ اور ذوالقرنین

[40] قرآن میں ہامان (Hāmān) کا تذکرہ فرعونِ موسیٰ کے درباری اور معتمد کی حیثیت سے ملتا ہے۔ بائبل کی کتاب آستر (Book of Esther) میں ہامان کے نام سے ایرانی بادشاہ احاسیورس (Ahasuerus) کے ایک وزیر کا تذکرہ ہوا ہے۔ احاسیورس کا زمانۂ اقتدار 486ق م -465ق بتایا جاتا ہے۔ مستشرقین دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن میں غلطی سے بہت بعد کے زمانے کے بادشاہِ ایران کے وزیر کو بہت پہلے کے فرعونِ موسیٰ کے وزیر کے طور پر ذکر کر دیا گیا ہے۔

[41] بائبل میں حضرت موسیٰ کی بہن مریم کو میریم (Miriam) کے نام سے شناخت کرایا گیا ہے، اور حضرت عیسیٰ کی والدہ مریم کو کنواری مریم (Virgin Mary) کے نام سے۔

[42] صحفِ آسمانی کی رو سے دنیا کے پہلے انسان، جنھیں اللہ نے اپنے دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا۔ ان سے ان کا جوڑا بنایا گیا؛ اس جوڑے کو جنت میں ٹھہرایا گیا؛ جنت کی تمام نعمتوں سے متمتع ہونے کی اجازت دی گئی؛ ایک درخت کے قریب جانے سے روک دیا گیا؛ آدم کے وجود کے دشمن اور اس سے حسد رکھنے والے نوعِ جن کے فرد شیطان کے دھوکے میں آکر آدم اور ان کی بیوی نے شجرِ ممنوعہ کا پھل کھالیا؛ اللہ نے انھیں زمین میں پھینک دیا۔ آدم کے زمین پر پھینکے جانے کو ہبوطِ آدم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

[43] غار والے۔ انھیں قدیم یونان کے شہر افیسوس (Ephesus)، جو موجودہ ترکی کے صوبے ازمیر (Izmir) کا حصہ ہے، کے سات سونے والے (Seven Sleepers) بھی کہا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک اصحابِ کہف کی غار کا تعلق اردن سے ہے۔ اصحابِ کہف کا زمانہ 250ء کے قریب بتایا جاتا ہے۔ قرآنِ حکیم کی سورہ کہف میں اس قصے اور اس سے متعلق اہلِ تفسیر کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چند موحد نوجوان تھے، جو ظالم بادشاہ سے، توحید پر اپنا ایمان بچانے کی غرض سے، شہر سے باہر ایک غار میں جا چھپے تھے۔ ان کے ہمراہ ان کا کتا بھی تھا، جو غار کے دھانے پر بیٹھ گیا۔ اللہ نے اصحابِ کہف پر نیند طاری کر دی اور وہ لگ بھگ تین سو سال اسی حال میں رہے۔ پھر اللہ نے انھیں اٹھایا۔ اٹھنے کے بعد ان میں سے ایک بندہ سکہ لے کر کھانا لانے کے لیے شہر گیا، تو وہاں زمانہ ہی بدلا ہوا تھا۔ پرانے ظالم بادشاہ کی جگہ ایک صاحبِ ایمان شخص حکمران تھا، اس نے ان کی بڑی عزت و توقیر کی؛ وہ پھر غار

Marfat.com

و غیرہ سے متعلق قصے اس زمانے میں مروج غیر مستند اور سنی سنائی کہانیاں ہیں۔[45] [46]ہامان اور مریم کے حوالے سے مزعومہ قرآنی اغلاط کا ذکر بیل نے ان الفاظ میں کیا ہے:

میں جا سوئے اور لوگوں نے اس پر ان کی یادگار بنادی۔ اصحابِ کہف کا قصہ ایمان کی قدر و قیمت اور اس کے لیے عزم و ہمت کی غیر معمولی ضرورت و اہمیت سے عبارت ہے۔

[44]معروف روحانی اور پر اسرار شخصیت۔ آپ کے پیغمبر، فرشتے، انتہائی نیک و پارسا اور غیر معمولی علم اور روحانی اسرار کے حامل ہونے کے حوالے سے مختلف روایات ہیں۔ آپ کی تاریخی شخصیت انتہائی مبہم ہے۔ عام مسلم روایات میں آپ کو ایک پیغمبر مانا گیا ہے۔ قرآن میں آپ کا نام نہیں آیا، لیکن بہت سے مفسرین کا خیال ہے کہ قرآن میں حضرت موسیٰ کے جس بندۂ خدا سے ملنے اور اپنے علم سے کچھ سکھانے کی درخواست سے متعلق قصہ بیان ہوا ہے، وہ حضرت خضر علیہ السلام ہی ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ آپ نے آبِ حیات پی رکھا ہے؛ ابھی تک زندہ ہیں اور سمندروں اور دریاؤں میں لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں، لیکن بعض لوگوں کے نزدیک یہ سب افسانے ہیں۔

[45]ذوالقرنین کے معنی دو سینگوں والے کے ہیں۔ قرآن نے سورہ کہف میں ذوالقرنین کے نام سے جس شخص کا ذکر کیا ہے، وہ ایک وسیع سلطنت کا حامل نیک دل اور عادل فرمانروا ہے؛ اس نے سورج کے طلوع و غروب کے مقامات تک کا سفر کیا؛ دو دیواروں کے درمیان ایک قوم کے لیے یاجوج و ماجوج کے حملوں سے بچاؤ کے لیے لوہا پگھلا کر دیوار تعمیر کی، لیکن متعین طور پر یہ کون سی تاریخی شخصیت ہے؟ اس سے متعلق مسلم اہلِ تاریخ و تفسیر میں بہت سے اختلافات رہے ہیں۔ متعدد قدیم مورخین و مفسرین سکندر اعظم (Alexander the Great، 356ق م-323ق م) کو ذوالقرنین مانتے رہے ہیں۔ بعض لوگوں کے خیال میں حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کا دوسرا نام ذوالقرنین ہے۔ جدید زمانے کے محققین کا عام رجحان اس طرف ہے کہ ذوالقرنین کا مصداق ایران کا بادشاہ سائرس (Cyrus the Great، 600یا 576ق م-530ق م) ہے، کہ ان کی تحقیق کے مطابق قدیم بادشاہوں میں سے قرآن کی بیان کردہ خصوصیات سب سے زیادہ اسی میں نظر آتی ہیں۔

[46]Richard Bell, *Introduction to the Quran* (Edinburgh: At the University press, 1963), 161-165

Marfat.com

Hāmān is mentioned but transferred to the time of Pharaoh...Mary the mother of Jesus is confused with Miriam the sister of Moses.[47]

ہامان کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن اسے عہدِ فرعون میں پہنچا دیا گیا ہے... عیسیٰ کی والدہ مریم کو موسیٰ کی بہن میریم سے خلط ملط کر دیا گیا ہے۔

مستشرقین کے مطابق مسلمانوں کا یہ دعویٰ قابلِ تسلیم نہیں کہ قرآن ہر قسم کی تحریف و تبدیلی سے پاک اور بعینہٖ اس حالت میں موجود ہے، جس میں حضور ﷺ نے لوگوں کے حوالے کیا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ مرورِ ایام سے قرآن میں بہت کچھ تبدیلیاں واقع ہو گئی ہیں۔ یہ محمد [ﷺ] کے زمانے میں تحریر نہیں ہوا تھا۔[48] آپ [ﷺ] کی وفات کے بعد آپ [ﷺ] کے پیروکاروں نے اسے مرتب و مدون کیا۔ آرتھر جیفری (Arthur Jeffery، 1892ء-1959ء)[49] کے مطابق محمد [ﷺ] جمع کردہ مواد کی چھان پھٹک اور اس پر نظرِ ثانی کیا کرتے تھے؛ وہ اسے کتابی شکل میں پیش کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، لیکن اس ارادے کی تکمیل سے قبل آپ [ﷺ] کا انتقال ہو گیا۔ جیفری لکھتے ہیں:

---

[47] Bell, Introduction *to the Quran*, 163-164.

[48] A.J. Arberry, *The Quran Interpreted* (*London* Allen & Unwin, 1955), 15.

[49] پروٹسٹنٹ مسیحیت سے تعلق رکھنے والے معروف آسٹریلوی مستشرق۔ قاہرہ کے سکول آف اورینٹل سٹڈیز میں سامی زبانوں کے استاد رہے۔ کولمبیا یونی ورسٹی اور یونین تھیولوجیکل سیمینری نیویارک میں خدمات انجام دیں۔ معروف کتاب "Materials for the History of the Text of the Quran" ہے۔ اس کتاب میں جیفری نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن میں 318 غیر عربی الفاظ ہیں؛ محمد [ﷺ] قرآن کو اپنے پروگرام کے مطابق مرتب کر کے شائع کرنے سے قبل وفات پا گئے؛ ان کے بعد ان کے پیروکاروں نے ان کے پیش کردہ مواد کو اپنے انداز سے مرتب کر کے ان کے الہامات کی حیثیت سے شائع کیا؛ قرآن ایک نہیں متعدد ہیں؛ قراءات کا اختلاف دراصل متن کا اختلاف ہے؛ مختلف صحابہ کے پاس مختلف قرآن تھے؛ مصحفِ عثمانی تمام مسلمانوں کا متفقہ مصحفِ قرآنی نہیں۔

Marfat.com

Recent research by Dr. Bell of Edinburgh and Prof. Torrey[50] of Yale has suggested that there is internal evidence in the Quran itself that the prophet kept in his own care a considerable mass of revelation material belonging to various periods of his activity, some of it in revised and some of it in unrevised form, and that this material was to form the basis of the Kitab he wished to give his community before he died. Death, however, overtook him before anything was done about the matter.[51]

ایڈنبرا کے ڈاکٹر بیل اور ییل کے پروفیسر ٹوری کی تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ قرآن میں اس بات کی داخلی شہادت موجود ہے کہ محمد [ﷺ] کے پاس ان کی وحی کا کافی مواد موجود تھا، جو ان کی سرگرمی کے مختلف ادوار سے تعلق رکھتا تھا۔ اس مواد میں کچھ نظر ثانی شدہ تھا اور کچھ غیر نظر ثانی شدہ۔ اس مواد کو اس کتاب کی بنیاد بننا تھا، جسے وہ اپنی وفات سے قبل اپنی قوم کے

---

[50] امریکی مستشرق چارلس کٹلر ٹوری (Charles Cutler Torrey، 1863ء–1956ء)۔ یروشلم میں امریکن سکول آف آرکیالوجی کی بنیاد رکھی۔ امریکا کی ییل یونی ورسٹی (University of Yale) میں سامی زبانوں کے استاد رہے۔ دلچسپی کا میدان آثارِ قدیمہ اور اسلامی و مسیحی مذہبی ماخذ سے متعلق تحقیقات تھا۔ قرآن کے ماخذ سے متعلق ٹوری کے نظریات کی تفصیل ابن وراق (Ibn Warraq، پیدائش 1946ء) کی مرتب کردہ کتاب "The Origins of The Koran: Classic Essays on Islam's Holy Book" میں دیکھی جا سکتی ہے۔

[51] Arthur Jeffery, *Materials for the history of the text of the Quran* (Leiden: E. J. Brill, 1937), 5.

Marfat.com

سامنے پیش کرنا چاہتے تھے۔ لیکن مواد سے متعلق کام مکمل ہونے سے پہلے
ہی اجل آن پہنچی۔

مارگولیتھ (David Samuel Margoliouth، 1858ء-1940ء)[52] کے مطابق صرف یہی نہیں کہ محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] کے پاس قرآن کا کوئی سرکاری نسخہ نہ تھا[53] بلکہ 86ھ تک کوئی متفقہ سرکاری نسخہ نہیں ملتا۔ محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] نے لوگوں کو قرآن لکھنے سے منع کر دیا تھا۔ قرآن لکھنے کے حوالے سے ابن سعد (784ء / 168ھ-845ء/230ھ)[54]، طبری (839ء/224ھ-923ء/310ھ)[55] اور بخاری (810ء/194ھ -870ء/256ھ)[56] کی روایات ناقابلِ اعتبار

[52] برطانوی مستشرق۔ چرچ آف انگلینڈ کے پادری اور آکسفورڈ یونی ورسٹی میں عربی کے پروفیسر رہے۔ عربی کتابوں کے ذہین اور لائق مترجم و ایڈیٹر سمجھے گئے ہیں۔ قرآن پاک، تاریخ اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر متعدد کتابوں اور مقالات کے مصنف ہیں۔

[53] D. S. Margoliouth, *Mohammedanism* (London: Butterworth, 1928), 40.

[54] مشہور مسلم مورخ ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع البصری البغدادی۔ بصرہ سے تعلق رکھتے تھے، بغداد میں مقیم رہے۔ مشہور مورخ الواقدی (748ء/130-822ء/207ھ) کے شاگرد تھے؛ آپ کو کاتب الواقدی بھی کہا جاتا ہے۔ ابن سعد کی مشہور تصنیف " الطبقات الکبریٰ "یا "کتاب الطبقات الکبیر " یا "طبقات ابن سعد" ہے۔ متعدد جلدوں پر مشتمل یہ کتاب آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام، تابعین اور مسلم خواتین کے احوال و سوانح سے بحث کرتی ہے، اور سیرت و تاریخ کی اہم ترین کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔

[55] ایران کے علاقے طبرستان (موجودہ ایران کے صوبے ماژندران) کے شہر آمل سے تعلق رکھنے والے مشہور مسلم مفسر و مورخ، محمد بن جریر طبری یا ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری۔ رَے، بغداد، بصرہ، کوفہ وغیرہ کے بڑے بڑے علمی مراکز کے بڑے بڑے علما سے استفادہ کیا۔ مختلف علوم میں غیر معمولی دست گاہ کے حامل بیان کیے جاتے ہیں؛ حافظ ابو بکر خطیب المعروف الخطیب البغدادی (1002ء/392ھ-1071ء/463ھ) کے مطابق طبری ایسے امام تھے کہ ان کے علم و فضل کی بنا پر ان کے قول کے مطابق فیصلے کیے جاتے، اور لوگ ان کی رائے معلوم کرنے کے لیے ان کی طرف رجوع کرتے۔ مختلف علوم پر متعدد کتابیں تحریر کیں، لیکن تفسیر و تاریخ پر ضخیم علمی کام کی بنا پر بہت شہرت و مقبولیت حاصل کی۔ تفسیر میں " جامع البیان عن تاویل آی

Marfat.com

ہیں۔ اگر کچھ لکھا بھی گیا، تو وہ پیغمبر اسلام ﷺ کے صحابہ نے لکھا تھا اور صحابہ کے لکھے ہوئے سارے مواد کو ملا لیں، تو بھی موجودہ قرآن نہیں بنتا۔[57] برٹن (John Burton، پیدائش 1929ء)[58] نے لکھا ہے کہ عہدِ نبوی میں قرآن کی تحریر و ترتیب ممکن نہ تھی کیوں کہ قرآن کا نزول مکمل نہ ہوا تھا، اور مواد میں تبدیلی و ترمیم اور نسخ وغیرہ کا وقوع ہوتا رہتا تھا۔[59]

القرآن" یا "تفسیر الطبری" اور تاریخ میں " تاریخ الرسل والملوك " یا " تاریخ الامم والملوك" منفرد مقام کی حامل تصانیف ہیں۔ طبری پر شیعت کے الزام اور اس کی تردید کے حوالے سے بھی اہلِ تحقیق نے کافی بحث کی ہے۔

[56]مشہور محدث ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن بردزبہ الجعفی البخاری۔ آپ کا مجموعۂ حدیث "الجامع المسندِ الصحیح المختصر من امو رسول اللّٰہ ﷺ و سننه وایامه" جو "صحیح البخاری " کے نام سے معروف ہے، سنی مسلمانوں میں بالعموم تمام مجموعہ ہائے احادیث سے مستند و معتبر مانا گیا ہے؛ اسے اصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ "کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب" کہا جاتا ہے؛ اس کی احادیث پر نقد و جرح کو ناپسند کیا جاتا ہے، تاہم صحیح بخاری کی بعض احادیث پر بعض سنی علمائے حدیث کی طرف سے نقد و جرح بھی کی گئی ہے؛ اردو زبان میں اس پر ایک اہم اور قابلِ ذکر تنقید " صحیح بخاری کا مطالعہ: بخاری کی کچھ کمزور احادیث کی تحقیق و تنقید" کے عنوان سے شبیر احمد ازہر میرٹھی (1923ء-2005ء) کے قلم سے سامنے آئی ہے۔ بخاری کی دیگر کتابوں میں " التاریخ الکبیر"، " التاریخ الصغیر"، " التاریخ الاوسط" اور "الادب المفرد" وغیرہ شامل ہیں۔

[57]Hastings, ed. *Encyclopaedia of Religion and Ethics, 10/547-548.*

[58]یونی ورسٹی آف سینٹ انڈریوز (St Andrews) برطانیہ سے متعلق مستشرق۔ مشہور کتاب "The Collection of the Quran" ہے، جو 1977ء میں کیمبرج یونی ورسٹی پریس نے شائع کی۔ حدیث کے موضوع پر "An Introduction to Ḥadīth: Islamic Surveys" کے عنوان سے کتاب تحریر کی، جو 1994ء میں یونی ورسٹی آف ایڈنبرا سے شائع ہوئی۔

[59]John Burton, *The Collection of the Quran* (Cambridge: Cambridge University Press, 1977), 231-232.

Marfat.com

مستشرقین کا کہنا ہے کہ عہدِ صدیقی میں قرآن کے مکمل طور پر جمع اور محفوظ ہو جانے اور بڑی احتیاط کے ساتھ اس کے مرتب و مدون کیے جانے کا دعویٰ باطل ہے۔ مصحفِ صدیقی متفقہ مصحف نہیں تھا۔ عہدِ صدیقی کے دوران اور اس کے بعد دیگر مصاحف رائج رہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصحفِ صدیقی بھی دیگر نسخوں کی طرح ایک ذاتی نوعیت کا نسخہ تھا اور ذاتی نوعیت کے سارے نسخے نامکمل تھے۔[60] قرآن کی صحیح ترتیب و تدوین کیسے ہو سکتی تھی جب کہ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے خود ہی بہت سے مواد کو خلط ملط کر دیا تھا! زید بن ثابت (610ء-660ء)[61] نے کسی اصول کو ملحوظ رکھے بغیر متفرق اجزا کو جمع کیا؛ جوں جوں انھیں مواد ملتا چلا گیا، وہ لکھتے چلے گئے؛ مضامین کے تسلسل کا خیال رکھا گیا اور نہ اسلوب کی ہم آہنگی کا۔[62]

[60] Arthur Jeffery, *Materials for the history of the texts of the* Quran (Leiden: E.J.Bril, 1937), 3-10.

[61] انصاری صحابی، حضور ﷺ کے کاتب۔ نہایت ذہین تھے؛ روایات میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے مختلف سردارانِ قبائل اور بادشاہوں کو خطوط لکھنے اور ان کے خطوط پڑھنے کی ضرورت کے تحت آپ کو ان کی بعض زبانیں سیکھنے کا حکم دیا، تو آپ نے مختصر وقت میں ان میں کافی اہلیت بہم پہنچالی تھی؛ سترہ دنوں میں سریانی زبان سیکھ لی تھی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ علم وحفظِ قرآن اور تفقہ فی الدین میں خصوصی مقام و مرتبے کے حامل ہیں۔ عہدِ نبوی میں وحیِ قرآنی کی کتابت اور حضور ﷺ کے نامہ ہائے مبارک لکھنے کے ساتھ ساتھ آپ کو یہ غیر معمولی اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ کی سربراہی میں بنائی گئی کمیٹی نے عہدِ صدیقی میں قرآن کو بین الدفتین جمع کیا، اور عہدِ عثمانی میں اختلافِ قراءات کے حوالے سے پیدا ہونے والے مسئلے کے تناظر میں رسول اللہ کے لہجے کے مطابق مصاحف میں درج کیا۔

[62] A.S. Tritton, *Islam: Belief and Practice* (London: Hutchinson, 1962), 15; Rodwell, *The Koran*, 7.

Marfat.com

قرآن میں قراءات کا اختلاف مستشرقین کے نزدیک لہجوں اور تلفظ کا معمولی اختلاف نہیں، بلکہ متن کا اختلاف ہے۔[63] ان کے خیال میں مصحفِ عثمانی کو متفقہ مصحف سمجھنا غلط ہے، بہت سے مصاحف اس مصحف کے مقابل موجود رہے۔ آرتھر جیفری کے مطابق مصحف عثمانی کے مقابل نسخہ جات میں سے 15 بنیادی اور 13 ثانوی نسخے پائے جاتے ہیں۔ قراءات کے اختلافات جمع کریں تو چھ ہزار مقامات ایسے دکھائی دیتے ہیں، جو مصحفِ عثمانی سے مختلف ہیں۔[64] مصحفِ عثمانی کی تیاری کے لیے قائم کی گئی کمیٹی نے دیگر نسخہ جات کے مواد کو نظر انداز کرتے ہوئے، بہت سا ایسا مواد قرآن میں شامل کر دیا کہ محمد [ﷺ] کو خود قرآن مرتب کرنے کا موقع ملتا، تو اسے شاملِ کتاب نہ کرتے۔[65] مصحفِ عثمانی دیگر نسخوں ہی کی طرح نامکمل تھا؛ اس میں ردوبدل اور تصرفات ہوئے؛ اس کو اصل قرآن نہیں کہا جاسکتا؛ اگر مصحفِ عثمانی اور اصل قرآن ایک ہی تھے، تو بقیہ قرآنوں کو جلایا کیوں گیا![66]

ناسخ و منسوخ سے متعلق مستشرقین کا استدلال ہے کہ اس کی موجودگی میں کچھ بھی قابلِ اعتبار نہیں رہتا۔ اس بات کا کیا یقین ہے کہ خدا نے آج جو حکم دیا وہ کل منسوخ نہیں کر دیا جائے گا![67] اس سے خدا کے استقلالِ فیصلہ میں نقص لازم آتا، اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ اس کا ذہن تبدیل

---

[63] Arthur Jeffery, *The Quran as Scripture* (New York: Russell F. Moore, 1952), 97.

[64] Mohammad A. Chaudhary, "Orientalism on Variant Reading of the Quran: The Case of Arthur Jeffery." *American Journal of Islamic Social Science 12*, no. 2 (1995): 171-172.

[65] Jeffery, *The Koran: Selected Suras, 14-15;* Jeffery, *The Quran as Scripture, 93-97.*

[66] فنڈر، میزان الحق (لاہور: پنجاب ریلجیس بک سوسائٹی، 1892)، 36-40۔

[67] E. W Bethman, *Bridge to Islam: A study of the Religious forces of Islam and Christianity in the Near East* (London: Allèn & Unwin, 1953), 47.

Marfat.com

ہوتا رہتا ہے۔ وہ ایک حکم دیتا ہے، بعد میں پتہ چلتا ہے کہ پہلا حکم مناسب نہیں تھا، لہٰذا دوسرا حکم نافذ کر دیا جاتا ہے۔[68] نسخ کا لفظ نظر ثانی کے مترادف ہے۔ محمد [ﷺ] خود قرآنی مواد میں ترمیم و اضافہ اور کتر و بیونت کیا کرتے تھے۔[69] یہ اصولِ نسخ ہی تھا جس کے تحت قرآن کے کئی حصے عہدِ نبوی میں ختم کر دیے گئے۔ نسخ نے اس یقین کے لیے کوئی بنیاد نہ چھوڑی کہ کسی ایک شخص کے پاس بھی وہ قرآن موجود ہے، جو محمد [ﷺ] اپنے ماننے والوں کو دینا چاہتے تھے۔[70] روایات سے ایسی متعدد آیات کا پتہ چلتا ہے جو نسخ کی زد میں آکر موجودہ قرآن میں شامل ہونے سے رہ گئیں، جس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ موجودہ قرآن مکمل نہیں۔[71] قرآن میں شامل بعض سورتوں کی قرآنیت سے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ لوگ انھیں قرآن قرار دینے کے سخت مخالف ہیں، اور کچھ انھیں قرآن کا ضروری حصہ تصور کرتے ہیں۔ ابنِ مسعود (594ء-653ء)[72] معوذتین کو قرآن کا حصہ نہیں سمجھتے تھے؛ سورہ فاتحہ سے متعلق البتہ یقین نہیں کہ وہ اسے

[68]E.Palmer, *The Koran with an Introduction by R Nicholson* (London: Oxford University press, 1928), 53.

[69]Watt, *Muhammad: Prophet and statesman*, 17-18.

[70]Burton, *The Collection of the Quran, 231.*

[71]Bell, *Introduction to the Quran, 47-48.*

[72]جلیل القدر صحابیِ رسول ﷺ۔ ابتدائی دور میں اسلام قبول کرنے والوں میں سے ہیں۔ علم قرآن سے خصوصی شغف تھا۔ آپ کا فرمان ہے کہ قرآن میں کوئی سورت، کوئی آیت ایسی نہیں جسے سے متعلق مجھے معلوم نہ ہو کہ کس بارے میں اور کب اتری! اگر مجھے علم ہوتا کہ کوئی قرآن کو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے اور اونٹوں کی سواری مجھے اس تک پہنچا سکتی، تو میں ضرور اس کے پاس جاتا۔ آپ نہایت خوب صورت قراءت فرماتے تھے۔ آں حضور ﷺ نے خود آپ سے قرآن سننے کی فرمائش کی۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے: جسے پسند ہو کہ قرآن اسی طرح پڑھے جیسے اترا، تو وہ ام عبد (ابنِ مسعود) کی قراءت سنے۔ حضور ﷺ نے جن چار لوگوں سے قرآن سیکھنے کا حکم دیا، ان میں آپ کا نام سرِ فہرست ہے۔ روایات کے مطابق عہدِ عثمانی میں جمع قرآن کے حوالے سے، زید بن ثابت کی تقرری اور اپنا مصحف سرکاری کمیٹی کے حوالے کرنے سے متعلق حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کو

Marfat.com

قرآن کا حصہ سمجھتے تھے یا نہیں۔ حضرت ابی بن کعب (م 649ء/30ھ)[73] معوذتین اور فاتحہ تینوں کو قرآن کا حصہ تصور کرتے تھے، مگر ان کے نزدیک دو اور سورتیں بھی قرآن میں شامل تھیں، جو موجودہ قرآن کا حصہ نہیں۔[74] اعجاز القرآن کے حوالے سے مسیحی اہلِ قلم کا موقف ہے کہ اس کو بلاغت کے ایسے معیار کا حامل بتانا، جو انسان کی دسترس سے باہر ہو، قابلِ تسلیم نہیں۔ اگر قرآن کو اس کی فصاحت و بلاغت کی بنا پر معجزہ مانا جائے، تو یونانی و لاطینی وغیرہ زبانوں کی وہ کتابیں بھی معجزہ ماننی پڑیں گی، جو فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار کی حامل ہیں۔ بے نظیر بلاغت ویسے بھی اعجاز کی ناحق دلیل ہے کہ اس سے فائدہ اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جس کو عربی زبان و لغت وغیرہ میں مہارت حاصل ہو، دوسرے اس سے کچھ نفع حاصل نہیں کر سکتے۔[75]

تحفظات تھے؛ انھوں نے اپنا مصحف حوالے نہیں کیا تھا؛ اور اہلِ کوفہ کو بھی اپنے مصاحف نہ دینے کا مشورہ دیا تھا۔ اس سے متعلق محققین میں کافی بحث ہے؛ کئی اہلِ تحقیق نے جمعِ قرآن کے ضمن میں سرکاری انتظام سے متعلق ابن مسعود کے اعتراضات و تنقیدات اور ان کے مذکورہ بالا رویے کے حوالے سے مروی روایات کو ناقابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔

[73] خزرجی انصاری صحابیِ رسول۔ آپ بھی کاتبِ وحی اور قرآن کے بڑے حافظ اور قاری تھے۔ جن چار صحابۂ کرام سے حضور ﷺ نے قرآن سیکھنے کی ہدایت کی تھی، ان میں سے ایک آپ بھی تھے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کو سورہ لم یکن الذین کفروا سناؤں تو حضرت ابی نے عرض کیا: حضور! کیا اللہ نے میرا نام لیا، آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا، تو حضرت ابی خوشی سے رو دیے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان فقہا صحابہ میں سے تھے، جن کی طرف فتووں کے لیے رجوع کیا جاتا تھا۔ عہدِ صدیقی و فاروقی میں خلفا کی مجالسِ شوریٰ میں شامل رہے۔ حضور ﷺ نے آپ کو سید الانصار اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سید المسلمین کا خطاب دیا تھا۔ کنیت حضور ﷺ نے ابوالمنذر رکھی اور حضرت عمر نے ابوالطفیل۔

[74] Bell, *Introduction to the Quran, 41.*

[75] مولانا رحمت اللہ کیرانوی، بائبل سے قرآن تک، ترجمہ۔ اکبر علی (کراچی: مکتبہ دارالعلوم، 1389ھ)، 2/ 365۔

Marfat.com

حدیث اور اس کا مقام

حدیثِ نبوی کے بارے میں مستشرقین نے لکھا کہ اس کا ابتداءً کوئی وجود نہیں تھا۔ بعد کے زمانوں میں مختلف ضروریات کے تحت مسلمانوں میں مروج باتوں اور روایات کو احادیث و سننِ رسول ﷺ کے عنوان سے مرتب و مدون کر لیا گیا، اور دعویٰ کیا گیا کہ یہ محمد ﷺ سے مروی و منقول ہیں۔ گولڈ زیہر (Ignac Goldziher، 1850ء-1921ء)[76] نے لکھا:

> The ḥadīth will not serve as a document of the infancy of Islam, but rather as a reflection of the

[76] ہنگری سے تعلق رکھنے والے مشہور یہودی مستشرق۔ جدید یورپ میں اسلامک سٹڈیز کے بانی خیال کیے جاتے ہیں۔ ہنگرین وزیرِ ثقافت کی مدد و اعانت سے بداپسٹ (Budapest، ہنگری کا دارالحکومت)، برلن، لیپزگ اور لائیڈن وغیرہ کی یونی ورسٹیوں سے تعلیم حاصل کی۔ 1872ء میں بداپسٹ میں Privatdozent (یورپ کی یونی ورسٹیوں، بالخصوص جرمن سپیکنگ ممالک میں یونی ورسٹی کی سطح پر اعلیٰ درجوں کے استاذ و نگرانِ تحقیق کی اہلیت کے حامل شخص کو دیا جانے والا ایک اکیڈمک ٹائٹل، موجودہ عام اصطلاح میں یونی ورسٹی کا پی ایچ ڈی وغیرہ کی سطح پر ریسرچ کروانے والا سینئر پروفیسر) ہوئے۔ اگلے برس ہنگرین گورنمنٹ کی حمایت و آشیرباد سے فلسطین، مصر اور شام کا سفر کیا؛ مصر کی جامعہ الازہر کے شیوخ کے لیکچرز سنے۔ بداپسٹ میں یہودی کمیونٹی کے سیکرٹری، مختلف علمی سوسائٹیز اور اکیڈمی آف سائنسز کے رکن رہے؛ متعدد بین الاقوامی کانفرنسوں میں ہنگرین گورنمنٹ اور اکیڈمی آف سائنسز کی نمائندگی کی۔ متعدد کتابیں اور مضامین لکھے۔ مشہور کتاب "Muhammedanische Studien" ہے، جس کا انگریزی ترجمہ "Muslim Studies" کے عنوان سے کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مغرب میں اسلامک سٹڈیز اور بالخصوص حدیث کے موضوع پر بنیادی مآخذ میں سے ہے۔ گولڈ زیہر نے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اسلامک لا رومن لا سے ماخوذ ہے؛ حدیث محمد [ﷺ] کے فرامین نہیں، آپ [ﷺ] کی وفات کے بعد کی مسلم سوسائٹی کے قانونی و کلامی تصورات کا عکس ہے۔

Marfat.com

tendencies which appeared in the community during the more mature stages of its development.[77]

حدیث اسلام کے عہدِ طفولیت کی دستاویز نہیں، بلکہ یہ مسلم سوسائٹی کے ارتقا کے پختہ تر مراحل کے رجحانات کا عکس ہے۔

گولڈ زیہر کے مطابق اکثر و بیشتر احادیث فرضی و جعلی ہیں۔ اموی حکمران اور علمائے صالحین اپنے اپنے مقاصد کے لیے احادیث وضع کر لیا کرتے تھے۔ علما نے فسق وارتداد کے مقابلے کی غرض کے ساتھ ساتھ حکمرانوں کے کہنے پر بھی احادیث وضع کیں۔ مثلاً امام زہری (50ھ-124ھ)[78] نے خلیفہ عبدالملک کے لیے بخاری کی وہ روایت وضع کی جس میں آپ [ﷺ] کی جانب یہ بیان منسوب ہے کہ سفر کا قصد صرف تین مساجد کے لیے کیا جائے: میری مسجد، مسجدِ حرام اور مسجدِ اقصیٰ۔[79] بعض اوقات راویانِ حدیث اپنی ذاتی اغراض کے لیے بھی احادیث وضع

[77] Ignaz Goldziher, *Muslim Studies*, trans. C.R.Barber and S.M.Stern (Chicago: IL Aldine Publishing, 1973), 2/18.

[78] نام ور محدث اور جلیل القدر تابعی محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب الزہری۔ روایات کے مطابق آپ نے تقریباً بیس صحابۂ کرام کو دیکھا اور ان سے کسبِ فیض کیا۔ آپ کو حدیث کے اولین جامع اور عظیم ترین امام شمار کیا جاتا ہے۔ اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز (681ء/61ھ-720ء/101ھ) کے احادیث کو سرکاری سطح پر جمع و مدون کرنے کے حکم پر اس مقصد کے لیے سب سے زیادہ جاں فشانی اور مستعدی سے آپ ہی نے کام کیا تھا۔ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسنادِ حدیث کو خصوصی اہمیت دی اور علما کی توجہ اس جانب مبذول کرائی، جس کے نتیجے میں سندِ حدیث کا اہتمام ہونے لگا، اور علم اسنادِ حدیث نے فنِ حدیث میں انتہائی اہم اور غیر معمولی فن کی حیثیت اختیار کر لی۔ گولڈ زیہر اور بعض مسلم اہلِ تحقیق نے امام زہری کی ثقاہت پر اعتراضات کیے ہیں، جن کی دیگر متعدد محققین کی طرف سے تردید کی گئی اور امام زہری کی ثقاہت کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

[79] Goldziher, *Muslim Studies, 2/44.*

Marfat.com

کر لیا کرتے تھے۔ مثلاً ترمذی (824ء/209ھ-892ء/279ھ)[80] کی ایک روایت میں ہے کہ محمد [ﷺ] نے کتوں کو مارنے کا حکم دیا البتہ شکاری کتے یا مویشیوں کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے کی اجازت دی۔ عبداللہ بن عمر (610ء-693ء)[81] کو پتہ چلا کہ ابو ہریرہ (603ء-

[80] مشہور محدث ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن الضحاک السلمی الترمذی۔ علم حدیث میں امام بخاری، امام مسلم بن الحجاج (821ء/206ھ- 875ء/261ھ) اور امام ابوداود (817ء/202ھ- 889ء/275ھ) وغیرہ بہت سے آئمۂ حدیث کسبِ فیض کیا۔ آپ کا مجموعۂ حدیث "الجامع المختصر من السنن عن رسول اللہ ﷺ و معرفة الصحيح والمعلول وما عليه العمل " جو"السنن الترمذی " کے نام سے معروف ہے، اہل سنت کے چھ معتبر ترین مجموعہ ہائے احادیث میں شامل ہے۔ فوائد کے اعتبار سے جامع ترمذی حدیث کی دیگر کتابوں سے نہایت ممتاز و منفرد ہے؛ مدارس عربیہ میں بخاری کے ساتھ اس کی تدریس پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ اس کتاب کی جتنی شرحیں لکھی گئی ہیں، شاید ہی کسی دوسری کتاب کی لکھی گئی ہوں۔ امام ترمذی حدیث بیان کرنے کے بعد صحابہ اور آئمۂ حدیث کا مسلک بیان کرتے ہیں کہ اس پر کن کن حضرات کا عمل رہا ہے، پھر حدیث کا مقام صحیح، حسن، غریب وغیرہ بھی بیان کرتے ہیں۔ "فی الباب" کہہ کر متعلقہ باب میں جتنے صحابہ سے روایت ہو، اس کا تذکرہ کر دیتے ہیں، بعد والوں نے "فی الباب" کی احادیث کو تلاش کر کے جمع کیا ہے۔ امام ترمذی کی دوسری معروف تالیف " الشمائل المحمدية "ہے، جو آں جناب ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کے اوصاف و خصائل کا بیان ہے۔

[81] حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے، جلیل القدر صحابیٔ رسول عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ حضور ﷺ کی اطاعت و اتباع، تقوے اور نیکی و ورع میں ممتاز تھے۔ دنیوی مال و منال اور جاہ و حشمت سے گریزاں رہتے۔ غزوات میں بھرپور شرکت کی، لیکن عہدِ نبوی کے بعد مسلمانوں کی باہمی لڑائیوں میں غیر جانب دار رہنے کی کوشش کی۔ آپ کا شمار بڑے عالم اور فقیہ صحابہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے نبی ﷺ اور کبار صحابہ سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ آپ حدیث کی روایت میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے؛ حدیث بیان کرتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے تھے۔

Marfat.com

681ء)[82] اس حدیث میں کھیتی کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے کی اجازت کا اضافہ کرتے ہیں، تو انھوں نے کہا کہ ابوہریرہ کھیتی کاشت کیا کرتے تھے۔ ابنِ عمر کے یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ اولین راویانِ حدیث بھی حدیث کے سلسلے میں غیر دیانت دارانہ اور خود غرضانہ محرکات سے آزاد نہ تھے؛ وہ اپنی ذاتی اغراض کو حدیث کے طور پر پیش کر دیا کرتے تھے۔[83]

گولڈ زیہر کے بعد حدیث پر استشراقی افکار اکثر و بیشتر اسی کے افکار کی صدائے بازگشت ہیں۔[84] اے گیوم (Alfred Guillaume، 1888ء-1965ء)[85] کا کہنا ہے کہ حدیث کا اکثر

---

[82] مشہور کثیر الروایت صحابیِ رسول۔ آپ کا تعلق قبیلہ دوس سے تھا؛ طفیل بن عمرو الدوسی کے ذریعے دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ زمانۂ جاہلیت میں آپ کا نام عبد شمس بن صخر تھا، اسلام لائے تو حضور ﷺ نے عبد الرحمن نام رکھا۔ ابوہریرہ آپ کی کنیت ہے، جو آپ کی بلیوں سے محبت اور آپ کے پہلو میں بلی دیکھ کر حضور ﷺ کے آپ کو ابوہریرہ (بلی کا باپ) قرار دینے کے نتیجے میں پڑی۔ ایمان لانے کے بعد مسلسل حضور ﷺ کی خدمت میں رہے۔ آپ کی درخواست پر احادیث یاد رہنے کے حوالے سے حضور ﷺ نے آپ کو خصوصی دعا بھی دی تھی۔ آں جناب ﷺ کی سب سے زیادہ احادیث آپ ہی سے مروی ہیں۔ آپ عالم فاضل صحابہ میں سے تھے؛ فتوے کے لیے آپ کی طرف رجوع کیا جاتا تھا؛ تابعین کے ساتھ ساتھ بہت سے صحابہ بھی آپ سے روایت کرتے ہیں۔

[83] Goldziher, *Muslim Studies, 2/56.*

[84] حدیث کے بارے میں بعد کے مستشرقین کے لیے گولڈ زیہر کے کام کے مرجع و ماخذ بننے سے متعلق تفصیل کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر فواد سیز گین، مقدمہ تاریخ تدوینِ حدیث، ترجمہ۔ سعید احمد (اسلام آباد: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، 1985ء)، 18۔

[85] یونی ورسٹی آف لنڈن کے سکول آف اورینٹل اینڈ افریقن سٹڈیز کے شعبہ مشرقِ قریب و وسطیٰ (Department of Near and Middle East) کے سابق سربراہ اور عربی کے پروفیسر۔ پرنسٹن یونی ورسٹی، امریکن یونی ورسٹی آف بیروت اور یونی ورسٹی آف استنبول میں بھی خدمات سرانجام دیں۔ ابن اسحاق (محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار، 704ء-778ء یا 85ھ-150ھ) کی "سیرۃ الرسول" کا ترجمہ کیا۔ "Islam" اور "Traditions of Islam" کے عنوان سے اسلام اور احادیثِ رسول ﷺ سے متعلق مطالعات پیش

Marfat.com

ذخیرہ محمد [ﷺ] کے اڑھائی سو سال بعد کی پیداوار ہے۔[86] حدیث سازی میں اموی حکمرانوں کا ہاتھ واضح نظر آتا ہے۔ امام زہری نے کہا کہ ان شہزادوں نے ہمیں احادیث لکھنے پر مجبور کیا۔ زہری نے عبدالملک کے کہنے پر مسجد اقصیٰ کی فضیلت سے متعلق حدیث گھڑی۔ امیر معاویہ نے علویوں کی فضیلت سے متعلق احادیث کو چھپانے کا حکم دیا۔[87] ابوہریرہ نے اپنی ذاتی غرض سے کتے کی اجازت سے متعلق حدیث گھڑی۔[88] عباسیوں کے مفادات کے تحت بھی احادیث وضع کی گئیں۔[89]

انسائیکلوپیڈیا امریکانا کے مقالہ نگار کا کہنا ہے کہ محمد [ﷺ] کی وصال کے بعد مسلمانوں نے مختلف مقاصد و مفادات کے تحت احادیث وضع کیں؛ لوگ اپنے قول و عمل کے لیے پیغمبر [ﷺ] اور ان کے ساتھیوں کے قول و عمل کے نظائر کی تلاش میں رہتے؛ جدید پیش آمدہ مسائل کا حل قرآن میں نہ ملتا، تو احادیث وضع کر لی جاتیں؛ حکمرانوں نے علما کو وضعی حدیثوں کو مستند بنانے پر اکسایا؛ نیکی اور اخلاق کی تعلیم کے لیے جعلی احادیث کا سہارا لیا گیا۔ مقالہ نگار لکھتا ہے:

> When, after Mohammad's death, the Muslims faced problems that the Koran alone did not solve, they naturally sought guidance in what people before them had done. The strongest argument a man could advance to prove his views was to show that Mohammad and his companions had acted in a

---

کیے۔ موخر الذکر کتاب میں احادیث سے متعلق بحث میں تقریباً وہی خیالات پیش کیے جو قبل ازیں گولڈ زیہر نے پیش کیے تھے۔

[86] Alfred Guillaume, *The Traditions of Islam* (Bayrūt: Khayāts, 1960), 15.

[87] Guillaume, *The Traditions of Islam, 47–50.*

[88] Guillaume, *The Traditions of Islam, 78.*

[89] Guillaume, *The Traditions of Islam, 60.*

Marfat.com

similar way or said something to the same effect..it was not always possible to find an event or report from earlier times that exactly resolved a particular difficulty. When this happened, the Muslims quickly began to fabricate traditions to support the causes in which they were interested... cases are known of rulers compelling learned men to vouch for the authenticity of fabricated traditions, that supported the ruler in a political fight. More often fabrication was advanced for more pious reasons.[90]

محمد[ﷺ] کی وفات کے بعد جب مسلمانوں کو ایسے مسائل کا سامنا ہوا جو صرف قرآن سے حل نہ ہوتے تھے ،تو لوگوں نے فطری طور پر اپنے اسلاف کے عمل سے رہنمائی چاہی۔ آدمی اپنے نظریات کو ثابت کرنے کے لیے جو مضبوط ترین دلیل دے سکتا تھا، وہ یہ تھی کہ محمد[ﷺ] اور ان کے اصحاب نے ایسا ہی کیا تھا، یا اسی نوعیت کی بات کہی تھی... لیکن پیش آمدہ مسئلے کے لیے ہمیشہ اسلاف کے قول و عمل سے نظیر ملنا ناممکن تھا۔ چناں چہ مسلمانوں نے اپنے اپنے مفادات کی موید احادیث گھڑنا شروع کر دیں ... حکمرانوں کے سیاسی معرکہ آرائی میں معاونت کی غرض سے علما کو جعلی احادیث کو مستند بنانے پر اکسانے کے واقعات معلوم و معروف ہیں۔ نیک مقاصد کے لیے بھی کثرت سے احادیث وضع کی گئیں۔

[90] Crolier, The *Encyclopedia Americana*, 15/496.

Marfat.com

جوزف شاخت (Joseph Franz Schacht، 1902ء-1969ء)[91] نے فقہی و قانونی امور سے متعلق احادیث پر بحث کر کے تحقیق پیش کی کہ ان میں سے کوئی ایک روایت بھی مشکل ہی سے ثقہ تسلیم کی جا سکتی ہے۔[92] یہ روایات فی الواقع بعد کے ادوار کے قانونی و فقہی نظریات کا فرضی اظہار ہیں۔[93] جیفری کے مطابق احادیث حضور [ﷺ] کے زمانے کے بعد ان مذہبی و معاشرتی مسائل کے حل کے لے وجود میں آئیں، جن سے متعلق قرآن میں کوئی رہنمائی نہ ملی۔[94] ول ڈیوراں (William James Durant، 1885ء-19881ء)[95] کے خیال میں

---

[91] برٹش جرمن مستشرق۔ کولمبیا یونی ورسٹی، آکسفورڈ یونی ورسٹی، یونی ورسٹی آف لائیڈن وغیرہ میں عربی اور اسلامیات کی تدریس کی۔ فقہ و قانون اور حدیث پر نقد شہرت کا خصوصی حوالہ ہے۔ مشہور کتابیں "Origins of Muhammadan Jurisprudence" اور "An Introduction to Islamic Law" ہیں۔

[92] Joseph Schacht, *An Introduction to Islamic Law* (Oxford: Clarendon press, 1964), 34.

[93] Joseph Schacht, *The Origins of Muhammadan Jurisprudence* (Oxford: Clarendon press, 1950), 149.

[94] Arthur Jeffery, *Islam: Muhammad and his religion* (Indiana: Bobbs-Merrill, 1958), 12.

[95] امریکی مصنف، مورخ اور فلسفی۔ تاریخ یورپ کے حوالے سے لکھی گئی اپنی کتاب "The story of Civilization" کی وجہ سے شہرت حاصل ہے، جو مصنف نے 1935ء سے 1975ء تک کے عرصے میں گیارہ جلدوں میں مختلف ادوارِ تاریخ کی مناسبت سے مختلف عنوانات کے تحت شائع کی۔ قرونِ وسطی کے یورپ اور مشرقِ قریب کی تاریخ سے بحث کرنے والی کتاب "The age of Faith" اسی کتاب کی چوتھی جلد ہے، جو 1950ء میں شائع ہوئی۔ اس جلد کا ایک حصہ محمد ﷺ، قرآن، مغرب میں اسلام کی تاریخ اور مسلم فکر سے بحث کرتا ہے۔ اس میں مصنف نے اسلام اور مسلمانوں پر نقد کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے عیسائیوں کے مقابلے میں مفتوحین سے رحیمانہ سلوک کا اقرار بھی کیا ہے۔ مصنف کے مطابق عیسائیوں نے فتح یروشلم کے وقت جس ظلم و تشدد کا مظاہرہ کیا، وہ مسلمانوں کے یہاں مفتوح عیسائیوں کے باب میں نہیں ملتا۔

Marfat.com

آں جناب [ﷺ] کے معجزات سے متعلق احادیث جعلی و فرضی ہیں۔ آپ نے معجزات دکھانے کا دعویٰ نہیں کیا، لیکن سینکڑوں احادیث آپ کی معجزانہ شان کو ظاہر کرتی ہیں۔ ان میں بیان کیا جاتا ہے کہ محمد [ﷺ] نے کس طرح ایک آدمی کے کھانے سے مجمعے کو سیر کر دیا؛ کس طرح آپ [ﷺ] کی دعا سے آسمانوں سے بارش نازل ہو جاتی تھی؛ ایک بے شیر بکری کے تھنوں سے آپ [ﷺ] کا ہاتھ لگنے سے کیسے دودھ جاری ہو جاتا تھا؛ بیمار کس طرح آپ [ﷺ] کے لباس یا بالوں سے چھو کر صحت یاب ہو جاتے تھے! محسوس یوں ہوتا ہے کہ آپ [ﷺ] کو بہترین مسیحی کے روپ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی، حالانکہ آپ کی نو بیویاں تھیں۔[96]

مزید بر آں محمد [ﷺ] سے متعلق تاریخی ماخذ کے طور پر بھی مستشرقین کے نزدیک احادیث کئی حوالوں سے ناقابلِ اعتماد ہیں: اولاً حدیث لٹریچر تضادات و اختلافات سے بھرا پڑا ہے؛ کسی بھی واقعے سے متعلق متعدد مختلف احادیث ملتی ہیں، جن میں اکثر و بیشتر تطبیق ناممکن ہوتی ہے۔ مطلوبہ معلومات کے لیے ہم چند کا انتخاب کر سکتے ہیں، لیکن سب کی سب یا اکثر روایات قبول نہیں کر سکتے۔ ثانیاً احادیث بدیہی طور پر بعد کے زمانوں میں ظہور پذیر ہوئیں، جس کا ثبوت یہ ہے کہ بعد کے ماخذات میں پہلوں کی نسبت بہتر معلومات موجود ہیں۔ ثالثاً احادیث کا زیادہ تر تعلق تفسیر اور تاریخی و قانونی وغیرہ حوالوں سے قرآن کے ساتھ ہے۔ رہیں اسناد تو انھیں متون ہی کی طرح آسانی سے گھڑا جا سکتا ہے۔[97] سو حیاتِ محمد [ﷺ] کے حوالے سے یہ بھی مشکوک و مشتبہ ہیں۔ جب مکمل سندوں کا چلن ہوا تو بعد کے لوگوں نے تکمیل کی غرض سے سندیں پہلوں تک پہنچا دیں، لہٰذا وہ حجت نہیں ہو سکتیں۔ منٹگمری واٹ کا کہنا ہے:

> The insistence on complete chains is to be associated with the teaching of ash- Shāfiʿī, who

[96] Will Durant, *TheAge of faith* (New York: Simon& Schuster, 1950), 211-212.

[97] Daniel Brown, *A New Introduction to Islam* (United Kingdom: Blackwell, 2004), 89-90.

Marfat.com

was roughly a contemporary of al-Wāqidī [748AD /130AH-822AD/207AH].[98] Once it became fashionable to give complete isnads, scholars must have been tempted to extend their chains backwards to contemporaries of Muhammad. Even when they thus added to the chains, however, their additions may have been sound, since they probably knew in a general way where their predecessors had obtained information. This means only that we cannot rely so fully on the early links of a chain as on the later ones.[99]

مکمل اسناد پر اصرار کا تعلق شافعی[767ء/150ھ-820ء/204ھ
][100] کی تعلیمات سے ہے، جو تقریباً واقدی کے ہم عصر تھے۔ جب مکمل اسناد

[98] مشہور مسلم مورخ ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی۔ اپنے دادا واقد الاسلمی کی نسبت سے الواقدی مشہور ہوئے۔ عباسی خلفا ہارون الرشید (763ء-809ء) اور المامون (786ء-833ء) کے قاضی رہے۔ علمی دنیا میں شہرت کا خصوصی حوالہ " کتاب المغازی" ہے۔ اگرچہ مختلف اہل علم و تحقیق نے بہ طورِ محدث واقدی کی ثقاہت پر سوالات اٹھائے ہیں؛ انھیں ضعیف اور متروک الحدیث قرار دیا ہے، سیرتِ نبوی ﷺ اور اسلامی تاریخ کے حوالے سے واقدی کی مذکورہ کتاب کی اہمیت ناقابلِ انکار ہے؛ بہت سے معتبر اہل علم نے اس کا اعتراف کیا اور واقدی کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

[99] W. Montgomery Watt, *Muhammad at Medina* (Karachi: Oxford University press, 1981), 338.

[100] شافعی مکتبِ فقہ کے بانی مشہور فقیہ، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی۔ امام شافعی علم، تفقہ اور بصیرت و استدلال میں یگانۂ روزگار تھے۔ فقہ اسلامی میں آپ کا کام غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ آپ کی بے نظیر فقہی

Marfat.com

ذکر کرنے کا چلن ہو گیا تو علما اسناد کو پیچھے محمد [ﷺ] اور ان کے صحابہ تک پہنچانے کے متمنی ہو گئے۔ اگرچہ انھوں نے اسناد میں اضافہ کیا، ان کی اسناد قابلِ اعتماد کہی جاسکتی ہیں کہ انھیں شاید عام طور پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان سے پہلوں کا ذریعۂ معلومات کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کسی سلسلۂ سند کے ابتدائی حصوں پر اس طرح مکمل اعتماد نہیں کر سکتے، جس طرح بعد کے حصوں پر کر سکتے ہیں۔

سیرتِ طیبہ

سیرت طیبہ کے حوالے سے استشراقی فکر میں آں جناب ﷺ پر نہایت سخت الزامات ملتے ہیں۔ آپ ﷺ کی شخصیت و سیرت کو اس قدر افسانوی اور غیر حقیقت پسندانہ انداز سے پیش کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے کہ خود متعدد معروف مستشرقین مغرب کو آں حضور ﷺ کی تصویر کو انتہائی حد تک مسخ کر کے پیش کرنے کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق دنیا کے عظیم انسانوں میں سے کسی کی اس قدر مسخ شدہ تصویر پیش نہیں کی گئی، جس قدر محمد [ﷺ] کی گئی۔ عالمِ عیسائیت میں صلیبی جنگوں سے بھی پہلے حضور [ﷺ] کو دشمنِ اعظم (Great Enemy) اور تاریکی کے شہزادے (The Prince of Darkness) کی شکل میں پیش

خدمت علم اصول فقہ کی تدوین ہے۔ اگرچہ آپ سے پہلے آئمۂ فقہ سے متعلق کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اس سلسلے میں کتابیں تالیف کیں لیکن ان کی کوئی کتاب منظر عام پر نہیں آئی۔ اس سلسلے میں قدیم ترین دست یاب کتاب امام شافعی کی "الرسالۃ" ہے۔ آپ کی کتاب " الام" فقہ کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اس کتاب میں امام صاحب نے عبادات، معاملات، عقوبات، مناکحات وغیرہ کثیر موضوعات پر نہایت مفصل اور پر مغز گفت گو کی ہے۔ امام شافعی کی علمی عظمت کے اعتراف میں بڑے بڑے علما رطب اللساں نظر آتے ہیں۔ آپ کے شاگرد امام احمد بن حنبل (780ء/164ھ-855ء/241ھ) کا قول ہے: علم دین کے لیے قلم اٹھانے والا ہر آدمی امام شافعی کے احسان کے زیر بار ہے۔ آپ کے مناقب و فضائل پر بڑے بڑے علما نے مستقل کتابیں تحریر کی ہیں؛ امام فخر الدین رازی (1149ء/544ھ-1209ء/606ھ) کی "مناقب الامام الشافعی" مشہور و معروف ہے۔

Marfat.com

کیا جاتا تھا۔[101] آپ [ﷺ] کو (نعوذ باللہ) دغاباز اور جھوٹا مدعی نبوت قرار دیا گیا۔ جنس پرستی، بد چلنی، خون آشامی اور قزاقی میں ملوث دکھایا گیا۔[102]

اہلِ مغرب نے آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) ماہوئن (Mahoin)، ماہونڈ (Mahoind)، ماہومٹ (Mahomet) وغیرہ ناموں کے ساتھ بہت بڑے بت سے تعبیر کیا اور مسلمانوں کو اس بت کے پرستار قرار دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ سراسن ماہومٹ کو اس کا خود تراشیدہ اور ناقابلِ تسخیر قوتوں کا مالک بت خیال کرتے ہیں۔[103] ان کی تاریخوں میں ایسے گیت نقل ہوئے ہیں، جن میں مسلمانوں کو ماہومٹ کو خدا قرار دیتے، اس کے حضور نذرانے پیش کرتے اور اس سے دشمن پر فتح یاب ہونے کی دعائیں مانگتے دکھایا گیا ہے۔[104] اہلِ مغرب کے ہاں ماہونڈ کا بت صرف مسلمانوں کی عبادت تک محدود نہ رہا، بلکہ بتوں کی قدیم تاریخ کا بھی نمایاں حصہ بن گیا۔ انبیا کے دشمن اور مخالفین بھی اسی بت کے پجاری بتائے جانے لگے۔ فرعونی ماہومیٹی قرار دیے گئے۔ فرعون ڈوبتے وقت غرقابی سے نجات کی غرض سے اپنی سپاہ کو ماہونڈ سے رجوع کی تلقین کرتا دکھایا گیا ہے۔[105]

بعض اہلِ مغرب نے آں جناب ﷺ کو (نعوذ باللہ) ایک ایسا مسیحی قرار دیا، جس نے مسیحیت کے اندر حصولِ عظمت یا پوپ بننے میں ناکامی کے بعد اقتدار و حکومت اور جاہ و حشمت کی خاطر مسیح کی

---

[101] Watt, *Muhammad: Prophet and Statesman*, 231.

[102] Philip K. Hitti, *Islam a way of life* (London: Oxford University Press, 1971), 22-23.

[103] Archbishop Turpin, *History of Charles the Great and Orlando*, trans. Thomas Rodd (London: Old Broad Street, 1812), 1/6-7.

[104] Ordericus Vitalis, *The Ecclesiastical History of England and Normandy*, trans. Thomas Forester (London: Henry G .Bohn, ND), 3/175-176.

[105] See for details: Lucky T Smith, *York Plays: The Plays Performed on the Day of Corpus Christi in the 14th, 15th, & 16th Centuries* (Oxford: Clarendon press, 1885)

Marfat.com

تعلیمات کو مسخ کر کے ایک نیا مذہب ایجاد کیا۔ ایک کہانی میں ہے کہ وہ یروشلم کا بڑا بشپ بننا چاہتا تھا، جس کی بنا پر شہنشاہ نے اس کو جلاوطن کر دیا۔ وہ لیبیا چلا گیا اور وہاں کے چیف کے گھر قیام کیا اور اسے قتل کر ڈالا، تاکہ اس کی جگہ لے لے۔ بادشاہ مر رہا تھا اور وہ اعلان کر رہا تھا کہ جو شخص ایک خاص سفید بیل کو رام کر لے گا وہ بادشاہ بن جائے گا، اور خود اس نے خفیہ طور پر اس بیل کو رام کر رکھا تھا۔ یوں وہ بادشاہ بن گیا۔ وہ تو خدا بننے کا خواہش مند تھا، لیکن خدا نے اسے مرگی میں مبتلا کر دیا۔ وہ خوفناک موت مرا، اسے سوروں نے کھایا اور اس کا تابوت ہوا میں معلق ہو گیا۔[106] ایک اور کہانی میں قرار دیا گیا کہ کلیسا نے ایک سرجیئس (Sergius the Monk)[107] نام راہب کو بدعتی قرار دے کر عیسائیت سے نکال دیا۔ یہ عرب چلا گیا، جہاں اس کی ملاقات محمد [ﷺ] سے ہوئی، اس نے محمد [ﷺ] کو مسخ شدہ عیسائیت کی تبلیغ کی۔ محمد (ﷺ) کے پیروکار اس مسخ شدہ عیسائیت کو لے کر اٹھے اور اسے تلوار کے زور پر دنیا کے بہت سے خطوں میں پھیلا دیا؛ لیکن محمد [ﷺ] کا اپنا انجام یہ ہوا کہ اس کو (نعوذ باللہ) شیطانی وحی کے ایک دورے کے دوران خنزیروں نے پھاڑ کر ہلاک کر دیا۔[108]

اس نوع کے الزامات اور افسانوں کو دورِ نشاۃِ ثانیہ اور بعد کے ادوار میں خود اہلِ مغرب کی جانب سے سختی سے رد اور جدید تحریکات وغیرہ کے زیرِ اثر پیغمبرِ اسلام ﷺ کی قدرے حقیقت

[106] Henry Stubbe, *An account of the Rise and Progress of Mahometanism with the life of Mahomet,* ed; Ḥāfiẓ Maḥmūd Khān Shairānī (London: Luzac & co, 1911), 219.

[107] سرجیئس بحیری راہب کو کہا جاتا ہے، اہلِ تاریخ کے مطابق جس سے آں جناب ﷺ کی حضرت ابو طالب (539ء–620ء) کے ساتھ شام کے سفر کے دوران بصرہ میں ملاقات ہوئی تھی اور جس نے بعض معجزانہ علامات کے ذریعے آپ ﷺ کو پہچانا اور بتایا تھا کہ آپ نبی ہیں۔ اس وقت حضور ﷺ کی عمر نو سے بارہ سال کے درمیان تھی۔

[108] Karen Armstrong, *Muhammad: A Biography of the Prophet* (London: Clays, 2003), 27.

Marfat.com

پسندانہ تفہیم کا دعویٰ کیا گیا؛ لیکن ان ادوار کا مغربی لٹریچر بالعموم اس دعوے کی تائید نہیں کرتا، کیوں کہ اس میں بھی حضرت محمد ﷺ سے بغض و عداوت بہت زوروں پر نظر آتی ہے۔[109] ان ادوار کے شعرا اور ادیب تو ایک طرف بڑے بڑے مصلحین تک، جو پوپ اور کیتھولک چرچ کے دشمن تھے، بھی پیغمبر اسلام ﷺ سے متعلق حقیقت پسندانہ رویہ نہ اپنا سکے۔ پروٹسٹنٹ کا بانی مارٹن لوتھر۔جو جدید یورپ کا بہت بڑا مفکر اور مصلح اعظم سمجھا جاتا ہے۔حضور ﷺ سے شدید بغض و نفرت کا اظہار کرتا نظر آتا ہے۔وہ (معاذاللہ) حضور ﷺ کو شیطان قرار دیتا اور یسوع مسیح سے دعا کرتا ہے کہ وہ قرآن کے مصنف پر آگ برسائے۔[110]

جان بیل (John bale، 1495ء-1563ء)[111] بھی پوپ کا سخت دشمن تھا، لیکن اسے بھی پوپ سے نفرت کے اظہار کے لیے حضور ﷺ کی شخصیت ہی دکھائی دی۔اس نے آں حضور ﷺ اور رومی پوپ کا موازنہ کیا اور قرار دیا کہ یاجوج ماجوج سے روح القدس کی مراد یہی دو افراد اور ان کے بدترین اخلاف ہیں۔[112] بشپ بیل اپنے مذکورہ موازنے میں مزید کہتا ہے کہ یہ دونوں افراد فتنہ و فساد پیدا کرنے والے ہیں۔انھوں نے کتبِ مقدسہ کو تسلیم کرنے

---

[109] مختلف ادوار میں سیرت طیبہ سے متعلق اہل مغرب کے متعصبانہ رویوں کا ایک تاریخی خاکہ گذشتہ باب میں استشراق کی ارتقائی تاریخ کے بیان میں پیش کیا جاچکا ہے۔

[110] Stubbe, *Rise and Progress of Mahometanism,* 229.

[111] قرون وسطیٰ کے آئرلینڈ یا آسرے (Ossory) کا بشپ۔اپنے زمانے تک کے انگریز مصنفین کے کاموں کی فہرست مرتب کی۔کنگ جان کے موضوع پر قدیم ترین انگریزی شعری ڈرامہ (Verse Drama) تحریر کیا۔مخالفین پر شدید اور توہین آمیز تنقید کیا کرتا تھا۔اپنی جھگڑالو اور جارحانہ طبیعت کے باعث چڑچڑا یا صفرا کا مریض بیل (Bilious Bale) کہلاتا ہے۔

[112] Stubbe, *Rise and Progress of Mahometanism,* 230.

Marfat.com

کے باوجود اپنے اپنے قوانین بنا کر ان کی پیروی کی دعوت دی ہے۔ یہ ان گنت لوگوں کے قاتل ہیں، بظاہر نیک دکھائی دیتے ہیں، لیکن فی الواقع شیطان کے بدقماش نائب ہیں۔[113]

ستم ظریفی ملاحظہ کیجیے کہ ایک طرف پروٹسٹنٹ اپنے دشمن کیتھولک چرچ کو ماہومٹن (Mahumetan) قرار دے رہے تھے اور دوسری جانب پروٹسٹنٹ فرقے اور لوتھر کو بدعتی سمجھنے والے انھیں ماہومٹن (Mahumetan) بتارہے تھے۔[114] کارڈینل پیرون (Jacques Davy Duperron یا Davy du Perron Jacques، 1556ء–1618ء)[115] نے پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی خبر لی؛ لوتھر اور انگلینڈ کے بادشاہ ہنری ہشتم (Henri viii، 1491ء–1547ء)[116] وغیرہ کی بداعمالیاں گنوائیں تو اس نے ضروری سمجھا کہ ان کا موازنہ محمد ﷺ سے کیا جائے۔ اس نے "Luther's Alkoran" کے نام سے ایک کتاب تحریر کی اور لوتھر کی تعلیمات کو حقیر و قابلِ نفرین ثابت کرنے کی غرض سے چالیس نکات میں لوتھر اور قرآن کی تعلیمات میں مماثلت ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ یہ شخص ہنری ہشتم کے مظالم کا تذکرہ کرتے ہوئے اسے ماہومٹن ہنری (MahumetanHenry) کہتا اور سر جیمس، لوتھر اور محمد (ﷺ) کو مسیحیت سے برگشتہ اور بدعتی قرار دیتا ہے۔[117]

[113] Stubbe, *Rise and Progress of Mahometanism,* 230–231.

[114] اس ضمن میں تفصیلی معلومات کے لیے دیکھیے:

Norman Daniel, *Islam and the West: the making of an image* (Edinburgh: Edinburgh University press, 1960), 284–285.

[115] فرانسیسی سیاست دان اور رومن کیتھولک کارڈینل۔ (کارڈینل کیتھولک چرچ میں ایک ٹائٹل تھا، جو عظیم رہنمائے چرچ کو ظاہر کرتا تھا، کارڈینلز کا ایک گروپ کالج آف کارڈینلز کہلاتا تھا، جس کے ممبر پوپ کی درخواست پر کلیسائی معاملات میں مشورہ دینے کا فریضہ انجام دیتے تھے)

[116] زمانۂ اقتدار 1509ء–1547ء ہے۔

[117] Stubbe, *Rise and Progress of Mahometanism,* 231–232.cf. Cardinal Peron, *Luther's Alkoran,* 2/117–125, 1642.

Marfat.com

بعد کے ادوار میں البتہ کچھ آوازیں ایسی سنائی دیتی ہیں جنھوں نے حضور ﷺ سے متعلق مغرب کی یاوہ گوئیوں کی مذمت کی۔ مثلاً ہنری سٹب (Henry Stubbe، 1632ء-1676ء)[118] نے بہت سے بے سروپا مغربی تصورات کو باطل قرار دیتے ہوئے آں جناب ﷺ کے اخلاق و کردار کی تعریف کی۔[119] ہنری کومٹ ڈی بولین ویلئیرز (Henri Comete de Boulainvilliers، 1658ء-1722ء)[120] نے 1731 میں پیرس سے شائع ہونے والی کتاب "Histoire des Arabes avec la Vie de Mahomet" میں حضور ﷺ کو عہدِ عقل و دانائی کا پیش رو قرار دیا۔ والٹیئر نے "Les Moeurs et l,sprit des nations" کے عنوان سے شائع ہونے والی کتاب میں آں حضور ﷺ کو ایک نمایاں اور صاحبِ بصیرت سیاسی مفکر اور ایک عقلی مذہب کے بانی کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی۔ اس نے اعتراف کیا کہ مسلمان عیسائیوں کی نسبت زیادہ روادار رہے ہیں۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ کی عظمت کی گواہی آپ کے کٹر مخالفین اور دشمن بھی دینے پر مجبور ہوئے ہیں۔ جوہن جیکوب ریسکی (Johann Jakob Reiske، 1716ء-1774ء)[121] نے واضح کیا کہ آں حضور ﷺ اعلیٰ صفات کے حامل انسان

---

[118] انگریز فزیشن اور مصنف۔ یہ اپنے زمانے کے لاطینی اور یونانی کے سب سے بڑے سکالر اور عظیم ریاضی دان اور مورخ قرار دیے گئے ہیں۔ مذہبی رواداری کے موید تھے۔ تثلیث پرست مسیحیت کی مخالفت کی؛ توحید پرست عیسائیت اور اسلام میں مماثلت دکھانے کی کوشش کی۔ ان کی کتاب "An Account of Rise and Progress of Mahometanism"، جس کا حوالہ اوپر کئی بار آ چکا ہے، انگریزی میں اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کا پہلا ہمدردانہ مطالعہ قرار دی گئی ہے۔ اس کتاب میں سٹب نے آں جناب ﷺ کے خلاف مغربی تصورات کو غلط اور متعصبانہ قرار دیا۔ سٹب یہ کتاب شائع نہ کروا سکے تھے؛ یہ نسخ کی حیثیت سے زیرِ گردش رہی۔

[119] See: Stubbe, *Rise and Progress of Mahometanism,* 141-143.

[120] فرانسیسی مصنف و مورخ۔ آرمی میں خدمات انجام دیں۔ تاریخ اور مذہب کے علاوہ سائنس اور فلسفے کے موضوعات پر بھی کتابیں تحریر کیں۔

[121] جرمن فزیشن اور مستشرق۔ مغرب میں عربی اور بازنطینی علم اللسان کے بانی خیال کئے گئے ہیں۔ اس ضمن میں متعدد کتابیں تحریر کیں۔

Marfat.com

ہیں اور اسلام ایک الہامی مذہب ہے۔[122] گوئٹے نے حضور ﷺ کی مدحت و توصیف اور آپ کے دفاع میں نمایاں حصہ لیا۔ اس نے جناب مسیح سے متعلق مشرکانہ مسیحی تصورات کو رد کیا اور اللہ کی وحدانیت اور حضور ﷺ کی صداقت کا اقرار کیا۔[123] تھامس کارلائل نے اہلِ مغرب کو حضور ﷺ سے متعلق بے سروپا اور باطل تصورات پر شرم دلائی اور اسے اپنی عزت و وقار پر دھبہ باور کرانے کی کوشش کی۔ اس نے آپ ﷺ سے متعلق کبوتر کی بے ہودہ اور بے دلیل کہانی کا حوالہ دیتے ہوئے قدیم مغربی خرافات سے نکلنے پر زور دیا۔ اس نے واضح کیا کہ لاکھوں انسانوں کے ہادی و رہنما محمد [ﷺ] جھوٹے اور دغاباز نہیں ہوسکتے؛ قرائن نہایت بے غبار انداز سے آپ [ﷺ] کو عظیم، سچا اور مخلص انسان ٹھراتے ہیں۔[124]

لیکن تاریخ کا یہ عجیب المیہ ہے کہ حضور ﷺ کا دفاع کرنے والے ان مصنفین میں سے اکثر کسی نہ کسی حوالے سے آپ ﷺ کی مخالفت پر بھی کمربستہ نظر آتے ہیں۔ مثلاً کومٹ ڈی بولین اپنے مذکورہ بالا تاثر کے ساتھ ساتھ اہلِ اسلام کے اپنے مذہب کو زبردستی پھیلانے کا تاثر بھی پیدا کرتا نظر آتا ہے۔ والٹیئر "Mahomet or Fanaticism" میں آپ ﷺ کی وہی روایتی مغربی تصویر کشی کرتا اور آپ ﷺ کو طاقت کے زور پر اپنا مذہب لاگو کرنے کا الزام دیتا ہے۔[125] مزید برآں جدید تر ادوار کے مستشرقین کے یہاں بھی آپ ﷺ کی شخصیت و کردار سے متعلق معترضانہ اور منفی افکار و خیالات عام ملتے ہیں، جس سے جدید مستشرقین کے عمومی رویے کے

[122] Armstrong, *Muhammad A Biography*, 36–37.

[123] See: ʿAbd al-Qādir al-Murābit (Abdulqadir Almurabit) "Was the Goethe a Muslim?" Accessed October 2, 2015.

http://www.themodernreligion.com/convert/convert_goethe.htm

[124] Thomas Carlyle, *Heroes and Hero Worship* (Philadelphia: Henry Altemus, ND), 60–63.

[125] Armstrong, *Muhammad A Biography*, 37–38.

Marfat.com

روایتی ہونے کے تصور کو تقویت فراہم ہوتی ہے۔ اس ضمن میں عہدِ جدید کے چند مستشرقین کے افکار پیش کیے جاتے ہیں:

گستاویل کا کہنا ہے آپ[ﷺ] (معاذ اللہ) اپنے مفاد کے تحت جھوٹ، دھوکے بازی، فراڈ سب کچھ کر گزرنے کو تیار ہوتے تھے۔ ویل کے الفاظ ہیں:

> However that may be, there is no doubt that he had frequent recourse to all sorts of fraud and imposture to secure his purpose ;calling into his service the angel Gabriel to reveal things which he could not himself believe.[126]

> کچھ بھی ہو محمد[ﷺ] کے پاس اپنے مفاد کے لیے ہر قسم کے فراڈ اور دھوکے کا آپشن موجود تھا۔ وہ کسی بھی وقت فرشتہ جبریل کو اس خدمت کے لیے بلا سکتے تھے، کہ ان پر وہ چیزیں نازل کرے، جن پر وہ خود بھی یقین نہ کر سکتے تھے۔

ٹار اینڈ رائے (Tor Julius Efraim Andrae، 1885ء-1947ء)[127] کے نزدیک بھی آپ ﷺ (نعوذ باللہ) عیار، دغا باز اور حیلے بہانے سے اپنا مفاد حاصل کرنے کا رجحان رکھنے والے

[126] Weil, *History of Islamic peoples*, 26.

[127] سویڈش مستشرق اور بشپ۔ مذہبی اور کلیسائی پس منظر کے حامل ٹار اینڈ رائے نے اپسالہ یونیورسٹی (Uppsala University) سویڈن سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ یونی ورسٹی کالج آف سٹاکہلم (University College of Stockholm) سویڈن میں تاریخ مذاہب کے پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ابتدائی اسلامی تاریخ، اسلامی تصوف اور سایکالوجی آف ریلجین دلچسپی کے خاص موضوعات تھے۔ اسلام اور سیرت نبوی کے حوالے سے "Mohammed, Sein Leben und Sein Glaube" کے عنوان سے کتاب شائع کی، جو ہسپانی، اطالوی اور انگریزی زبانوں میں ترجمہ ہوئی۔ ہمارے پیش نظر اس کتاب کا انگریزی ترجمہ ہے، جو "Muhammad: The Man and His Faith" کے عنوان سے کیا گیا ہے۔

Marfat.com

تھے۔[128] رائے آپ ﷺ کی اخلاقیات کو کو کم تر دکھانے کے لیے استدلال کرتا ہے کہ آپ میں خوبیاں یقیناً ہیں لیکن آپ کی اخلاقی پوزیشن آپ کی دیگر خوبیوں کے مقابلے میں بہت کمزور ہے:

> In spite of everything that can be said in defense Muhammad's religious integrity and his loyalty to his call, his endurance, his liberality and his generosity, we are not doing the prophet of Islam an injustice when we conclude that his moral personality does not stand upon the same level with his other endowments.[129]

> محمد [ﷺ] کی مذہبی دیانت، اپنے مشن سے لگن، صبر و ضبط، وسعتِ نظر اور لطف و مہربانی کے دفاع میں جو کچھ بھی کہا جا سکے، یہ نتیجہ اخذ کر کے ہم پیغمبرِ اسلام سے ناانصافی نہیں کر رہے ہوں گے کہ آپ کی اخلاقیات آپ کی دیگر خوبیوں کے برابر نہیں۔

ولیم میور نے آپ ﷺ کی شادیوں کو خواہش نفس کا نتیجہ قرار دیتے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہ آپ ﷺ نے اپنی نفسانی خواہش کی تسکین کے لیے شادیوں کی اس مقررہ حد کی پروا بھی نہیں کی، جو آپ ﷺ نے اپنے پیروکاروں کے لیے طے کی تھی، لکھا:

> Mahomet weakness for the sex seemed only to grow with age, and the attractions of his increasing

[128] Tor Andrae, *Muhammad: The man and his faith,* trans. Theophil Menzel (London: George Allen & Unwin, 1956), 143.

[129] Andrae, *Muhammad: The man and his faith, 191.*

Marfat.com

harem were insufficient to prevent his passion from wandering beyond its ample limits.[130]

عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ محمد [ﷺ] کی شہوانی کمزوری بڑھتی ہی گئی۔ شادیوں کی مقررہ حد بھی انھیں حرم میں اضافے کی خواہش پوری کرنے سے باز نہ رکھ سکی۔

میور نے حضور ﷺ کے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کے واقعے کو افسانوی اور شاعرانہ انداز میں بیان کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ [ﷺ] (معاذ اللہ) اتنے خواہش پرست تھے کہ اپنے معاشرے کے مسلمہ اخلاقی اصولوں کو پامال کر کے بھی اس عورت کو حاصل کرنے میں آپ [ﷺ] کو عار نہ ہوئی، جو آپ [ﷺ] کے متبنیٰ زید کی منکوحہ تھی۔ آپ [ﷺ] اس کی محبت میں گرفتار ہوئے اور ہر قیمت پر اسے پانے کا تہیہ کر لیا؛ اور اس مقصد کے لیے وحی سے مدد لے لی۔[131]

جدید مغربی اہلِ قلم نے سیرت مصطفوی ﷺ کے حوالے سے اپنی تنقید میں یہ ثابت کرنے کی بھی کوشش کی کہ آپ ﷺ اور آپ کا خاندان نہایت حقیر سماجی حیثیت رکھتا تھا۔ مسلمان آپ ﷺ کو نسباً بڑا اور اعلیٰ ثابت کرنے کے لیے آپ ﷺ کو ابراہیم و اسماعیل کی نسل سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ آپ ﷺ ان پیغمبرانِ خدا کی نسل سے ہیں ہی نہیں۔ ولیم میور کے مطابق آں حضور ﷺ کو نسلِ اسماعیل میں سے ثابت کرنے کے لیے آپ ﷺ کے ابراہیمی نسب نامے کے ابتدائی سلسلے گھڑے گئے اور حضرت اسماعیل اور بنی اسرائیل کے بے شمار قصے نصف یہودی اور نصف عربی سانچے میں ڈھالے گئے۔[132] منٹگمری واٹ کا کہنا ہے کہ اگرچہ قرآن میں دینِ ابراہیمی کے تصور کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے لیکن یہ تصور مکی قرآن میں نظر نہیں آتا۔ نہ ہی ابراہیم و اسماعیل کے کعبے سے کسی تعلق کا سراغ ملتا ہے۔ معلوم یوں ہوتا ہے کہ

---

[130] Muir, *Mahomet and Islam,* 140.

[131] Muir, *Mahomet and Islam,* 140-141.

[132] محمد احسان الحق سلیمانی، رسولِ مبین (لاہور: مقبول اکیڈمی، 1993)، 94۔

Marfat.com

ابتدا میں مسلمانوں کو معلوم ہی نہ تھا کہ حضرت اسماعیل کا حضرت ابراہیم سے اور حضرت اسماعیل کا عربوں سے کیا تعلق ہے؟ انھیں ان باتوں کا علم مدینہ میں یہودیوں سے روابط کی بنا پر ہو۔[133] مستشرقین نے حضور ﷺ اور خاندان بنو ہاشم کو مکہ کے دیگر خاندانوں کی نسبت کمزور و غریب اور پست حیثیت کا مالک ثابت کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ جان جوزف ساونڈرز (John Joseph Saunders، 1910-1972)[134] کا کہنا ہے کہ محمد ﷺ ایک کم تر قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔[135] ولیم میور کا خیال ہے کہ عبد المطلب کے بیٹے اپنے خاندانی وقار کو قائم نہ رکھ سکنے کی بنا پر بہت سے ریاستی عہدوں سے دست بردار ہو گئے اور پست معیارِ زندگی پر آ گئے تھے۔[136] منٹگمری واٹ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ کے سرپرست اس قدر کم مالی استطاعت رکھتے تھے کہ وہ زیادہ سے زیادہ یہ احتیاط کرنے کی پوزیشن میں تھے کہ آپ ﷺ کہیں بھوک سے مر نہ جائیں۔[137] مکے کے معاملات میں خاندان بنو ہاشم کے افراد کی اہمیت نہ ہونے کے برابر تھی۔[138] حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے خاندان کی سماجی حیثیت کو اہلِ مغرب کی تحریریں اس دلیل سے بھی کم تر باور کراتی نظر آتی ہیں کہ حضور ﷺ کو مرضعہ کے سپرد کیا جانا آپ کی یتیمی اور کم تر سماجی حیثیت کے پیشِ نظر تھا، کیونکہ مکے کے بعض معزز حلقے اس عمل کو ناپسند کرتے

---

[133] Watt, *Muhammad at Medina,* 204–205.

[134] برٹش مورخ و مصنف۔ قرونِ وسطیٰ کی اسلامی اور ایشیائی تاریخ دلچسپی کا خصوصی میدان تھی۔ "A History of Medieval Islam", "The Muslim World on the Eve of Europe's expansion", "Muslims and Mongols: Essays on Medieval Asia" وغیرہ کتابیں تحریر کیں۔

[135] John Joseph Saunders, *A History of medieval Islam* (London: Routledge and Kegan Paul, 1965), 23.

[136] Muir, *Mahomet and Islam,* 15.

[137] Watt, *Muhammad Prophet and Statesman,*8.

[138] Watt, *Muhammad Prophet and Statesman,* 200–20

Marfat.com

تھے۔[139] میثاقِ مدینہ کی رو سے آپ ﷺ کو مدینہ کا بااختیار حکمران ظاہر کیا جاتا ہے، حالانکہ در حقیقت اس معاہدے کی رو سے آپ ﷺ کو نہایت معمولی اختیارات حاصل تھے اور آپ ﷺ مدینہ کے دیگر سرداران قبائل سے کچھ بھی ممتاز حیثیت نہ رکھتے تھے۔[140]

مستشرقین حضور ﷺ پر یہ الزام بھی لگاتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے دین کو تلوار کے ذریعے پھیلایا؛ جبر و تشدد روا رکھا؛ لوٹ مار اور ڈاکے ذریعے سامانِ معیشت فراہم کیا۔ مثلاً منٹگمری واٹ نے ہجرتِ مدینہ کے بعد مسلمانوں کی مختلف مہمات کو ڈاکوں سے تعبیر کرتے ہوئے لکھا:

> All these expeditions, even that of Badr, were razzias, where the aim was to capture booty without undue danger to oneself...[141]

واٹ نے ایک اور مقام پر حضور ﷺ کی مختلف مہمات کی بنا پر آپ ﷺ کو ایسا جارح باور کرانے کی کوشش کی ہے، جس کا آج کے امن پسند زمانے میں تصور نہیں کیا جاسکتا:

> In our peace conscious age it is difficult to understand how a religious leader could thus engage in offensive war and became almost an aggressor.[142]

---

[139]William Montgomery Watt, *Muhammad at Mecca* (Great Britain: Edinburgh University Press, 1988,) 47.

[140] Watt, Muhammad at Medina, 228-229; Watt, Muhammad: Prophet and Statesman, 33.

[141] Watt, *Muhammad at Medina,* 231.

[142] Watt, *Muhammad Prophet and Statesman,* 105.

Marfat.com

> ہمارے امن پسند زمانے میں یہ سمجھنا مشکل ہے کہ ایک مذہبی رہنما اس طرح کی جارحانہ جنگ میں ملوث ہو سکتا ہے اور تقریباً ایک جارح بن سکتا ہے۔

ولیم میور کا کہنا ہے کہ جنگ بدر میں مسلمانوں کے لڑنے کا جذبہ محرکہ لوٹ کی خواہش تھی۔[143] جارج سیل کا خیال ہے کہ ابتداءً حضور ﷺ کا رویہ نرم اور معتدل صرف اس لیے تھا کہ آپ ﷺ کمزور تھے، جب آپ ﷺ کو طاقت حاصل ہوئی تو آپ ﷺ نے فوراً اعلان کر دیا کہ آپ ﷺ کو بارگاہِ خداوندی سے دشمنوں پر حملہ کرنے، بت پرستی کو ختم کرنے اور دین کو بہ زورِ شمشیر قائم کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔[144] ٹار اینڈرائے کے خیال میں جنگی فتوحات نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ آپ اپنے دین کو بہ زورِ بازو نافذ کر سکتے ہیں۔ رائے کے الفاظ ہیں:

> The satisfaction and joy of victory increased the prophet's consciousness of his calling. The thought grew in him that the world must be compelled by force to obey Allah's word and commandments, if preaching did not succeed.[145]

> فتح کی خوشی اور اطمینان نے اپنے مشن کے لیے پیغمبر [ﷺ] کی توجہ اور احساس میں اضافہ کیا۔ ان کے اندر یہ خیال پختہ ہو گیا کہ اگر تبلیغ کارگر نہ ہو تو دنیا کو بہ زورِ طاقت احکامِ الٰہی کی اطاعت پر مجبور کیا سکتا ہے۔

---

[143] Muir, *Mahomet and Islam,* 101.

[144] George Sale, *The Koran,* 38.

[145] Andrae, *Muhammad: The man and his faith,* 147 .

Marfat.com

مستشرق مذکور کے مطابق حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ اپنی ضروریاتِ زندگی اور سامانِ معیشت مدینے سے گزر کر شام آنے جانے والے قافلوں کو لوٹ کر فراہم کیا کرتے تھے۔[146]

سیرتِ نبوی ﷺ کے حوالے سے مغربی اہلِ قلم کے یہاں ایک قابلِ ذکر امر آپ ﷺ کے تصورِ توحید کو شرک سے ملوث بتانا ہے۔ اس سلسلے میں قدیم مغربی اہلِ قلم نے، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، خود آپ ﷺ ہی کو بت قرار دے ڈالا تھا، جس کی ان کے بقول مسلمان پرستش کیا کرتے تھے۔ جدید مغربی قلم کار اگرچہ آپ ﷺ کو اپنے قدما کی طرح بت قرار نہیں دیتے، لیکن آپ ﷺ کو شرک اور مشرکین سے سمجھوتا کرنے والا اور اسلامی عبادات و رسوم اور ان کے طریقِ ادائیگی کو شرک ظاہر کرنے میں انھیں بھی کوئی عار نہیں۔ ٹار اینڈرائے کا خیال ہے کہ محمد [ﷺ] نے بتوں کی شفاعت کا انکار نہیں کیا؛ آپ [ﷺ] نے صرف انھیں خدا کی بیٹیاں کہنے سے منع کیا ہے؛ حضور [ﷺ] تسلیم کرتے ہیں کہ بت فرشتے ہیں اور بتوں کا حقِ شفاعت مسلّم ہے۔[147] جارج سیل کے مطابق حج بیت اللہ اور نمازوں میں کعبے کی طرف رخ کرنا بت پرستی کے ہم معنی ہے۔ محمد [ﷺ] نے عربوں کو کعبے سے روکنے کی ناکام کوششوں کے بعد ان کی مشرکانہ رسوم کے سلسلے میں ان سے مصالحت کر لی تھی اور نمازوں میں خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنے اور کعبے کا حج کرنے کی اجازت دے دی تھی۔[148] منٹگمری واٹ مشرکینِ مکہ اور حضور ﷺ کے تصورِ الٰہ کو ایک ہی بنا دیتے ہیں، جب وہ کہتے ہیں کہ آپ [ﷺ] کا تصور یہ تھا کہ اللہ بڑا خدا ہے، جس کے ساتھ کم تر درجے کے خدا موجود ہیں، جو بڑے خدا تک واسطے اور تقرب کا ذریعہ ہو سکتے ہیں۔[149] اس بات کا امکان موجود ہے کہ آپ [ﷺ] کا اور آپ [ﷺ] کے دیگر ہم عصروں کا ایک ہی عقیدہ ہو، کہ اللہ بڑا خدا ہے، جس کے ساتھ دیگر خدا بھی ہیں، جو اس تک پہنچنے کا

[146] Andrae, *Muhammad: The man and his faith*, 104 .

[147] Andrae, *Muhammad: The man and his faith*, 21–22.

[148] George Sale, *The Koran*, 95.

[149] Watt, *Muhammad at Mecca*, 49.

Marfat.com

کام دے سکتے ہیں۔[150] قرآن نے ان خداؤں کے لوگوں کو نفع یا نقصان نہ پہنچا سکنے کا ذکر تو کیا ہے، لیکن ان کے وجود کا انکار یا ان کے چھوٹے خدا ہونے کی نفی نہیں کی۔[151] حضرت محمد [ﷺ] ابتدا میں بتوں اور بت پرستی کے مخالف نہ تھے؛ قرآن کی ابتدائی آیات میں بت پرستی کو نشانہ نہیں بنایا گیا؛ ہاں بعد میں محمد [ﷺ] نے اس کی سخت مخالفت ضرور کی۔[152]

سیرتِ نبوی ﷺ کے حوالے سے مستشرقین کی جانب سے ایک یہ تصور سامنے آیا کہ محمد ﷺ کی کامیابی اور آپ ﷺ کی دعوت کی بسرعت اشاعت دراصل حالات و ظروف کے موافق و سازگار اور آپ ﷺ کے حق میں ہونے کا نتیجہ تھی۔ ولیم میور کے مطابق حالات اتنے سازگار تھے اور دعوت و تبلیغ اتنی پرجوش تھی کہ اسلام گھر گھر اور قبیلہ قبیلہ پہنچ گیا۔ یہودی حیرت زدہ تھے، جن لوگوں کو بت پرستی سے نکالنے کے لیے ان کی زمانوں کی محنت کارگر نہ ہو سکی تھی، اب وہ بتوں کو پھینک کر توحیدِ خداوندی کا اقرار کر رہے تھے۔ کامیابی کا راز آلے کے صحیح استعمال میں مضمر تھا۔ اسلام مقامی اور مزاج سے ہم آہنگ تھا۔ یہودیت اپنی اصل کے اعتبار سے بدیسی تھی، لہٰذا وہ عربوں کی ہمدردیاں حاصل نہ کر سکی۔ اسلام عربوں کے عقائد و نظریات، توہمات اور رسوم ورواجات پر مبنی تھا، سو وہ جلد ہی ان کے دلوں میں جاگزیں ہو گیا۔[153] گب نے لکھا:

> Mohammad was not at the outset the conscious preacher of a new religion. It was opposition and controversy with the Meccans that forced him on from stage to stage, as it was the later opposition in Medina that led to the final

[150] Watt, *Muhammad at Mecca,* 87.

[151] Watt, *Muhammad at Mecca,* 90.

[152] Watt, *Muhammad at Medina,* 309.

[153] Muir, *Mahomet and Islam,* 58.

Marfat.com

emergence of Islam as a new religious community with its distinctive faith and institution.[154]

محمد[ﷺ] ابتدا میں شعوری سطح پر نئے دین کے داعی نہ تھے، یہ اہل مکہ کی مخالفت اور دشمنی تھی جس نے آپ[ﷺ] کو رفتہ رفتہ اس پر مجبور کیا۔ بعد ازاں مدینے میں آپ[ﷺ] کی مخالفت ایک نئے صاحبِ عقیدہ و نظم مذہبی معاشرے کی صورت میں اسلام کے ظہور پر منتج ہوئی۔

منٹگمری واٹ کا استدلال ہے کہ کوئی نیا مذہب کسی ضروری محرک کے بغیر ظہور پذیر نہیں ہو سکتا۔ محمد[ﷺ] اور آپ[ﷺ] کے اولین پیروکاروں کے معاملے میں بھی یقیناً ضرورت رہی ہوگی، جسے ترقی پذیر مذہب کے عقائد و رسوم کے ذریعے پورا کیا گیا۔[155]

معاد، اخروی جزا و سزا اور جنت و دوزخ

معاد، اخروی جزا و سزا اور جنت و دوزخ کے حسی و مادی ہونے کے اسلامی تصورات مستشرقین کے مطابق یہودیت، عیسائیت اور زردشت وغیرہ مذاہب سے ماخوذ ہیں، جنھیں کچھ مقامی رنگ و روغن لگا کر محمد[ﷺ] نے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا۔[156] رچرڈ بیل نے قرآنی آیات کے حوالے سے روزِ قیامت پیش آنے والے واقعات کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے:

The similarity of all this to Jewish and Christian ideas is evident and need not here be followed in

---

[154] H. A. R. Gibb, *Mohammedanism: An Historical Survey* (New York: Oxford University press, 1964), 25-26.

[155] Watt, *Muhammad: Prophet and Statesman*, 14.

[156] دلچسپ بات یہ ہے کہ مغرب میں مسیحیت سے متعلق بھی یہی کہا گیا کہ اس میں ان چیزوں کے حسی و مادی ہونے کا تصور دیگر مذاہب کی تقلید سے پیدا ہوا۔ دیکھیے:

Encyclopaedia Britannica, *The new Encyclopaedia Britannica* (Chicago: Encyclopaedia Britannica, 1986), 5/780

Marfat.com

> detail... there are many dramatic Judgment-scenes which quite evidently arise out of the situation in which Muhammad found himself with his opponents- a free using of the judgment idea to enforce his doctrines.[157]

> ان سب کی یہودی و عیسائی خیالات سے مشابہت واضح ہے اور یہاں ان کے تفصیلی تذکرے کی حاجت نہیں... بہت سے ڈرامائی مناظرِ قیامت ککے کے ان حالات کا نتیجہ ہیں جن میں محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] اپنے مخالفین میں موجود تھے۔ محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] نے نظریۂ قیامت کا اپنے عقائد کو نافذ کرنے کی غرض سے آزادانہ استعمال کیا۔

بیل کے خیال میں روزِ حشر کتابوں کے کھولے جانے، آدمی کا نامۂ اعمال اس کے ہاتھ میں دیے جانے اور اسے پڑھنے کے لیے کہے جانے کے قرآنی تصورات انجیل اور عربوں کے حالات پر منحصر ہیں۔ جہنم کا قرآنی تصور ایتھوپک کے توسط سے عبرانی کے جیہنوم (Ge-hinnom) سے ماخوذ ہے، جسے محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] نے اختیار کر کے اپنے مقصد کے لیے استعمال کیا۔ اہلِ جہنم کو دی جانے والی جن سزاؤں کا محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] نے ذکر کیا ہے ان میں سے اکثر مسیحی لٹریچر میں تفصیلاً موجود ہیں۔ اہلِ جہنم کا اہلِ جنت سے پانی طلب کرنا، انجیل میں موجود لذاروس (Lazarus) اور اہلِ جہنم کا زنجیروں سے جکڑا جانا ایپوکلپس آف جان (Apocalypse of John) میں شیطان کے زنجیروں سے جکڑے جانے کے مشابہ ہے۔ شجرِ زقوم اور کھولتے ہوئے پانی سے جہنمیوں کی تواضع کا تخیل عربی رنگ میں پیش کیا گیا۔ مقصد ان سب کا یہ ہے کہ مستقبل کی سخت سزاؤں سے ڈرا کر سخت دلوں سے غیر مطلوب عقائد کو نکال ڈالا جائے۔[158] اسی طرح جنت بھی مقامی رنگ و روغن کے علاوہ عیش و نشاطِ اخروی کے یونانی و مسیحی تصورات کی مدد سے تیار کی گئی ہے، اور اس کا

---

[157] Bell, Introduction *to the Quran,* 156-157.

[158] Bell, Introduction *to the Quran,* 158-159.

Marfat.com

منظر کشی ہے کہ مستقبل کی زندگی کی عشرت کو جیسے کہ قرآن نے ان کا ہے سے مجھے یہ چیز محسوس ہوتی ہے، حضرت محمد ﷺ جنت کا سب سے پہلا تصور حوروں کا تخیل ہے، یہ دراصل عیسائی تصورات سے اخذ شدہ ہو سکتا ہے، ہمارے خیال میں ان کے ہاں قائم کیے گئے جنت میں اختلاف کے تصورات شامل کیا گیا ہے۔[159]

ان کا کہنا ہے کہ قرآن میں جنت اور اس کے تصورات کی دونوں صورتوں میں پیش کرنے سے مقصود یہ ہے کہ شہوانی لذتوں کے پیاسے عربوں کو متاثر کرنا تھا۔ سورۃ الرحمٰن کی آیات جن میں حور و غلمان[160] کا حوالہ دیتے ہوئے قرآن مجید نے جنت و جہنم سے متعلق بیان کو فرضی و خیالی قرار دیتے ہیں، جس کے نتیجے عربوں کے بے ہودہ خیالات ختم ہو گئے۔[161]

جہاد

جہاد کا مسئلہ تصور مستشرقین کے مطابق عربوں کے ہاں مروج لوٹ مار و غارت گری کے عمل کا تبدیل شدہ نام ہے۔ واٹ کے الفاظ ہیں:

> ...The normal Arab practice of the razzia was taken over by the Islamic community... The change from razzia to the Jihād may seem to be no more than a

[159] Bell, *Introduction to the Quran*, 159–161.

[160] هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ. یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ. فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ. فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ. فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ. فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ. فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. مُتَّكِئِیْنَ عَلٰى فُرُشٍ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ. فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ. فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ.

[161] William Muir, *The life of Mahomet from original Sources* (London: Smith Elder, 1877), 2/141–145

Marfat.com

> change of name, the giving of an aura of religion to what was essentially the same activity.[162]

....غارت گری کا عام عرب طریقہ مسلمانوں نے اپنالیا...اس چیز کی جہاد میں تبدیلی بس نام کی تبدیلی اور لوٹ مار کو مذہبی تناظر عطا کرنا ہے۔

مستشرقین جہاد کو اسلام کو تلوار کے زور پر پھیلانے کا وسیلہ قرار دیتے ہیں۔ جارج سیل کے مطابق اسلام کے انسانی اختراع ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس کی ترقی و اشاعت تمام کی تمام تلوار پر منحصر ہے۔[163]

مستشرقین کے مطابق تلوار اور اس کے استعمال کی اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک حیثیت کا اندازہ اس بھی لگایا جاسکتا ہے کہ وہ قرآن کو بھی تلوار ہی باور کراتے ہیں۔ مثلاً ولاسٹن(Arthur N. Wollaston، 1842ء-1922ء)[164] کے الفاظ ہیں:

> The Quran or the sword" is an alternative which meets the eye on every page of the history of Islam[165].

قرآن یا تلوار متبادل ہیں، جو تاریخ اسلام کے ہر صفحے پر دکھائی دیتے ہیں۔

---

[162]Watt, *Muhammad: Prophet and statesman*, 108.

[163]Sale, *The Koran, 38.*

[164]امریکی قصبے نارووڈ(Norwood) سے تعلق رکھنے والا مستشرق۔ "The religion of Koran" کے علاوہ "Muhammad: His life and doctrines, with Accounts of his immediate successors" اور "Sadi's Scroll of Wisdom" وغیرہ کتابیں تحریر کیں۔

[165]Arthur N. Wollaston, *The Religion of the Koran* (London: John Murray, 1911), 24.

Marfat.com

تعددِ ازواج

اسلامی قانونِ تعدد ازواج سے متعلق بحث میں مستشرقین نے دعویٰ کیا کہ اس کے ذریعے مسلمان زیادہ سے زیادہ شادیاں کر کے داد عیش دیتے ہیں۔ ان کا حرم نہایت وسیع ہوتا ہے، جس میں کثیر تعداد میں بیویاں اور لونڈیاں ہوتی ہیں، وہ مکمل آزاد ہوتے ہیں کہ جب چاہیں ایک یا زیادہ عورتوں کی جگہ اور عورتیں اپنے حرم میں لے آئیں۔[166] تعددِ ازواج کا طریقہ اسلام اور محمد [ﷺ] کی اختراع و ایجاد ہے۔ اس سے پہلے اس کی مثالیں خال ہی تھیں۔ واٹ لکھتے ہیں:

> We conclude, then, that virilocal polygyny, or the multiple virilocal family, which for long was the distinctive feature of Islamic society in the eyes of Christendom, was an innovation of Muhammad's. There may have been some instances of it before his time, but it was not widespread, and it was particularly foreign to the outlook of the Medinans.[167]
>
> خلاصہ یہ کہ ایک خاوند اور کئی بیویوں پر مشتمل گھرانہ، جو عیسائیت کے نزدیک مسلم معاشرے کا امتیاز رہا، محمد [ﷺ] کی ایجاد تھا۔ آپ [ﷺ] سے پہلے اس کی کچھ مثالیں ہو سکتی ہیں، لیکن یہ رسم عام نہ تھی۔ اور اہل مدینہ کے لیے تو بہ طورِ خاص یہ ایک اجنبی چیز تھی۔

[166] J.L. Menezes, The life and religion of Muhammad: the Prophet of Arabia (London: Sands, 1911), 57-58.

[167] Watt, Muhammad at Medina, 277.

Marfat.com

واٹ کا استدلال ہے کہ سورۃ النساء کی آیت تین[168] چار بیویوں کی حد نہیں لگاتی، بلکہ زیادہ شادیوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔یوں پرانی رسم کو محدود کرنے کی بجائے یہ آیت ایک نئی چیز متعارف کرا رہی ہے:

> The interesting point is that the verse is not placing a limit on a previous practice of unlimited polygyny...On the contrary it is encouraging men who had had only one wife (or perhaps two) to marry up to four...European scholars have recognized that this verse of the Qur'an is an exhortation and not a restriction.[169]
>
> دلچسپ امر یہ ہے کہ یہ آیت غیر محدود تعددِ ازواج کی سابقہ رسم پر کوئی روک نہیں لگا رہی...اس کے برعکس یہ ایک یا دو بیویاں رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے کہ وہ چار شادیاں کریں۔ مغربی سکالرز کی تحقیق ہے کہ قرآن کی یہ آیت زیادہ شادیوں کی حد بندی کرنے والی نہیں، انھیں مہمیز لگانے والی ہے۔

زیادہ شادیوں کے اسلامی تصور پر گفت گو میں واٹ نے یہ بحث بھی کی ہے کہ عربی لفظ نکاح جس کا ترجمہ "شادی" کیا جاتا ہے، اپنے مغربی متبادلات سے بہت وسیع مفہوم کا حامل ہے۔ اسلامی قانون میں نکاح مرد اور عورت کے مابین جنسی تعلقات اور بچوں کی پیدائش کے لیے کیے جانے والے معاہدے کو قانونی شکل فراہم کرنے کے مفہوم میں لیا گیا۔ قبل از اسلام اہل عرب کے ہاں نکاح کا

[168] وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا.

[169] Watt, Muhammad at Medina, 274-275.

Marfat.com

لفظ اختلاطِ مرد و زن کی تمام صورتوں کو شامل تھا۔ مغربی زبانوں کے لحاظ سے نکاح کا لفظ شادی کے بجائے زنا سے زیادہ قریب ہے۔[170]

اسلامی فقہ و قانون اور عقوبات

اسلامی قانون کو مستشرقین غیر عقلی، قدیم عربی روایات پر مبنی اور جادوئی وافسانوی قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اسلامی قانون کی تجویز کردہ سزائیں نہایت سخت اور ناقابلِ عمل ہیں، یہی وجہ ہے کہ خود فقہائے اسلام مختلف حیلوں سے ان کے اطلاق و نفاذ کو محدود و ناممکن بنانے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں۔ اسلامی قانون میں غیر عقلی عناصر کا ذکر کرتے اور انھیں قدیم عربی روایات اور جادو پر منحصر بتاتے ہوئے جوزف شاخت لکھتے ہیں:

> The irrational elements in Islamic law are partly of religious and partly of pre-Islamic and magical origin. Examples are the magical formula of Ẓihār, the Islamic procedure of Liān, the ancient Arabian Kasamah and the nature and function of legal evidence in general[171].

> اسلامی قانون میں غیر عقلی عناصر کچھ تو مذہبی ہیں اور کچھ قبل از اسلام کے اور جادوئی الاصل۔ مثال کے طور پر ظہار کا جادوئی انداز، لعان کا اسلامی طریقہ، قدیم عربی تصورِ قسم اور قانونی شہادت کی عمومی نوعیت اور کردار۔

---

[170] Watt, Muhammad at Medina, 277–278.

اس بحث میں واٹ شاید شادی کے لیے اسلام کے اختیار کردہ قدیم عربی لفظ کی اطلاقی وسعت کا تصور دلانا چاہتے ہیں کہ مغربی زبانوں میں اختلاط مرد و زن کی جو صورتیں زنا سمجھی جاتی ہیں وہ اسلامی قانون میں لفظِ نکاح میں سمٹ سکتی ہیں۔ یعنی لفظِ نکاح زنا کو بھی شامل ہے، اور زنا کو عربی و اسلامی اصطلاح میں نکاح سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ بہ الفاظِ دیگر واٹ اسلام میں جنسی تعلقات کی وسعتِ اباحت کا احساس پیدا کرنے کے خواہاں دکھائی دیتے ہیں۔

[171] Schacht, *An Introduction to Islamic Law*, 202.

Marfat.com

مستشرقین کے مطابق اسلامی سزاؤں میں نامناسب اور غیر ضروری سختی پائی جاتی ہے۔ اس ضمن میں سزائے زنا سے متعلق انسائیکلوپیڈیا آف کرائم اینڈ جسٹس کے مقالہ نگار کے الفاظ ہیں:

> ...ḥadd punishment for unlawful intercourse strike many as unnecessarily harsh.[172]

> غیر قانونی جنسی تعلق کی سزائے حد سے متعلق بہت سوں نے موقف اختیار کیا کہ اس میں غیر ضروری سختی پائی جاتی ہے۔

اس سختی میں اسلامی قانون کے ماہرین کی جانب سے مزعومہ کمی و نرمی کرنے کے حوالے سے مستشرقین نے موقف اختیار کیا:

> ...in view of severity of the punishments, the Jurists defined these crimes very narrowly (adultery for example, is defined as the penetration of the male organ into the female) and put such stringent conditions on the requisite evidence that it became practically unattainable (for example in order to prove adultery, four eyewitnesses to the sexual act itself were required). The legal maxim "ward of ḥadd punishments by any doubt" was also propounded and the term doubt in classical Islamic

[172] James Willard Hurts, ed; *Encyclopedia of Crime and Justice* (New York: The free press, 1983), 1/194.

Marfat.com

law had a far wider range than in any other known system of law[173].

سزاؤں کی سختی کے پیش نظر فقہانے ان جرائم کی بڑی سخت اور محدود تعریف متعین کی۔ (مثال کے طور پر زنا سے مراد مرد کے جنسی عضو کا عورت کے جنسی عضو میں دخول لیا گیا) اور درکار شہادت پر اتنی سخت شرائط رکھی گئیں کہ اس کا میسر آنا عملاً ناممکن ہو گیا۔ (مثلاً زنا کے ثبوت کے لیے فعلِ زنا کے چار عینی شاہدوں کی شہادت کو ضروری قرار دیا گیا) شک کی بنا پر حد کے ٹل جانے کا قاعدہ کلیہ بنایا گیا اور کلاسیکی اسلامی قانون میں شک میں وسعت اتنی ہے کہ کسی اور نظامِ قانون میں نہیں پائی جاتی۔

نظریۂ تخلیق اور ڈارونی نظریۂ ارتقا

مغربی مطالعات میں انسان کی ابتدا و تخلیق سے متعلق سامنے آنے والا نظریہ، جسے نظریۂ ارتقا(Theory of Evolution) کہا جاتا ہے، بھی اسلامی تناظر میں قابلِ ذکر ہے[174]، کہ یہ اس تصور سے بہت مختلف نظر آتا ہے، جو اسلامی نصوص سے مترشح ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ اس نظریے کو زیادہ منظم و مدلل انداز میں پیش کرنے کا سہرا چارلس ڈارون (Charles Darwin، 1809ء-1882ء)[175] کے سر باندھا جاتا ہے۔[176] اس نظریے کی رو سے انسان کی

[173] Mircea Eliade, ed; *The Encyclopedia of Religion* (New York: Macmillan, 1987), 7/310-311.

[174] یہ نظریہ اگرچہ معروف و مخصوص تناظر میں استشراقی مطالعات میں نہیں آتا، لیکن اس کو اسلامی اور استشراقی حوالے سے زیر بحث لانے کا جواز یہ دکھائی دیتا ہے کہ اس کی اور اس کے اثرات کی نوعیت اسلامی و استشراقی تناظر کے پیش نظر مطالعے میں نہایت اہمیت کی حامل ہے۔

[175] انگریز نیچریت پسند اور ماہر ارضیات۔ نظریۂ ارتقا پر اپنی تحقیقات سے شہرت حاصل کی۔ 1859ء میں نظریۂ ارتقا پر اپنی مشہور کتاب "Origin of species" شائع کی، 1871ء میں "The Decent of Man" تحریر کر کے اپنے نظریے کو موکد کرنے کی کوشش کی۔

Marfat.com

فوق الطبعی قوت یا صانع و حکیم کی الگ طور سے تخلیق کردہ مخلوق نہیں ہے بلکہ لاکھوں برس قبل کیڑے کی شکل میں رینگتی ہوئی زندگی سے تنازع للبقا، بقائے اصلح اور انتخاب طبعی کے نتیجے میں وجود میں آیا ہے۔ انواع میں ارتقا اور انتخاب طبعی (Natural Selection) ڈارون کے نزدیک امر واقعہ ہے، گو اس کا وقوع بہت آہستہ ہوتا ہے۔[177] نظریہ ارتقا میں اسلامی یا مذہبی حوالے سے ایک نہایت قابل غور بات یہ ہے کہ اس نظریے میں مذہب کے نظریۂ تخلیقِ انسانی کو رد کرنے اور یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ انواعِ مخلوقات اور انسان کی پیدائش میں کسی خدائی منصوبے کو کوئی دخل حاصل نہیں۔[178] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مقالہ نگار کے الفاظ میں:

---

[176] واضح رہے کہ یہ نظریہ ڈارون کی ایجاد نہیں تھا۔ یہ دیگر لوگوں کی طرف سے بھی مختلف انداز سے پیش کیا جاتا رہا تھا۔ ڈارون سے یہ اس لیے منسوب ہو گیا کہ اس نے اس پر بھرپور توجہ دے کر زیادہ سے زیادہ مدلل اور قابلِ قبول بنانے کی کوشش کی۔ کہا جاتا ہے کہ ڈارون نے یہ نظریہ الجاحظ (776ء-869ء، معتزلی نقطہ نظر کے حامل معروف ادیب اور مصنف ابو عثمان عمرو بن بحر الکنانی البصری) وغیرہ مسلم سکالرز سے اخذ کیا تھا۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے:

Dr. Muhammad Sultān Shāh, "Pre-Darwinian Muslim Scholars' Views on Evolution,"Accessed, September16, 2015.

http://pu.edu.pk/images/journal/uoc/PDFF-ILES/(11)%20Dr.%20Sultan%20Shah_86_2.pdf

[177] Charles Darwin, *On the Origin of species by means of Natural Selection or the preservation of favoured races in the struggle for life* (London: John Murray, 1859), 158-162.

[178] مذہبی تناظر میں اس نظریے پر بحث کی بنیاد بھی فی الواقع یہی ہے۔ ڈارون اپنے نظریے کو اگر اکیڈیمک بحث تک محدود رکھتا، تو شاید مذہبی تناظر میں اس پر بحث کی اتنی ضرورت بھی نہ ہوتی۔ یہ الفاظ دیگر مذہبی حوالے سے ڈارون پر جو اصل اور قوی اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس نے اپنے نظریے میں مذہب کے مقدمے کی تردید ضروری کیوں سمجھی! یہ چیز اس کے مطالعے کی معروضیت پر سوالیہ نشان لگاتی اور اس مفروضے کو موکد کرتی

Marfat.com

...he showed that evolution was a fact contradicting literal interpretations of scriptural legends of creation and that its cause, natural selection, was automatic with no room for divine guidance or design.[179]

ڈارون نے دکھایا کہ ارتقا ایک حقیقت ہے، جو تخلیق کے باب میں کتبِ مقدسہ کی لفظی اور افسانوی تعبیر سے متصادم ہے۔ انتخابِ طبعی خود بخود ہوتا ہے، اس میں کسی خدائی منصوبے کی کوئی جگہ نہیں۔

تجدد، تشکیک اور تحقیرِ تہذیبِ اسلامی

مستشرقین کی مساعی میں اساسی اسلامی عقائد و تصورات پر نقد کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو تجدد اور اصلاحِ مذہب کی دعوت دینے اور اسلامی تہذیب اور اقدار و شخصیات کی تحقیر کی کوششیں بھی شامل ہیں۔ ذیل میں ان استشراقی کوششوں کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے:

ہے کہ ڈارون کی تحقیقات میں مذہب کی مخالفت ایک محرک کے طور پر کام کر رہی تھی۔ اس میں بہ طورِ خاص ان مسلم دانش وروں کے لیے غور و فکر کا بہت سامان ہے، جن کے خیال میں ڈارون کی بحث تو محض سائنسی ہے؛ اس نے تو معروضی انداز میں ایک مفروضے پر دلائل فراہم کیے؛ اہلِ مذہب نے خواہ مخواہ اسے مذہب کا مسئلہ بنا لیا ہے۔ (یہاں یہ جان لینا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ بعض لوگوں کے نزدیک ڈارون کی تربیت تو خود مذہبی انداز سے ہوئی، وہ مذہب کی مخالفت کیسے کر سکتا تھا! حالانکہ حقائق اس سے مختلف ہیں۔ ڈارون کی ابتدائی تربیت بلاشبہ مذہبی نوعیت کی رہی، اور وہ اس بات کی بھی اقرار کرتا رہا کہ میں خدا کے وجود کو رد نہیں کرتا، لیکن اس کی آخری اور غالب علمی حالت لاادریت کی تھی۔ وہ خود کہتا تھا کہ میری بہترین وضاحت یہی ہے کہ میں لاادری ہوں؛ بعض لوگوں نے جب یہ دعویٰ کیا کہ ڈارون مرض الوفات میں عیسائی اعتقاد کی طرف لوٹ آیا تھا، تو اس کے بچوں نے اس کی تردید کر دی تھی۔)

[179] *Britannica, The new Encyclopaedia Britannica*, 18/996-997.

Marfat.com

اسلامی تاریخ و تہذیب کی تحقیر

مستشرقین اسلامی تاریخ و تہذیب سے متعلق متعصبانہ[180] اندازِ نظر اختیار کرتے ہوئے ان کے بارے میں بدگمانیاں پیدا کرتے اور ان کی تحقیر کرتے ہیں۔[181] ظفر علی قریشی کے الفاظ میں:

---

[180] اسلامی تاریخ و تہذیب سے متعلق استشراقی تحریروں کے مبنی بر تعصب و عناد ہونے کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود بہت سے مغربی زعما اور اہلِ قلم نے اس ضمن میں استشراقی تحریروں کو مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگوں کے تسلسل کا نام دیا ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو:

السباعی، السنۃ ومکانتہا، 32۔

Loon, *Tolerance*, 114.

[181] اسلامی تاریخ و تہذیب کی تحقیر اہلِ مغرب کی اس نفسیات کا نتیجہ ہے کہ وہ سب سے اعلیٰ قوم ہیں اور باقی سب کم تر۔ علامہ اسد نے لکھا ہے کہ یونانی اور رومی خود کو سب سے مہذب خیال کرتے اور باقی اقوام خصوصاً مشرقی اقوام کو جاہل و وحشی سمجھتے۔ اہلِ مغرب اس تناظر میں اس عقیدے کے حامل ہو گئے کہ انھیں تمام بنی نوع انسان پر برتری حاصل ہے۔ غیر مغربی اقوام کی توہین مغربی تہذیب کا ایک اہم عنصر ہے:

> The Greeks and the Romans regarded only themselves as "civilized", while everything foreign and particularly every living to the East of the Mediterranean Sea, bore the label "barbarians". Since that time Occidentals believe that their racial superiority over the rest of mankind is a matter of fact; and the more are less pronounced contempt of non-European races and nations is one of the standing feathers of Western civilization. (Muhammad Asad, *Islam at the Cross Roads*, 62.)

Marfat.com

The device of these imperial agents has generally been to criticizes the religion and culture of the conquered peoples, to malign the founders of their faiths and leaders of their thought, to cast aspersion on their holy books, to put to obloquy and derision the tenets of their creed... to revile what they hold dear and precious, and to create doubts and misgivings about their traditions, culture and civilization and their future- thus paving the way for the acceptance of Christian dogmas and ideology, and ultimately, the domination of western culture and civilization.[182]

استعمار کے یہ ایجنٹ عام طور پر مفتوح اقوام کے مذہب اور کلچر کو ہدفِ تنقید بناتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے مذاہب کے بانیوں اور فکری رہنماؤں کی مسخ شدہ تصویر پیش کریں؛ ان کی مقدس کتابوں اور عقائد کی تحقیر کریں... جس چیز کو وہ قیمتی اور محبوب رکھتے ہیں اسے بے وقعت ثابت کریں، ان کی روایات، تہذیب اور ثقافت سے متعلق شکوک اور غلط فہمیاں پیدا کریں اور یوں عیسائی عقائد و نظریات کو قبول کرنے کی راہ ہموار کریں، جس کا نتیجہ مغربی تہذیب و اقدار کا غلبہ ہو۔

مستشرقین اسلامی تاریخی واقعات کی خلافِ حقیقت توجیہات پیش کر کے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام کا ظہور و فروغ عالمِ انسانیت اور بالخصوص عیسائیت کے لیے فالِ بد ثابت ہوا۔ اسلام شروع ہی سے یہودیوں اور عیسائیوں کا دشمن بن گیا؛ مسلمانوں نے ہمیشہ

[182] Quraishī, *Prophet Muhammad and his Western Critics*, 1/4.

Marfat.com

جارحیت کا ارتکاب کیا۔ مثلاً تھامس رائٹ ابرہہ کے حملے کے دو ماہ بعد حضور ﷺ کی پیدائش کو عیسائیوں کے لیے بدترین آفت قرار دیتے ہوئے آپ ﷺ کو مسیحیوں کا سب سے بڑا دشمن گردانتا ہے۔[183] فلپ کے ہٹی الزام لگاتا ہے کہ حضور ﷺ نے موتہ کی جنگ شروع کر کے اسلام اور عیسائیت میں طویل جنگ کی بنیاد رکھی۔[184] اسلامی تہذیب کی قدر و منزلت کو گھٹانے، اس کی تحقیر کرنے اور عرب مسلمانوں کے تمدنی محاسن کے استخفاف کی خاطر مستشرقین اپنے طلبہ کو تربیت دیتے ہیں کہ وہ تہذیبی و ثقافتی مظاہر کو عربی الاصل ثابت کرنے کی بجائے لاطینی الاصل ثابت کریں تاکہ علم و فکر کے رشتے اور عقیدت و محبت کے جذبات مسلمانوں سے کٹ کر قدیم لاطینی اور یونانی اقوام کے ساتھ منسلک ہو جائیں۔[185] وہ اسلامی تہذیب اپنانے والوں کو تورجعت پسندی اود قیانوسیت کے طعنے دیتے ہیں، لیکن اس کے بر عکس اسلامی تہذیب سے قدیم تر تہاذیب، جو زندگی کی صلاحیت اور ہر طرح کی افادیت سے محروم اور سینکڑوں ہزاروں برس سے ماضی کے ملبے تلے دبی ہیں، کے احیا کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو قرآن اور اسلامی علمی ذخیرے سے لاتعلق بنانے کے لیے نئے زمانے کے تقاضوں کا واسطہ دے کر قرآنی عربی زبان اور عربی رسم الخط کی بجائے مقامی زبانوں اور لاطینی رسم الخط اپنانے پر مائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔[186]

تشکیک و تذبذب

مستشرقین کے یہاں اسلام سے متعلق تشکیکی مواد کی فراہمی اور اہلِ اسلام کو اپنے دین و تہذیب سے متعلق متشکک و متذبذب بنانے کی کوشش بھی واضح دکھائی دیتی ہے۔ قرآن، سیرتِ نبوی، فقہ و کلام، صحابہ کرام، تابعین، آئمہ مجتہدین، محدثین و فقہا، مشائخ و صوفیا، رواۃِ حدیث، فنِ

183 Wright, *Early Christianity in Arabia*, 152.

184 Hitti, *History of the Arabs*, 147; Saunders, *A History of Medieval Islam*, 14

185 خلیل احمد حامدی، مرتب: نظامِ اسلام مشاہیرِ اسلام کی نظر میں (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1963)، 452۔

186 مولانا ابو الحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش (کراچی: مجلس نشریاتِ اسلام، 1981)، 225-226۔

Marfat.com

جرح و تعدیل، اسماء الرجال، حدیث کی صحت، تدوینِ حدیث، فقہ اسلامی کے ماخذ اور اس کا ارتقا، ان میں سے ہر موضوع کے متعلق مستشرقین کی کتابوں اور تحقیقات میں اتنا تشکیکی مواد پایا جاتا ہے، جو ایک ایسے ذہین اور حساس آدمی کو، جو اس موضوع پر وسیع اور گہری نظر نہ رکھتا ہو، پورے اسلام سے منحرف کر دینے کے لیے کافی ہے۔[187] یہ لوگ پڑھے لکھے، حوصلہ مند اور ترقی پسند نوجوان قارئین کے سامنے بار بار اور مختلف عنوانات کے تحت اپنے خیالات پیش کرتے ہیں۔ ان کا انداز اس قدر موثر ہوتا ہے کہ ان نوجوان قارئین کا ذہن اس پیش کردہ تشکیکی مواد کو بدیہی حقیقت کی طرح قبول کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ محمد البہی (1905ء-1982ء)[188] کے الفاظ میں یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلامی معاشرہ کی اسلام کے ساتھ وابستگی محض ایک مختصر وقفے میں مستحکم رہی۔ یہ وہ تاریخی وقفہ ہے، جب کہ اسلامی معاشرہ ابتدائی حالت اور عہدِ طفولیت میں تھا۔ اس مختصر وقفے کے ختم ہوتے ہی اسلامی معاشرے اور اسلام کے درمیان خلیج پڑ گئی۔ اسلام رفتہ رفتہ بدلتی ہوئی اور ترقی کرتی ہوئی زندگی کا ساتھ دینے سے قاصر ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ خلافتِ اسلامی کے آخری مرکز جدید ترکی نے اسلام کو فرد کا ذاتی معاملہ قرار دیتے ہوئے عام زندگی سے بے دخل کر دیا۔ نئے دور میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے پر زور دینے کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں کہ زندگی سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے، تمدن جدید کے وسائل سے استفادہ کرنے میں مسلمان دنیا سے پیچھے رہ جائیں اور مسلمان ممالک میں غربت، بیماریوں اور جہالت کو بخوشی گوارا کر لیا جائے۔ تغیر و ترقی کا وہ اصول جس سے کوئی مفر نہیں اہلِ اسلام کو اسلام پر بھی لاگو کرنا چاہیے۔ انھیں چاہیے کہ گردشِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اسلام کو بھی بدلیں۔ اہلِ مغرب کی پیروی کریں اور ان کے ان تجربات سے مستفید ہوں، جو طویل انسانی

---

[187] ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، 260۔

[188] مشہور مصری مصنف و مفکر۔ جامعہ الازہر سے تعلیم حاصل کی اور یہیں تدریسی خدمات بھی انجام دیں۔ مصر کے وزیرِ اوقاف رہے۔ مغربی تہذیب و افکار اور اس کے مسلم فکر پر اثرات کے حوالے سے نمایاں کام کیا۔ اس ضمن میں آپ کی مشہور کتاب "الفکر الاسلامی الحدیث وصلتہ بالاستعمار الغربی" ہے۔

Marfat.com

تجربوں کا نتیجہ اور انسانی فلاح و ترقی کا واحد راستہ ہیں۔[189]

مستشرقین نے مسلمانوں کے یقین کو کمزور کرنے اور تشکیک کا زہر پھیلانے کے لیے اسلامی تحقیق کے نام پر کروڑوں ڈالر خرچ کر کے تشکیکی مواد تیار کیا۔[190] میک گل (McGill) یونی ورسٹی کے ذمے خصوصی طور پر یہ کام لگایا گیا ہے کہ وہ ایسے اسلامسٹ (Islamist) پیدا کرے جو مسلمانوں کے عقائد و ایمانیات سے متعلق سمجھوتے کی فضا پیدا کریں۔ صدیوں کی مخاصمت کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ اصولوں کی بنیاد پر اسلام کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا؛ اسلام میں ایک ایسی مقناطیسی طاقت ہے، جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ لہٰذا اہلِ مغرب کو اسلام سے دور رکھنے کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ زہریلا لٹریچر گردش کرتا رہے اور اسلام سے متعلق متعصبانہ پروپیگنڈہ کیا جاتا رہے۔[191] تشکیکی مواد اور زہریلے لٹریچر کے سلسلے میں مستشرقین کی حکمتِ عملی بقول مولانا ابو الحسن علی ندوی، یہ ہے کہ وہ اپنی تحریروں میں زہر کی ایک مناسب مقدار رکھتے ہیں اور اس بات کا اہتمام کرتے ہیں کہ وہ تناسب سے بڑھنے نہ پائے، اور پڑھنے والے کو متنفر اور بدگمان نہ کر دے۔ ان کی یہ تحریریں اس قدر خطرناک ہوتی ہیں کہ ایک متوسط آدمی کا ان کی زد سے بچ نکلنا مشکل ہوتا ہے۔[192]

---

[189] ابو الحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، 260، 263، بہ حوالہ، محمد البہی، الفکر الاسلامی الحدیث۔

[190] ابو الحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، 260، 263، بہ حوالہ، محمد البہی، الفکر الاسلامی الحدیث۔

[191] Maulānā Muhammad Imrān, *Distortions about Islam in the West* (Lahore: Malik Sirāj and Sons, 1979), 13.

[192] ابو الحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، 259۔

Marfat.com

دعوتِ تجدد اور اصلاحِ مذہب

مستشرقین و مبشرین نے کوشش کی کہ مسلمانوں کو بدلنے کی بجائے انھیں تجدد و مغربیت اور اصلاحِ مذہب کی دعوت دی جائے؛ اپنے بنیادی عقائد و نظریات سے متعلق متردد و متشکک بنایا جائے۔ اس ضمن میں مشہور مسیحی مبشر سیموئل زویمر کے یہ الفاظ چشم کشا ہیں:

> ہم نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے کثیر وقت اور سرمایہ صرف کیا، بے شمار کتابیں تصنیف کیں، لیکن ہمیں کچھ حاصل نہ ہوا۔ اسلام سے صرف انھی لوگوں نے رابطہ توڑ کر مسیحیت اختیار کی، جن کی اپنے نئے دین سے محبت خواہشات کی بنیاد پر تھی۔ تاہم اس ناکامی پر عیسائی مبشرین کو مایوس اور ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ تمھارے لیے یہ کافی ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلامی عقیدے کو متزلزل کر دو۔ اگر تم ان کو اسلام کے متعلق متذبذب بنانے میں کامیاب ہو گئے، تو یہی تمھاری کامیابی ہے، خواہ مسلمان عیسائیت کے حلقے میں داخل نہ ہوں۔[193]

زیرِ نظر تناظر میں اہلِ مغرب اور مستشرقین کی کاوشوں سے متعلق مریم جمیلہ (1934ء-2012ء)[194] رقم طراز ہیں:

---

[193] بہ حوالہ: محمد الدھان، قوی الشر المتحالفہ و موقفھا من الاسلام والمسلمین، 136۔

[194] معروف امریکی پاکستانی مصنفہ۔ نیویارک کے جرمن نژاد یہودی والدین کے ہاں پیدا ہوئیں۔ اصل نام مارگریٹ مارکس (Margret Marcus) تھا۔ نہایت حساس طبیعت پائی تھی۔ شروع ہی سے اپنے ماحول سے بے زار تھیں؛ یہودیت کا مطالعہ کیا لیکن اطمینان حاصل نہ ہوا۔ اسلام میں کشش محسوس ہوئی۔ قرآن حکیم کا مطالعہ کیا۔ محمد اسد کی کتاب "The Road to Mecca" سے متاثر ہوئیں۔ نیویارک یونی ورسٹی میں ایک یہودی ربی سے یہودیت کے اسلام پر اثرات کے حوالے سے ایک کورس پڑھا، تو اسلام میں اور کشش محسوس ہونے لگی۔ 1956ء میں گریجویشن سے پہلے ہی یونی ورسٹی سے ڈراپ ہو گئیں۔ 1959ء میں امریکا سے باہر مسلم علما اور دانش وروں بالخصوص مولانا مودودی (1903ء-1979ء) سے مراسلت شروع کی۔ 6 دسمبر 1960ء کو مولانا مودودی کو خط لکھ کر مسلم ڈائجسٹ ڈربن میں ان کے حیات بعد الممات سے متعلق مضمون سے اپنے گہرے

Marfat.com

> Since the second world war, the Orientalists and missionaries have shifted their efforts from trying to change individual Muslims and convert them to their views to changing Islam itself through providing it with a totally different interpretation and launching an organized movement for its reconstruction from within.[195]

> دوسری جنگ عظیم کے بعد مستشرقین اور اور مشنریز نے اپنی توجہ مسلمانوں کو بدلنے کی بجائے خود اسلام کو بدلنے پر مرکوز کی۔ انھوں نے مسلمانوں ہی کو اسلام کی ایک بالکل نئی تعبیر کرنے اور اسے از سر نو ترتیب دینے پر آمادہ کرنے کی غرض سے ایک تحریک شروع کر دی۔

1913ء میں لکھنو میں منعقد ہونے والی تبشیری کانفرنس کا فیصلہ بھی مسلمانوں کو بدلنے کی استشراقی و تبشیری کوششوں سے متعلق اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے۔ اس فیصلے میں قرار دیا گیا تھا کہ مسلمانوں کے اندازِ فکر و نظر کو مغربی رنگ میں رنگنے کی کوشش کی جائے۔ مغربی زبانوں کی ترویج کی جائے تاکہ مسلمان مغربی ادب و تہذیب سے واقفیت حاصل کر کے اس کی طرف مائل ہوں۔ تبشیری کام کرنے والے افراد اسلامی فکر کو ختم کرنے کے لیے کام کریں۔ مسلمان اب

تاثر کا اظہار کیا۔ 24 مئی 1961ء کو اسلام قبول کر لیا، اور مریم جمیلہ نام اختیار کیا۔ مولانا مودودی کی پاکستان آنے کی دعوت قبول کرتے ہوئے 1962ء میں لاہور آ گئیں؛ پاکستانی شہریت حاصل کی؛ یہیں شادی کی اور یہیں وفات پائی۔ "Islam and Modernism", "Islam and Orientalism", "Islam versus Ahl al-Kitāb: past and presen", "Islamic Culture in theory and Practice" وغیرہ بہت سی کتابیں لکھیں۔ مغربی تہذیب، مادیت، سیکولرزم، ماڈرنزم اور تجدد پسند اہل اسلام پر سخت تنقید میں معروف ہیں۔

[195] Maryam Jamīla, *Islam and Orientalism* (Lahore: Sant Nagar, 1971), XXIII.

Marfat.com

مسیحیت تو اختیار نہیں کریں گے، انھیں اسلامی تہذیب و اقدار سے دور و نفور کرنے کو شش کرنی چاہیے۔ اس کے نتیجے میں ان کے اندر موجود روحِ دین و مذہب کا خاتمہ ہو جائے گا، جس کا بحال ہونا ناممکن ہو گا۔ حصولِ مقصد کے لیے ضروری ہے کہ تبشیری سکولوں کی تعداد بڑھائی جائے اور مغربی تعلیم کو مغربی زبانوں اور اندازِ فکر و نظر کے ساتھ مسلمانوں میں فروغ دیا جائے، یہاں تک کہ ان کے مدارس اور رسائل و اخبار مغربی اندازِ فکر و نظر کے حامل ہو جائیں۔[196]

مستشرقین اہلِ اسلام کو تجدد و مغربیت اور اصلاحِ مذہب کی دعوت دیتے اور انھیں یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کی فلاح و ترقی اس کے بغیر ممکن نہیں کہ وہ جدید مغربی تہذیب اپنائیں اور اپنے مذہب کو نئے حالات کے مطابق ڈھالیں۔ ان کے نزدیک مسلم معاشروں میں اٹھنے والی ایسی تحریکیں اور اشخاص حوصلہ افزائی اور تعریف و ستائش کے مستحق ہیں، جو اسلام کو مغربی تصورات کے مطابق بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض یونی ورسٹیوں کے ذمے باقاعدہ طور پر ایسے اسلامسٹ تیار کرنے کا کام لگایا گیا ہے، جو اسلام سے متعلق جدید افکار کے حوالے سے سمجھوتے کی فضا پیدا کریں۔[197] یہاں کچھ مستشرقین کے خیالات پیش کرکے یہ دکھانے کی کوشش کی جائے گی اس ضمن میں استشراقی مساعی کس نوعیت کی ہیں:

فلپ کے ہٹی نے لکھا ہے کہ اسلامی قوانین مثلاً تعدد ازواج، چوری، جوا اور شراب وغیرہ کی سزائیں جدید اسلامی معاشرے مین ناقابلِ عمل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان پر عمل نہیں کیا جارہا:

Modern Islamic society has practically outgrown the Koranic legislation.[198]

جدید مسلم سوسائٹی نے قرآنی قوانین میں دلچسپی لینا عملاً ترک کر دیا ہے۔

کینتھ کریگ (Albert Kenneth Cragg، 1913ء–2012ء)[199] کہتا ہے کہ اسلام کو اپنی روح میں تبدیلی پیدا کرنی چاہیے، ورنہ وہ نئی زندگی کا ساتھ نہ دے سکے گا:

---

[196] محمد الدھان، قوی الشر المتحالفہ وموقفھا من الاسلام والمسلمین، 97۔

[197] Imrān, *Distortions about Islam in the West,* 13.

[198] Philip. K Hitti, *Islam and the west* (New Jersey: Princeton, 1962), 21

Marfat.com

> The modern mind is right in its instinctive awareness that Islam must either baptize change into its spirit or renounce its own relevance to life. Since it cannot do the later it must somehow do the former.[200]
>
> جدید ذہن اپنی اس فطری آگہی میں بالکل درست ہے کہ اسلام کو یا تو اپنی روح میں تبدیلی پیدا کرنی ہے یا زندگی سے اپنی مطابقت کو ترک کرنا ہے۔ جب تک یہ دوسرا کام نہیں کرتا، پہلا کرنا ہی پڑے گا۔

ایس ڈی گوٹن (Shelomo Dov Goitein، 1900ء–1985ء)[201] کا کہنا ہے کہ اسلام یہودیت سے مستعار ہے؛ قرآن جدید سوسائٹی کی ضرورت کو پورا کرنے سے قاصر

---

[199] چرچ آف انگلینڈ سے متعلق بشپ اور مصنف۔ مسیحی مسلم تعلقات دلچسپی کا خاص میدان تھا۔ "The Call of Minaret", "The Arab Christian: A History in the Middle East", "Troubled by truth: Life Studies in interfaith concern", "Muhammad and the Christian", "Islamic Surveys-3: Counsels in contemporary Islam" وغیرہ متعدد کتابیں تحریر کیں۔

[200] Kenneth Cragg, The call of Minaret (New York: Oxford University Press, 1956), 17.

[201] جرمن یہودی مستشرق۔ یونی ورسٹی آف فرینکفرٹ (University of Frankfurt) میں عربی اور اسلامیات کی تعلیم حاصل کی۔ امریکا کی پرنسٹن یونی ورسٹی کے انسٹیٹیوٹ فار ایڈوانس سٹڈیز اور حیفا (Haifa) میں ایک جرمن یہودی تنظیم کے تحت قائم سکول میں کام کیا۔ عبرانی یونی ورسٹی یروشلم (Hebrew University Jerusalem) میں پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ دلچسپی کا میدان قرونِ وسطیٰ کی یہودی کمیونٹی اور مسلمانوں سے اس کے تعلقات تھا۔ "Jews and Arabs: Their Contacts through the ages" کے موضوع پر کام کرنے کے علاوہ "Meditranian Society : The Jewish communities of the Arab World as portrayed in the documents of

Marfat.com

ہے۔[202] گوئٹن یہودیوں کے مسلمانوں پر تشدد کا جواز بھی تراشتا ہے۔ اس کے مطابق یہودیوں کے ساتھ جو زیادتیاں ہوئیں یہودیوں کا مسلمانوں پر ظلم اس کا بدلہ ہے؛ سنگ دل اور منتقم ہونا اہل فخر و شرافت کی علامت ہے۔[203]

مستشرقین ان مسلم سکالرز کی تعریف و توصیف کرتے ہیں، جن کے ہاں اسلام کی تجدد پسندانہ تعبیر ملتی ہو اور جن کے افکار سے اسلام کا مقدمہ کمزور اور مغرب کا مضبوط نظر آئے، یا ایسا دکھایا جا سکے۔ مثلاً کینتھ کریگ محمد کامل حسین (1901ء-1977ء)[204] کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ وہ شخص ہے جس نے حق کی حمایت میں آواز اٹھائی اور اس بات پر اصرار کیا کہ اسلام ہی سے اسلام کا غیر معتبر ہونا ثابت ہوتا ہے۔[205]

"Cairo Geniza" کے عنوان سے متعدد جلدوں میں اس زمانے کی یہودی کمیونٹی کی انفرادی، خاندانی، معاشی، معاشرتی زندگی پر تحقیق پیش کی۔

[202] S. D. Goitain, *Jews and Arabs: Their Contacts through the ages* (New York: Schocken Books, 1955), 129-130.

[203] Goitain, *Jews and Arabs,* 232.

[204] مصر کے معروف میڈیکل ڈاکٹر، ادیب، فلسفی اور تجدد پسند مسلم سکالر۔ مصر میں آرتھوپیڈکس اور آرتھوپیڈک ایسوسی ایشن کے بانی ہیں۔ میڈیکل کے ساتھ ساتھ ادب، فلسفہ کلام اور مذہب کے موضوعات سے متعلق بھی بہت سی کتابیں لکھیں۔ مشہور کتابوں میں "قرية ظالمة"، "قوم لا يتطهرون"، "متنوعات"، "وحدة المعرفة"، "طب الرزای"، "التحليل البيولوجى للتاريخ" وغیرہ شامل ہیں۔

[205] Kenneth Cragg, *Islamic Surveys-3: Counsels in contemporary Islam* (*Edinburgh*: Edinburgh University Press, 1965), 107.

Marfat.com

کینٹویل سمتھ (Wilfred Cantwell Smith، 1916ء-2000ء)[206] کمالی اصلاحات کی نہایت تحسین کرتے ہوئے دوسرے مسلمانوں کو بھی ایسا ہی کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ترکوں نے بجا طور پر محسوس کیا کہ اسلام اپنے وقت پر پروگریسو تھا مگر اب نہیں۔ اب اسلام اور کسی بھی دوسرے مذہب کو زندہ رہنے کے لیے جدید تعلیم یافتہ انسان کے لیے قابلِ فہم ہونا چاہیے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو نئے حالات کے مطابق ڈھالے۔ سمتھ کے نزدیک ان اصلاحات اور تبدیلیوں کا مطلب عیسائیت قبول کرنا نہیں بلکہ ماڈرن بننا ہے۔[207] سمتھ نے یہ واضح کرنے کی بھی کوشش کی کہ محض سرکاری حکم اور آرڈر سے اصلاح ممکن نہیں، جب تک کہ کوئی ایسا شخص جو عوام میں اسے مقبول بنانے کی صلاحیت رکھتا ہو اس کے لیے نہ اٹھے اور اپنی صلاحیتیں اس کام میں نہ کھپائے۔ انھوں نے مصطفیٰ کمال[208] کے ترکی کو لوتھر ایسے مصلح کی

---

[206] کینیڈین مستشرق۔ یونی ورسٹی آف ٹورنٹو سے السنہ شرقیہ کی تعلیم حاصل کی۔ پرنسٹن یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ میک گل یونی ورسٹی میں استاد رہے۔ تقسیم ہند سے پہلے 1940ء-1946ء کا عرصہ انڈیا میں گزارا، اور ایف سی کالج لاہور میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ تقابلِ مذاہب اور جدید دنیائے اسلام سے متعلق متعدد کتابیں تحریر کیں۔ اپنی مشہور کتابوں "Islam in Modern History" اور "Modern Islam in India" میں عالمِ اسلام اور ہندوستان کی معروف علمی شخصیات سے متعلق اپنے افکار و خیالات کا اظہار کیا۔ علامہ اقبال کو، اپنے تجزیے میں، متضاد فکر و نظریات کی حامل شخصیت قرار دیا؛ جس پر سخت تنقیدیں سامنے آئیں۔ تصورِ مذہب کے حوالے سے سمتھ کا مشہور نظریہ، جو ان کی کتاب "The Meaning and End of Religion" میں ملتا ہے، یہ ہے کہ یہ سترھویں اور اٹھارھویں صدی کی یورپین تخلیق ہے؛ خود بڑے بڑے مزعومہ مذاہب اور ان کے بانیوں کے یہاں، معروف و مروج معانی میں، مذہب کا کوئی تصور نہیں ملتا۔ عربی زبان میں مذہب کے لیے کوئی لفظ نہیں ہے؛ عربی لفظ دین، جو مذہب کے لیے رائج ہو گیا ہے، یورپی تصورِ مذہب سے بہت مختلف ہے۔

[207] Wilfred Cantwell Smith, *Islam in Modern History* (New Jersey: Princeton University Press, 1957), 178-204

[208] مصطفیٰ کمال کا مختصر تعارف آگے آرہا ہے۔

Marfat.com

آمد اور جدید تصورات کی قبولیت کے لیے نہایت ساز گار قرار دیتے اور اس کی ظہور کی تمنا کرتے ہوئے ترکی میں اسلامی اصلاح پسندی پر اپنی تحریر کے آخر میں لکھا تھا:

One thing seems sure. If a Luther–to borrow their own metaphor–were to appear, he would get a ready hearing amongst the educated classes of Turkey. Emotionally and intellectually, sociologically and religiously, they seem ready to follow new ventures of Islamic development. However such a reformer will indeed appear is another matter. Can one generate a Reformation by fiat –even when providing the milieu? The Turks seem creative enough to understand and to accept, creative enough to implement and to develop, a new religious vision. Whether they are creative enough to produce one is the crucial question.[209]

ایک چیز یقینی نظر آتی ہے۔ اگر ان کے اپنے مزاج و ماحول کے موافق کوئی لوتھر نمودار ہو تو وہ تعلیم یافتہ ترک لوگوں میں اپنی آواز سننے والے بہت سے افراد تیار پائے گا۔ جذباتی و ذہنی، معاشرتی و مذہبی ہر سطح پر وہ اسلامی ترقی کے نئے منصوبوں پر عمل پیرا ہونے کو تیار دکھائی دیتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ایسا کوئی مصلح واقعتاً ظہور کرے گا؟ کیا کوئی اصلاح سرکاری حکم کے ذریعے ممکن ہے؟ خواہ فضا کتنی ہی ساز گار ہو۔ ترک سمجھنے اور قبول کرنے، نافذ

[209] Smith, *Islam in Modern History,* 205

Marfat.com

کرنے اور ترقی دینے کو بہت تخلیقی اور باصلاحیت نظر آتے ہیں، سوال لیکن یہ ہے کہ کیا وہ کسی لوتھر کو پیدا کرنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں!

سمتھ ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل کا حل سیکولرزم کو بتاتے ہیں۔ وہ تخلیقِ پاکستان کو ایک برائی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پاکستان جتنا زیادہ "اسلامی" ہو گا ہندوستانی مسلمان اتنے ہی زیادہ غیر محفوظ ہوتے جائیں گے۔ ان کے الفاظ ہیں:

> The more "Islamic" Pakistan is in form (and especially in so far as there is form without substance), the less secure are the Muslims of India. In a Crude and exteriorist and grossly unsubtle sense, a cynic might avert that the more Islam flourishes in Pakistan the more it will wilt in India.[210]

> پاکستان اپنی صورت میں جتنا اسلامی ہو گا (خاص طور پر بنیادی مادی عناصر کے بغیر) ہندوستانی مسلمان اتنے ہی زیادہ غیر محفوظ ہوتے جائیں گے۔ زیادہ سادہ، غیر جانب دارانہ، صاف اور مکمل تناظر، جس کے بیان سے ایک ناامید و کوتاہ فہم شاید پہلو تہی کرے، یہ ہے کہ پاکستان میں جتنا اسلام پھیلے گا ہندوستان میں یہ اتنا ہی سکڑتا اور کمزور ہوتا جائے گا۔

نداف صفران (Nadav Safran، 1925ء-2003ء)[211] اسلام کو ناقابل عمل اور غیر حقیقی ظاہر کرتا ہے۔ وہ ان مصری اہل فکر و دانش سے اظہارِ ہمدردی کرتا اور ان کی تعریف میں رطب

---

[210] Smith, *Islam in Modern History*, 273.

[211] یہودی مستشرق۔ اسرائیل کی جنگِ آزادی (1948ء کی عرب اسرائیل جنگ) میں آرمی آفیسر کی حیثیت سے حصہ لیا۔ 1958ء میں ہارورڈ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ہارورڈ یونیورسٹی میں سنٹر فار مڈل ایسٹ سٹڈیز (Center for Middle East Studies) کے ڈائریکٹر، ہارورڈ گورنمنٹ ڈیپارٹمنٹ کے

Marfat.com

اللسان نظر آتا ہے، جو تجدد کے نقیب ہیں؛ اسلام کی بجائے فرعونیوں کی تقلید پر ابھارنے اور مصر میں نئے معتقدات اختیار کرنے اور پرانے اسلامی تصورات کو چھوڑنے کی ضرورت پر زور دینے والے ہیں۔[212]

الغرض مستشرقین سر توڑ کوشش کرتے ہیں کہ اہلِ اسلام کو اپنے مذہب کو گردشِ زمانہ کے مطابق بدلنے اور مغربی تہذیب اور افکار و نظریات اپنانے پر مائل کیا جائے اور ان لوگوں کی پیروی کی دعوت دی جائے، جن کے افکار و طرز عمل سے اسلام کی حقانیت و آفاقیت متاثر ہوتی ہے۔ کینتھ کریگ نے اسی تناظر میں کہا تھا کہ مسلمان وقت کے مطابق اسلامی احکام میں از خود تبدیلی کرتے رہے ہیں، جس سے ایک طرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلام کوئی مستقل دین نہیں تو دوسری طرف یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلام کو ضرورت کے تحت تبدیل کیا جاسکتا ہے۔[213]

الغرض مستشرقین سر توڑ کوشش کرتے ہیں کہ اسلام کے چہرے کو بد نما بنا کر دکھایا جائے۔ اسلامی ممالک کے وہ زعما اور قائدین جنھوں نے یورپ کی بڑی بڑی یونی ورسٹیوں میں

پروفیسر اور مشرق وسطی کے معاملات پر وائٹ ہاوس کے مشیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ سی آئی اے (CIA) سے فنڈنگ لینے کے الزام کا سامنا ہوا؛ جس کے نتیجے میں مڈل ایسٹ سنٹر کی سربراہی سے استعفی دینا پڑا؛ تاہم 2002ء تک ہارورڈ میں پروفیسر کی حیثیت سے خدمات جاری رکھیں۔ "Egypt in Search of Political Community: An analysis of the Intellectual and Political evolution of Egypt", "From War to War: The Arab Israel Confrontation 1804-1952", "Saudi Arabia: The Ceaseless Quest for Security" وغیرہ کتابیں تحریر کیں۔

[212] Nadav Safran, *Egypt in Search of Political Community: An analysis of the Intellectual and Political evolution of Egypt, 1804-1952* (Cambridge: Harvard University press, 1961), 85-97.

[213] Kenneth Cragg, *The Dome and the Rock: Jerusalem Studies in Islam* (London: S. P.C. K, 1964), 135.

Marfat.com

تعلیم حاصل کی یا اسلام کا مطالعہ مغربی زبانوں میں کیا، ان کے دلوں میں اسلامی قانون و تہذیب کے سر چشموں سے متعلق شکوک و شبہات پیدا کیے جائیں اور ان کے دلوں میں اسلام کے مستقبل سے ناامیدی، حال سے بے زاری اور ماضی سے بد گمانی اس طرح پیدا کی جائے کہ ان کا سارا جوش و خروش دین کو عصری تقاضوں کے مطابق ڈھالنے اور اسلامی قانون میں اصلاح و ترمیم کی مہم چلانے میں منحصر ہو کر رہ جائے۔[214]

مستشرقین نے تجدد و اصلاحِ مذہب کے نام سے مسلمانوں کو اسلام سے دور کرنے کے لیے جس تحریک کا آغاز کیا تھا اس کے اثرات ظاہر ہو کر رہے۔ ہر مسلم ملک میں پڑھے لکھے لوگوں کا خاصا بڑا گروہ پیدا ہوا، جنھوں نے انھی کے خیالات کو بنیاد بنا کر اسلام کا مطالعہ کیا اور انھی نتائج پر پہنچے، جو مستشرقین کو مطلوب تھے۔ اس گروہ کے اذہان میں اسلام کی قدر و منزلت کم ہو گئی ہے۔ یہ اپنے مذہب سے کٹ رہا ہے۔ یہ سمجھنے لگا ہے کہ اسلام میں اصلاح اور تجدد و تبدیلی سے منہ موڑا گیا، تو اسلام جدید دور کے لیے قابلِ عمل نہیں رہے گا۔

استشراقی فکر و مساعی اور اہلِ اسلام کا رویہ

اس بحث سے قطع نظر کہ مستشرقین نے اسلام کو بجائے خود یا بحیثیت دین کیا نقصان پہنچایا ہے، یہاں اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ استشراقی فکر نے مسلم معاشروں میں مسلم زعما اور اربابِ حکومت و اقتدار اور مسلم علما و اہلِ فکر و نظر پر خاصا اثر ڈالا ہے۔ یہ کہنا بالکل غلط نہ ہو گا کہ مستشرقین کو مسلمانوں میں تجدد و اصلاحِ مذہب کی تحریک چلانے، اسلام سے متعلق تشکیکی مواد فراہم کرنے اور اسلامی تہذیب و تاریخ اور اقدار و شخصیات کی تحقیر کی حکمت عملی سے جو مقاصد مطلوب تھے، وہ ان میں ایک حد تک کامیاب رہے۔ عالم اسلام میں اصلاح و ترقی کے نام پر تجدد و مغربیت کے جتنے علم بردار پیدا ہوئے، ان کے افکار و تصورات پر مستشرقین کی چھاپ واضح دکھائی دیتی ہے۔ ان استشراقیت زدہ مسلمانوں میں اہلِ اقتدار، مسلم زعما اور طبقہ امرا تو اکثر و بیشتر شامل ہے ہی، مسلم سکالرز اور دانش وروں کی بھی ایک بڑی تعداد اس مرض کی مریض ہے۔ عالم

---

[214] ابوالحسن علی ندوی، اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین (کراچی: مجلس نشریات اسلام، 1992)، 14-

Marfat.com

اسلام میں جہاں تک اہلِ قوت و اقتدار کا تعلق ہے، تو وہ بقول مریم جمیلہ، اکثر و بیشتر اسی کوشش میں رہتے ہیں کہ اصلی اسلام کی بجائے مستشرقین اور عیسائی مشنریوں کا لندن اور امریکا میں تیار کردہ اسلام کا ایک لبرل، ترقی پسند اور جدید ایڈیشن پیش کیا جائے۔ مریم جمیلہ کے الفاظ ہیں:

> Those in power , both in the East and the West, are trying to destroy the genuine Islam by substituting a counterfeit "modern" "liberal" and "progressive" version manufactured by the orientalists and Christian missionaries in London and New York. The same gimmicks, adopted by the Church and Synagogue to attract the fun-oriented new generation are now being copied in some "Muslim" circles, supported by strong vested interests.[215]

> مشرق و مغرب میں جو بھی صاحب قوت و اختیار ہیں، اصلی اسلام کو تباہ کر کے اسلام کا مستشرقین اور عیسائی مشنریز کے ذریعے لندن اور امریکا میں تیار کردہ جدید، لبرل اور ترقی پسند جعلی و نقلی ایڈیشن پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہی سٹنٹ اور فریب جو چرچ اور سینگاگ نے موج مستی اور رنگینی کی دلدادہ نئی نسل کو متوجہ کرنے کے لیے اختیار کیے تھے، بعض نام نہاد مسلم حلقوں میں مخصوص مفادات کے تحت کاپی کیے جا رہے ہیں۔

چناں چہ مسلم معاشروں میں مغربی طرزِ فکر پر اصلاح و ترقی کے خواہاں زعما اور حکمرانوں نے اپنے معاشروں کو مغربی رنگ میں رنگنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ تقریباً تمام مسلم قیادت تجدد و مغربیت ہی کو کامیابی کا واحد راستہ سمجھتی ہے۔ حکمران اور طبقہ امرا کے علاوہ ہمارے بہت سے

---

[215] Maryam Jamīla, *Islam and Modernism* (Lahore: Muhammad Yūsuf Khān, 1977), 239.

Marfat.com

سکالرز اور دانش ور بھی مغرب کی نقالی میں حکمران طبقے سے جوہری اعتبار سے کچھ زیادہ مختلف الخیال نہیں ہیں۔ ان کے نقطہ نظر سے بھی مسلمانوں کی ترقی و کامرانی تجدد و مغربیت ہی میں پنہاں ہے۔[216]

یہاں مختصراً یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ مستشرقین اور مسلم تجدد پسندوں کی طرف سے تجدد و مغربیت کے حوالے سے جو بھی کاوشیں ہوئیں اور جو لٹریچر بھی تخلیق ہوا، اہلِ اسلام کے روایتی اور راسخ العقیدہ طبقے کی جانب سے، اس کی وسیع پیمانے پر، تردید و تنقید بھی سامنے آئی۔ ایسے علما اور دانش وروں کی ایک قابلِ لحاظ تعداد موجود ہے، جنھوں نے مستشرقین کے اعتراضات سے اسلام کا دفاع کرنے اور ان سے متاثر مسلم دانش وروں کے افکار کے ناقدانہ جائزے پر مبنی قابلِ لحاظ کام کیا ہے۔ تاہم ان صفحات میں اس کام کا تذکرہ ہمارے موضوع سے خارج ہے؛ یہاں ہمیں استشراق، اس کے اسلام سے متعلق رویے، اور اہلِ اسلام پر استشراقی اثرات کو زیر بحث لانا ہے؛ چناں چہ آیندہ صفحات میں، عالمِ اسلام میں استشراقی اثر و نفوذ پر گفت گو شامل ہے۔

---

216 بعض نمایاں تجدد پسند مسلم زعماء حکمرانوں اور علماء و سکالرز اور ان کے افکار کا قدرے تفصیلی خاکہ اگلے صفحات میں آرہا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

مستشرقین کو اپنی ان مساعی سے، جن کا ذکر گذشتہ صفحات میں ہوا، جو مقاصد مطلوب تھے، ان میں انھوں نے کافی کامیابی حاصل کی۔ عالمِ اسلام میں اصلاح و ترقی کے نام پر تجدد و مغربیت کے جتنے علم بردار پیدا ہوئے ان کے افکار و نظریات پر استشراقی چھاپ واضح دکھائی دیتی ہے۔ مسلم دنیا میں اہلِ اقتدار اور طبقۂ امرا کے علاوہ مسلم سکالرز اور دانش وروں کی بھی ایک بڑی تعداد مستشرقین سے متاثر ہے۔ سطورِ ذیل میں مذکورہ طبقوں میں استشراقی اثر و نفوذ کا مطالعہ مختلف عنوانات کے تحت پیش کیا جاتا ہے:

اہلِ اقتدار اور طبقۂ امرا

جیسا کہ مریم جمیلہ کے حوالے سے اوپر ذکر ہوا، عالمِ اسلام میں جہاں تک اہلِ اقتدار اور طبقۂ امرا کا تعلق ہے، یہ بالعموم مغرب کے زیرِ اثر ہے اور اکثر و بیشتر اس کوشش میں رہتا ہے کہ اصلی اسلام کی بجائے مستشرقین اور عیسائی مشنریوں کا لندن اور امریکا میں تیار کردہ اسلام کا ایک جدید، لبرل اور ترقی پسند ایڈیشن پیش کیا جائے۔ مسلم معاشروں میں مغربی طرز پر اصلاح و ترقی کے خواہاں زعما اور حکمرانوں نے اپنے معاشروں کو مغربی رنگ میں رنگنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں چند افراد اور ان کی کوششوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

ضیا گوک الپ

ترکی کے قوم پرست لیڈر ضیا گوک الپ (Mehmed Ziya Gokalp، 1876ء–1924ء)[1] پر مغربی و استشراقی اثرات اتنے گہرے تھے کہ وہ کسی بھی قسم کی اچھائی اور برائی کی

---

[1]1 جدید ترک قوم پرستی کے بانی اور جدید ترکی کے موثر ترین مفکر، شاعر، مصنف سوشیالوجسٹ اور سرگرم سیاسی کارکن۔ ترک سوشیالوجی کے حقیقی بانی قرار دیے جاتے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ فرد کی حقیقی شخصیت جبھی ظہور پذیر ہو سکتی ہے، جب وہ اپنے کلچر کا حقیقی نمایندہ ہو۔ ترکوں کو اپنی قومیت اور فطری تفوق کو پیش نگاہ رکھنا چاہیے اور مغربی تہذیب کی پیروی کرتے ہوئے قومی ترقی میں کردار ادا کرنا چاہیے۔ انھوں نے وحدتِ اسلامی، خلافت، عثمانزم اور اسلامزم کی سخت مخالفت اور تردید کی۔ کمالزم اور مصطفیٰ کمال اتاترک کی فکر اور تصورِ اصلاح میں انتہائی بنیادی کردار ضیا گوک الپ ہی کا ہے۔

Marfat.com

تمیز کے لیے یورپ کی مکمل نقل کے خواہاں تھے۔ مغربی تہذیب اپنانے کی دعوت دیتے ہوئے انھوں نے لکھا:

> We are part of Western civilization and have an integral share in it...our only road to salvation is to adopt Western civilization completely.[2]

> ہم مغربی تہذیب کا حصہ اور اس کا اہم کردار ہیں... ہماری نجات کا واحد راستہ مکمل طور پر مغربی تہذیب اپنانا ہے۔

ضیا گوک الپ کا دعویٰ تھا کہ مغرب نے مسلمانوں کے مقابلے میں جو کامیابی حاصل کی ہے، وہ مغربی تہذیب کے طفیل ہے؛ لہٰذا ہم اتنی کامیاب تہذیب کو اپناتے ہوئے کیوں شرمائیں!:

> It only by means of its civilization that Europe has been able to defeat the Muslim nations and become the Master of the world.Why, then, should we hesitate in taking over this same civilization which has approved so successful.[3]

> یہ مغربی تہذیب ہی ہے جس کی بنا پر یورپ نے مسلم اقوام کو شکست سے دوچار کیا اور دنیا کا امام بن گیا۔ تو پھر ہمیں اتنی کامیاب ثابت ہونے والی تہذیب کو اپنانے سے کیوں ہچکچانا چاہیے!

ضیا گوک الپ نے مغربی تہذیب کو اس کی اس قدر مکمل صورت میں اپنانے پر زور دیا کہ اس کا کوئی عنصر بھی ترک نہ کیا جائے۔ ان کے نزدیک مغرب اور مشرق کا ملغوبہ کسی طور ترقی کا راستہ نہیں۔ ان کے مطابق بعض مسلم دانش وروں کا یہ تصور گمراہ کن تھا کہ مغرب کی بعض مثبت

---

[2] Ziya Gokalp, *Turkish Nationalism and Western Civilization*, ed.and trans. Niyazi Berkes (London: George Allen & Unwin, 1959), 266,276.

[3] Gokalp, *Turkish Nationalism and Western Civilization*, 266--267.

Marfat.com

چیزیں اپنالی جائیں اور بعض اسلام اور مشرق سے لے لی جائیں۔ انھوں نے تنظیمات -جو بجائے خود مغربی تہذیب کو رد کرنے کی بجائے اسے بہت حد تک اپنانے کی دعوت دینے والی تھی- کی ایسی کوشش کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے کہا:

> The great mistake of the leaders of Tanẓīmāt was their attempt to create a mental amalgam made up of a mixture of East and west. They failed to see that the two with their diametrically opposed principles could not be reconciled...Any attempt to reconcile East and West means to keep carrying medieval conditions into the modern age and trying to keep them alive...Each civilization has its own logic, its own aesthetic standards, its own world outlook... policy makers of the Tanẓīmāt attempted their reforms without studying conditions...[4]

تنظیمات کے رہنماؤں کی بڑی غلطی مشرق اور مغرب کا ایک ملغوبہ بنانے کی کوشش تھی۔ وہ یہ سمجھنے میں ناکام رہے کہ دو مکمل طور پر مختلف اصولوں کی حامل تہذیبوں کو کیسے اکٹھا کیا جا سکتا ہے!... مشرق و مغرب کو جمع کرنے کی کوشش کا مطلب فرسودہ احوال و ظروف کو جدید دور میں زندہ اور جاری و ساری رکھنا ہے۔ ہر تہذیب کی اپنی منطق، خوب و ناخوب کے اپنے معیارات اور اپنا زاویہ نظر ہوتا ہے... تنظیمات کے پالیسی سازوں نے حالات کو سمجھے بغیر اصلاحات کی کوشش کی...

[4] Gokalp, *Turkish Nationalism and Western Civilization*, 270–277.

Marfat.com

ضیا گوک الپ نے عالمگیر اخوتِ اسلامی کے تصور کو مغربی تصورِ قومیت سے متصادم قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ ترکوں کو اپنی سرزمین کو ہر چیز پر مقدم رکھنا چاہیے۔ ان کے لیے حب الوطنی سے بڑھ کر کوئی اخلاقیات نہیں۔ وہ قبل از اسلام کی ترک حب الوطنی کو اپنانے اور قوم کی محبت کو مذہب کی محبت پر ترجیح دینے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> Among the pre-Islamic Turks, patriotism reached its highest levels. In the future, as in the past, patriotism should be the most important area of morality for the Turks...Loyalty to the nation must take precedence over loyalty to family and religion...We shall create a genuine civilization...The conquest of future is promised to Turkish resolution.[5]

> اسلام سے پہلے کے ترکوں میں حب الوطنی اپنے پورے عروج پر پہنچی ہوئی تھی۔ مستقبل میں بھی، جیسا کہ ماضی میں ہوا، حب الوطنی ہی ترکوں کے لیے اخلاقیات کا سب سے اہم عنصر ہونا چاہیے... قوم سے وفاداری کو خاندان اور مذہب سے وفاداری پر لامحالہ ترجیح دینی چاہیے... ہم ایک اصلی تہذیب تخلیق کریں گے... مستقبل کی فتح ترک مقصد میں پنہاں ہے۔

مصطفیٰ کمال

مصطفیٰ کمال اتاترک (Mustafa Kemal Ataturk، 1881ء-1938ء)[6]، جو عالم اسلام کے طبقہ امراء اور عما میں بالعموم ایک آئیڈیل باور کیے گئے ہیں، ترکی میں تجدد و مغربیت کے سب

---

[5] Gokalp, *Turkish Nationalism and Western Civilization*, 60, 271, 302.

[6] جدید جمہوریہ ترکی کے بانی اور پہلے صدر۔ جنگ عظیم اول میں فوجی آفیسر تھے۔ ترک قومیت اور ترکی کی جدوجہدِ آزادی کے ہیرو اور اتاترک (ترکوں کے باپ) قرار دیے جاتے ہیں؛ اتحادیوں سے جنگ جیتی؛ ترکی میں

Marfat.com

سے بڑے نقیب تھے۔ انھوں نے حصولِ اقتدار کے بعد اسلام کو ترکوں کی عملی زندگی سے بے دخل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ ان کے خیال میں ترکی کی ترقی اس وقت تک ممکن نہ تھی جب تک اسلام کے اثر و نفوذ کو بالکل ختم نہ کر دیا جاتا۔ ان کے خیالات میں اسلام سے متعلق نفرت و حقارت بہت نمایاں ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں:

> Islam- This theology of an immoral Arab is a dead thing. Possibly it might have suitable to the tribes in the desert. It is no good for a modern, progressive state. God's revelation! There is no God! There are only the chains by which the priests and bad rulers bound the people down.[7]

> اسلام -(نعوذ باللہ) ایک بد اخلاق عرب کی یہ الٰہیات- ایک مردہ چیز ہے۔ یہ صحرائی قبائل کے لیے مناسب ہو تو ہو، جدید ترقی پسند ریاست کے لیے ہر گز موزوں نہیں۔ وحیِ خداوندی! (کیسی وحی؟) خدا ہے ہی نہیں۔ یہ مذہبی رہنماؤں اور برے حکمرانوں کا اپنے عوام کے استحصال کا ہتھیار ہے۔

چناں چہ مصطفیٰ کمال نے ترکی کو خدا کی بجائے مغربی تہذیب کی شکل میں ایک دیوتا عطا کیا۔ اس دیوتا کے وہ خود بھی وفادار حواری اور پر جوش پجاری تھے۔ وہ مغربی تہذیب کو ملک کے چپے چپے میں رائج دیکھنے کے تمنائی تھے۔ اس تہذیب کا ذکر کرتے ہوئے ان کی آنکھوں کی چمک اور ان

اپنے نظریے کے مطابق اصلاحات نافذ کیں۔ ان کے نظریۂ حیات اور تصورِ ریاست و حکومت کو کمالزم (Kemalism) کا نام دیا جاتا ہے۔ جدید ترکی کی بنیاد رکھنے کے بعد خلافت کا خاتمہ کر دیا؛ ترکی کی اسلامی اور مذہبی شناخت کو مٹانے اور اسے جدید مغربی طرز و انداز کے مطابق ڈھالنے کے حوالے سے انتہائی سخت اقدامات کیے، جن پر عالمِ اسلام کے مذہبی حلقوں میں سخت بے زاری و برہمی کا اظہار کیا گیا۔

[7] H.C. Armstrong, *The Gray Wolf: the life of Kemal Ataturk* (New York: Capricorn books, 1961), 199-200.

Marfat.com

کے چہرے کی طمانیت دیدنی ہوتی۔[8] وہ کہا کرتے کہ عالمِ اسلام کی کم نصیبی اور پسماندگی کی اصل وجہ خود کو نئی، روشن اور بلند پایہ مغربی تہذیب میں فٹ نہ کر سکنا ہے۔ ہم جو اپنے آپ کو بچانے میں کامیاب ہوئے ہیں، تو اسی باعث کہ اب ہماری ذہنیت بدل رہی ہے۔[9] لہٰذا انھوں نے ترکی کو سیکولر سٹیٹ قرار دے دیا۔ مذہب انسان کا ذاتی معاملہ قرار پایا؛ خلافت کا ادارہ ختم کر دیا گیا؛ شرعی اداروں اور محکموں اور اسلامی شریعت کو ملک سے بے دخل کر کے مغربی قوانین نافذ کر دیے گئے؛ ہر وہ چیز جس کا کوئی تعلق اسلام سے بنتا تھا، حرفِ غلط کی طرح مٹا ڈالی گئی؛ عربی کی جگہ لاطینی رسم الخط جاری کر دیا گیا؛ اور تو اور عربی میں اذان تک ممنوع قرار پا گئی۔ مختصر یہ کہ ترکی قوم اور حکومت کی دینی اساس کو توڑ پھوڑ کر ختم کر دیا گیا، اور قوم کا نقطۂ نظر یکسر بدل ڈالا گیا۔[10]

مقتدر اور صاحبِ اختیار طبقے کے بعض دیگر افراد

استشراقی و مغربی فکر نے صرف ضیا گوک الپ اور مصطفیٰ کمال یا دیگر ترک زعما ہی کو اپنی گرفت میں نہیں لیا، بلکہ اس کے اثرات تقریباً عالمِ اسلام کے تمام اعلیٰ تعلیم یافتہ، مقتدر اور صاحبِ اختیار طبقے تک ممتد دکھائی دیتے ہیں۔ عالمِ اسلام میں جہاں بھی کوئی ملکی تعمیر و ترقی کے لیے اٹھتا ہے، بالعموم تجدد و مغربیت اور کمالی طرز کی اصلاحات ہی کو مقصود و منتہا سمجھتا ہے۔ 1952ء کا مصری انقلاب اپنی بنیادوں میں مغربی زاویۂ نگاہ لیے ہوئے آیا۔ اس کا مقصد جمال عبد

[8] Irfān and Margarete Orga, *Ataturk* (London: Michael Joseph, 1962), 23.

[9] Irfān and Orga, Ataturk, 237, 238,297.

[10] Irfān and Orga, Ataturk, 280.

ترکوں کو اپنی اسلامی شناخت سے دور ہٹانے، اسلامی اتحاد کو ضرب لگانے کے خاطر انھیں اپنی اصلی قومیت کا احساس دلانے کے لیے، جس کا دارومدار نسل اور مادری زبان پر ہے، اور انھیں یہ باور کرانے کے لیے کہ وہ ترک پہلے ہیں اور مسلمان بعد میں، مستشرقین کی کاوشیں کلیدی کردار کی حامل ہیں۔ ان استشراقی کوششوں کے قدرے تفصیلی مطالعے کے لیے مثال کے طور پر دیکھیے: ڈاکٹر اکمل ایوبی، "مستشرقین اور تاریخ ترکی۔" معارف، اعظم گڑھ، اکتوبر (1983ء): 251-260۔

Marfat.com

الناصر (1918ء-1970ء)[11] کے خیال میں یہ تھا کہ مصری عربی معاشرہ ایک ایسی سوسائٹی میں بدل جائے جس کے افراد اپنے اجتماعی تعلقات، اخلاقی قدروں اور حقوق وغیرہ سے متعلق ایسا نقطۂ نظر اختیار کریں جو جدید فکر سے ہم آہنگ ہو۔ صدر ناصر کے پیش کردہ منشور سے اگر مصر اور عرب کا لفظ نکال دیں تو وہ کسی بھی سیکولر سوشلسٹ سٹیٹ کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔ رضا شاہ پہلوی (1919ء-1980ء)[12] نے اپنے زمانے میں ایران کو بھی ترکی کے نقش قدم پر

[11] مصر کے دوسرے صدر۔ 1956ء سے لے کر اپنی وفات تک عہدۂ صدارت پر فائز رہے۔ 1952ء کے مصری انقلاب میں مصر کے پہلے صدر جنرل محمد نجیب (1901ء-1984ء)۔جو تھوڑے ہی عرصے بعد ناصر سے اختلافات کی بنا پر برطرف کر کے نظر بند کر دیے گئے؛ اور 1972ء میں مصر کے تیسرے صدر محمد انور السادات (1918ء-1981ء) کے عہد میں رہائی ملی۔اور جمال عبد الناصر کا بنیادی کردار رہا تھا۔ نہر سویز کو قومی تحویل میں لینا ان کا اہم قدم شمار کیا گیا۔ عرب دنیا میں مقبولیت کی بنا پر انھوں نے عرب اتحاد اور عرب قومیت کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ لیکن عرب ممالک سے متعلق ان کی پالیسیوں نے عربوں کو باور کرایا کہ وہ عرب اتحاد کی بجائے اپنے اقتدار کی مضبوطی کی فکر میں ہیں۔ نتیجتاً عرب ممالک سے ان کے اختلافات پیدا ہو گئے۔ روس کی جانب جھکاؤ اور اشتراکیت پسندی بھی ان کی ایک پہچان ہے؛ اس وقت کے روسی صدر نے انھیں روس اور اشتراکیت کا ہیرو باور کرانے کی کوشش کی۔ ان کے بارے میں مذہب پسندوں میں یہ تاثر رہا کہ انھوں نے ایک طرف مصر سے باہر تبلیغ اسلام میں کردار ادا کیا، لیکن دوسری طرف اسلامی تحریکوں کو دباتے اور غیر اسلامی و مغربی اقدار کو پھیلاتے رہے۔ وہ دراصل ایک آمر کی نفسیات کے تحت ہر وہ اقدام کرنے کو ترجیح دیتے تھے، جو اپنے اقتدار کی مضبوطی کا باعث بن سکے۔

[12] شاہِ ایران، محمد رضا شاہ پہلوی۔ پہلوی خاندان کے دوسرے اور آخری بادشاہ تھے۔ اپنے والد رضا شاہ پہلوی (1878ء-1944ء) کے زمانے میں ایران میں برطانوی و روسی افواج کے داخلے اور ان کی طرف سے رضا شاہ کے تخت چھوڑنے پر مجبور کیے جانے کے بعد، 1941ء میں شاہِ ایران بنے۔ محمد رضا شاہ پہلوی نے شہنشاہ کا لقب اختیار کیا۔ رفتہ رفتہ مغربی طاقتوں کے مفادات کی آب یاری، مغربی کلچر اور اقدار کے فروغ، ظلم و ستم، کرپشن اور عریانی و فحاشی وغیرہ ایسے الزامات کے نتیجے میں ایرانی عوام میں ان کے خلاف نفرت و بے زاری نے شدت اختیار کر لی اور 1979ء میں ایران کے مشہور مذہبی رہنما امام خمینی (1902ء-1989ء) کی قیادت میں ایران میں شیعی اسلامی

Marfat.com

مغربیت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوششیں کیں۔ وہ ایران سے مذہبی رجحان کو پوری طرح مٹانا اور اسلامی تشخص کو ختم کرنا چاہتے تھے، تاہم ان کی متشددانہ پالیسیاں 1979ء کے شیعی اسلامی انقلاب پر منتج ہوئیں اور شاہ کو ملک چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا۔ انڈونیشیا میں احمد سوئیکارنو (1901ء-1970ء)[13] کی رہنمائی میں بھی حکمران طبقے نے ملک کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ترکی کے نقش قدم پر لے جانے کی کوشش کی۔ انڈونیشیا میں اگرچہ مغربیت کے خلاف ردِّ عمل بھی ظاہر ہوتا رہا اور اسلامی تحریکیں اٹھتی رہیں، تاہم متجددانہ سرگرمیاں ہنوز جاری ہیں۔ تیونس میں حبیب بورقیبہ (1903ء-2000ء)[14] نے صدارت کا عہدہ سنبھالتے ہی کمالی اصلاحات اور تجدد کا آغاز کر دیا۔ تیونسی صدر مسیحی مشنریوں اور مستشرقین کے خیالات سے شدید متاثر

انقلاب آگیا؛ محمد رضا شاہ پہلوی کو ملک چھوڑنا پڑا۔ مختلف ملکوں میں پھرنے پھرانے کے بعد، 1980ء میں قاہرہ کے ایک ہسپتال میں ان کا انتقال ہوا، اور قاہرہ کی مسجد الرفائی میں دفن ہوئے۔ مصری صدر انور سادات، پہلوی خاندان کے افراد اور دیگر کئی عالمی شخصیات نے ان کی آخری رسومات میں شرکت کی۔

[13] انڈونیشیا کے پہلے صدر۔ عرصۂ صدارت 1945ء-1967ء ہے۔ انڈونیشیا میں ڈچ نو آبادیاتی عہد کے نمایاں قوم پرست رہنما تھے۔ اپنے ملک کی نیدرلینڈ سے آزادی کی جنگ لڑی۔ ایک عشرے سے زیادہ ڈچ حراست میں رہنا پڑا۔ دوسری جنگ عظیم میں انڈونیشا پر جاپان کے حملے کے نتیجے میں ڈچ قید سے رہائی ملی۔ جاپان نے انڈونیشیا کی تحریکِ آزادی کو سپورٹ کیا۔ عالمی جنگ میں جاپان کو شکست ہوئی، تو 17 اگست 1945ء کو سوئیکارنو نے انڈونیشیا کی آزادی کا اعلان کر دیا، اور اس کے پہلے صدر بنے۔ نظام کو جمہوریت سے استبدادی نظام میں بدلنے اور لوگوں کو جبراً مطیع و منقاد بنانے کے الزام میں 1967ء میں عہدے سے معزول کر دیے گئے۔

[14] تیونس کے پہلے صدر۔ عرصۂ صدارت 1957ء-1987ء ہے۔ تیونس کی آزدی کے رہنما ہے۔ تیونس میں وسیع پیمانے پر جدید مغربی طرز کی اصلاحات کی کوششیں کیں۔ مختلف روایتی اسلامی تصورات کے سخت ناقد تھے؛ مثلاً حجاب کے کپڑے کو نفرت انگیز چیتھڑا قرار دیتے تھے۔ 1970ء کے بعد سے صحت خراب رہنے لگی۔ 1980ء کے بعد صحت سخت ڈانواں ڈول ہو گئی۔ بعض لوگوں کے مروا ڈالنے اور بعض کو پھانسی دینے سے متعلق احکام ایسے تھے کہ ان کے حامی بھی ان کو حماقت سے تعبیر کرنے لگے۔ ڈاکٹرز کی طرف سے تجویز کیا گیا کہ بورقیبہ دماغی طور پر اپنے فرائض کی انجام دہی کے اہل نہیں رہے، جس کے نتیجے میں انھیں عہدے سے ہٹا دیا گیا۔

Marfat.com

ہوئے۔ انھوں نے قرآن اور صاحبِ قرآن کے بارے میں حد درجہ ہتک آمیز بیانات دیے۔ قرآن میں تضادات ثابت کرنے کی کوشش کی اور قرآنی قصوں کو خرافات کا مجموعہ قرار دیا۔ الجزائر کے احمد بن بلا (1916ء-2012ء)[15] جمال عبد الناصر کے دوستوں اور ہم خیالوں میں سے تھے۔ انھوں نے صدر ناصر ہی کی طرز پر دینی ذہن کو محدود اور حکومت سے دور رکھنے کی کوشش کی۔ لیبیا کے کرنل معمر قذافی (1942ء-2011ء)[16] نے زمامِ اقتدار سنبھالی تو بعض

---

[15] الجزائر کے سوشلسٹ انقلابی رہنما۔ 1963ء-1965ء کے عرصے میں الجزائر کے پہلے صدر کی حیثیت سے برسر اقتدار رہے۔

[16] لیبیا کے انقلابی سیاسی رہنما۔ 1969ء میں برسر اقتدار آئے۔ عرب سوشل ازم اور نیشنل ازم کے موید تھے۔ جمال عبد الناصر کے ہم خیال اور پیرو تھے؛ انھیں ہیرو خیال کرتے تھے۔ 1970ء کے اوائل میں نظامِ حکومت کے حوالے سے تیسرا عالمی نظریہ یا "نظرية عالمية ثالثة"(Third Universal Theory) پیش کیا؛ جو اسلامک سوشل ازم، عرب نیشنل ازم، افریقن نیشنل ازم اور بلا واسطہ جمہوریت کے تصورات پر مبنی تھا۔ اس نظریے کے اصول اور ایک مثالی سوسائٹی کا ڈھانچہ قذافی نے تین مجلدات پر مشتمل کتاب "الکتاب الاخضر"(The Green Book) میں پیش کرنے کی کوشش کی۔ قذافی کا تیسرا عالمی نظریہ، ان کے خیال میں ان لوگوں کے لیے ایک نیا راستہ تھا، جو مٹیریل ازم، کیپیٹل ازم اور بے خدا کمیونزم کو رد کر چکے تھے۔ وہ اسے خدا کی رہنمائی و بالادستی پر یقین رکھنے والی تمام اقوام کے لیے رہنما سمجھتے تھے۔ اپنے معاشی تصور کو وہ اسلامک سوشل ازم کا نام دیتے تھے۔ قذافی تمام عرب دنیا کو ایک قومی ریاست میں متحد کرنے کے حامی تھے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ انھوں نے لیبیا میں ایک حقیقی مثالی معاشرہ تشکیل دیا ہے۔ اپنے اقتدار کے شروع میں اسلامی تناظر میں متعدد ایسے اقدامات کیے کہ انھیں ایک پرجوش اسلام پسند سمجھا گیا۔ یہودیوں اور اسرائیل کی سخت مخالفت کی؛ کسی عرب حکمران کے اسرائیل سے سمجھوتے کو عربوں سے دھوکا قرار دیتے تھے۔ 1990ء کے بعد ان کا نقطۂ نظر بدلنے لگا۔ 2007ء میں انھوں نے اسرائیل اور فلسطین کے مسئلے پر یک ریاستی حل (Single-State Solution) کی حمایت کی، جو یہودیوں اور فلسطینیوں کے لیے ایک جمہوری ریاست کے قیام کے تصور پر مبنی تھا۔ 2011ء میں لیبیا میں خانہ جنگی شروع ہو گئی، جس کے نتیجے میں قذافی اپنے بہت سے وفاداروں اور اہلِ خانہ سمیت قتل کر دیے گئے۔

Marfat.com

شرعی حدود کا نفاذ کیا، جس کی بنا پر مغربی پریس میں ان کو ایک کٹر مذہبی شخصیت کے طور پر پیش کیا جانے لگا۔ مستشرقین سے رابطہ کی بنا پر ان کا انقلابی دائرۂ فکر سیاست سے ہٹ کر دینی فکر میں انقلاب تک وسیع ہو گیا۔ انھوں نے یہ تصور قائم کر لیا کہ وہ اسلام جو کتاب و سنت سے ماخوذ ہے، اس انقلابی عہد کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ چناں چہ انھوں نے اسلام کو اپنے انقلابی ذہن کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی تا کہ اسلام کا ایک نیا ایڈیشن تیار کر سکیں، جو عہدِ جدید کے پورے مغربی نظام کے ساتھ چل سکتا ہو۔ وہ اسلام کو عبادت تک محدود کر دینا چاہتے تھے۔ عبادت اور عام زندگی کے بارے میں ان کا تصور تیونسی صدر حبیب بورقیبہ سے بہت قریب ہے۔ حبیب بورقیبہ نے قرآن کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کیا۔ معمر قذافی نے حدیث کو تختۂ مشق بناتے ہوئے اسے مشکوک اور ناقابلِ اعتماد ثابت کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے ہجری تقویم کو بھی نشانۂ تنقید بنایا۔ الغرض قذافی بھی پورے زور شور سے تجدد و مغربیت کے راستے پر ہو لیے۔[17] دیگر مسلم قائدین و زعما اور حکمرانوں کا رجحان بھی بالعموم تجدد و مغربیت ہی کی طرف چلا آتا ہے اور وہ اسی میں مسلمانوں کی کامیابی کا راز مضمر سمجھتے ہیں۔

جدید تعلیم یافتہ دانش ور اور سکالرز

مسلم دنیا کے جدید تعلیم یافتہ دانش ور اور سکالرز کی بھی ایک قابلِ لحاظ تعداد مستشرقین کے زیر اثر ہے۔ یہ اثرات ان دانش وروں میں عام دکھائی دیتے ہیں جو مغرب میں جا کر اس کی ثقافت و اقدار سے مرعوب و متاثر ہوئے یا مغربی یونی ورسٹیوں میں مغربی اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ کینٹویل سمتھ نے مسلم اہلِ فکر کی آزاد خیالی (Liberalism) کے اسباب و وجوہ کا سراغ لگاتے ہوئے اس حقیقت کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے:

> A third factor in Islamic liberalism was the penetration of the West... Many Muslims went to the

[17] عالم اسلام کے حکمران طبقے کے استشراقی و مغربی فکر سے تاثر کے نتیجے میں تجدد و مغربیت کی طرف راغب ہونے سے متعلق یہ نکات، "مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش"، میں مولانا ابوالحسن ندوی کے افکار پر مبنی ہیں۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہوں مذکورہ کتاب کے صفحات 162-225۔

Marfat.com

west and came to know, even in part to admire, its spirit and values. This was true especially of some of those students who in increasing numbers were seeking training in its Universities.[18]

مسلم آزاد خیالی کی تیسرا سبب مغرب کا نفوذ ہے...بہت سے مسلمان مغرب میں گئے اور اس کی روح اور اقدار سے واقفیت حاصل کی اور اس کے مداح بنے۔ یہ چیز بالخصوص ان طلبہ کے معاملے میں حقیقت ہے، جو بڑی تعداد میں مغرب کی یونی ورسٹیوں میں تربیت حاصل کر رہے تھے۔

کچھ دانش ور اور سکالرز اور مغربی اہلِ قلم یا ان سے کسبِ علم کرنے والے یا مغرب سے متاثر ہو کر آنے والے مسلم دانش وروں کی تحریروں اور افکار سے متاثر ہو کر تجدد و مغربیت کے پرچارک بنے۔ ان سب دانش وروں کے نزدیک بھی مسلمانوں کی ترقی و کامرانی کا راز تجدد و مغربیت اور آزاد خیالی اپنانے میں ہے۔ یہاں چند سکالرز کے افکار و خیالات پیش کر کے یہ دکھانے کی کوشش کی جائے گی کہ وہ وہ اپنے افکار و تصورات میں کس طرح مغربی افکار و اقدار سے متاثر نظر آتے اور انھیں اپنانے پر زور دیتے ہیں:

ڈاکٹر طٰہٰ حسین

مصر کے معروف سکالر ڈاکٹر طٰہٰ حسین (1889ء-1973ء)[19] نے مصری مسلمانوں کو مغربی تہذیب اپنانے کی پر زور دعوت دی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مصری زندگی اپنے مظاہر کے اختلاف

---

[18] Smith, *Islam in Modern History*, 57.

[19] قاہرہ یونی ورسٹی میں عربی اور تاریخ کے پروفیسر اور مصر کے وزیر تعلیم رہے۔ تین سال کی عمر میں نابینا ہو گئے تھے؛ لیکن دماغی صلاحیتیں غیر معمولی تھیں۔ جامعہ ازہر سے مذہب اور عربی ادبیات کی تعلیم حاصل کی۔ قاہرہ یونی ورسٹی سے ابو العلا المعری پر پی ایچ ڈی کی۔ یونی ورسٹی کے تعلیمی مشن کے ممبر کی حیثیت سے فرانس بھیجے گئے؛ جہاں ابن خلدون (1332ء-1406ء) پر فرانسیسی میں مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی دوسری ڈگری حاصل کی۔ شہرت کا خصوصی حوالہ ادبیات عربی میں منفرد تحقیقات اور مصر میں تجدد پسندی اور مغربی تہذیب و اقدار

Marfat.com

کے ساتھ خالص مغربی ہے۔ لہٰذا مصر کو مشرق کا حصہ اور مصری فکر کو ہندوستان یا چین کی طرح مشرقی فکر کہنا کم عقلی اور سطحیت ہے۔ ہمیں اہل یورپ کے طریقے پر چلنا چاہیے اور انھی کی سیرت و عادات کو اختیار کرنا چاہیے۔ در حقیقت عصر حاضر میں ہمیں یورپ سے ایسا رابطہ اور قرب چاہیے جو روز بروز بڑھتا رہے یہاں تک کہ ہم لفظ اور معنی حقیقت اور شکل ہر اعتبار یورپ کا ایک حصہ بن جائیں، ہم نے سب کچھ یورپ سے لیا ہے؛ دستور و حکومت کی کوئی ایک شے بھی ہے، جس میں ہم نے یورپ کی بعینہٖ نقالی نہ کی ہو! ہمیں یورپ سے اسی طرح مسلسل استفادہ کرتے رہنا چاہیے، تا آں کہ وہ ہمارے جسم و روح، عقل و ضمیر اور خون میں اتر جائے؛ اس کی محبت ہماری روحوں کی غذا، ہمارے مدرکات کی اساس اور ہمارے ضمیروں کا حصہ بن جائے۔[20] ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

و حیاتنا المعنویة علی اختلاف مظاهرها و الوانها اروبیة خالصة۔۔۔کل هذا یدل علی اننا فی هذا العصر الحدیث نرید ان نتصل بالاروبا اتصالاً یزداد قوة من یوم الی یوم حتی نصبح جزءًا منها لفظاً و معنی و حقیقة و شکلاً۔۔۔وهل حیاة الدستوریة النیابیة الا شئی اخذناه من اروبا و نقلناه عنهانقلاً؟ فلم نکد نستمتع به حتی اتصل بحیاتنا امتزاج بدمائنا، واصبح حبه غذاء لنفوسنا،وقواماالعقولنا،وعنصراً من عناصر ضمائرنا۔[21]

اپنانے کے حوالے سے کوششیں ہے۔ بہت سے مضامین اور کتابیں لکھیں۔ نمایاں کتابوں میں "فی الادب الجاهلی"، "مستقبل الثقافة فی مصر" اور اپنی مشہور سوانح عمری "الایام" وغیرہ شامل ہیں۔ عربی ادب اور تاریخ اسلام سے متعلق طہٰ حسین کے بعض افکار پر سخت رد عمل سامنے آیا؛ انھیں اسلام کی تمسیخ و تضحیک کے الزام کا سامنا کرنا پڑا۔

[20] ڈاکٹر طہٰ حسین، مستقبل الثقافۃ فی مصر (قاہرہ: دار المعارف، 1938ء)، 31-44

[21] ڈاکٹر طہٰ حسین، مستقبل الثقافۃ فی مصر، 32-33۔

Marfat.com

ڈاکٹر طٰہٰ حسین عربی ادب کو دینی علوم کے تعلق سے یکسر آزاد کر دینے کے حامی ہیں۔ وہ اس سلسلے میں تحقیق پر، قومی احساسات اور مذہبی رجحانات و میلانات کو بالائے طاق رکھ کر، اس فلسفیانہ طریقہ کا اطلاق کرنا چاہتے ہیں، جس کی ابتدا ڈیکارٹ (Rene Descartes، 1596ء-1650ء)[22] نے کی تھی۔[23] ان کا کہنا ہے:

---

[22] فرانسیسی فلسفی، سائنس دان اور ماہر ریاضیات۔ جدید مغربی فلسفے کا بانی کہا جاتا ہے۔ نیوٹن کی ریاضیات پر اس کا گہرا اثر تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کے بعد کے بیشتر مغربی فلسفیانہ مباحث اسی کی تحریروں کے اثرات کا نتیجہ سمجھے جاتے ہیں۔ اس کے سوانح نگار ایڈرین بائیلٹ (Adrien Baillet، 1649ء-1706ء) کے مطابق 1619ء میں اس پر کچھ انکشافات ہوئے؛ اس کا عقیدہ تھا کہ اس پر الہامی طور پر نیا فلسفہ اترا ہے۔ اس کی تحلیلی جیومیٹری اور فلسفے پر ریاضیاتی طریقے کے اطلاق سے متعلق اس کا نظریہ انھی الہامات پر مبنی تھا۔ ڈیکارٹ وہ پہلا مفکر قرار دیا گیا ہے، جس نے طبعی علوم میں عقل کے استعمال پر زور دیا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ تمام حقائق ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ بنیادی سچائی کی تلاش اور منطقی انداز سے آگے بڑھنے ہی سے ہر قسم کی سائنس کے در وا ہوں گے۔ فلسفہ اس کے نزدیک وہ نظامِ فکر تھا، جس سے تمام علم تخلیق پاتا ہے۔ اخلاقیات کو وہ سب سے مکمل سائنس قرار دیتا تھا۔ اخلاقیات سمیت تمام سائنسز کی جڑیں اس کے مطابق مابعد الطبیعات میں پنہاں تھیں۔ عقل اس کے خیال میں خیر کا ادراک کر سکتی تھی۔ جسم اور ذہن یا روح اس کے مطابق الگ الگ چیزیں تھیں؛ "The Deception of Human Body" میں اس نے جسم کو مادی ثابت کرنے کی کوشش کی اور ذہن یا روح کو غیر مادی۔ جہاں تک اس کے مذہب کا تعلق ہے، تو وہ خود اپنے آپ کو پکا کیتھولک مسیحی قرار دیتا تھا؛ اس کی تحریروں میں خدا کا اثبات اور الحاد کی تردید ملتی ہے؛ "Mediations on First Philosophy" میں اس نے خدا کے وجود پر دلائل پیش کیے ہیں۔ لیکن چوں کہ وہ آزاد خیال اور عقلیت پسند تھا؛ مذہبی عقائد کو عقلی انداز سے دیکھتا تھا، اس بنا پر بعض لوگوں نے اسے ملحد قرار دیا؛ کیتھولک چرچ نے اس کی کتابوں کو ممنوع قرار دے دیا تھا۔ ڈیکارٹ کے فلسفیانہ افکار میں فلسفۂ تشکیک کو بنیادی اہمیت حاصل ہے "میں سوچتا ہوں، اس لیے میں ہوں"۔ جسے فرانسیسی میں: je pense, donc je suis، لاطینی میں: Cogito ergo sum اور انگریزی میں: I think, therefore I am، کے الفاظ میں پیش کیا گیا۔ اس کے فلسفے میں شہرہ آفاق جملہ ہے۔

[23] ڈاکٹر طٰہٰ حسین، فی الادب الجاہلی (قاہرہ: مطبعۃ فاروق، 1933ء)، 65-68۔

Marfat.com

ارید ان اصطنع فی الادب هذا المنهج الفلسفی الذی استحدثه" دیکارت" للبحث عن حقائق الاشیا۔[24]

دینی اغراض کے لیے عربی ادب کے مطالعے کی مخالفت کرتے اور واضح کرتے ہوئے کہ اس کا مطالعہ بہ طورِ ادب ہی ہونا چاہیے اور مذہب کو ذاتی سطح پر رہنا چاہیے، ڈاکٹر طٰہٰ حسین لکھتے ہیں:

وما لی ادرس الادب لاقصر حیاتی علی مدح اهل السنة و ذم المعتزلة و الشیعة والخوارج و لیس فی هذا کله شان ولا منفعة ولا غایة علمیة ومن الذی یسطتیع ان یکلفنی ان ادرس الادب لاکون مبشراً بالاسلام او هادماً لالحاد وانا لا ارید ان ابشر ولا ارید ان اناقش الملحدین و انا اکتفی من هذا کله بما بینی و بین الله من حظ دینی۔[25]

آخر کیوں میں ادب کا مطالعہ اس لیے کروں کہ اہل سنت کی مدح اور معتزلہ، شیعہ، خوارج کی مذمت میں عمر کھپادوں! حالانکہ مجھے نہ اس سے کوئی سروکار ہے اور نہ اس کا کوئی فائدہ اور علمی مقصد۔ مجھے کون مجبور کر سکتا ہے کہ میں اسلام کی تبلیغ اور الحاد کی تردید کرنے والا بنوں۔ جب کہ میں نہ مبلغ بننا چاہتا ہوں اور نہ ملحدین سے مناقشہ کرنے کا خواہش مند ہوں! دین کو میں بس اپنے اور اللہ کے درمیان ہی کافی خیال کرتا ہوں۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین اس بات سے انکاری ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تاریخی وجود کی حامل شخصیات ہیں۔ ان کے خیال میں تورات اور قرآن میں ان کے ناموں کا ذکر ان کے تاریخی وجود کا حتمی ثبوت مہیا نہیں کرتا۔[26]

---

[24] طٰہٰ حسین، فی الادب الجاہلی، 65۔

[25] طٰہٰ حسین، فی الادب الجاہلی، 55-56۔

[26] Safran, *Egypt in Search of Political Community*. 155.

Marfat.com

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک جس عربی شاعری کو قبل از اسلام کی شاعری کہا جاتا ہے وہ زیادہ تر قبل از اسلام کی شاعری نہیں، بلکہ ظہورِ اسلام کے بعد بعض مخصوص مقاصد کے تحت وضع کی گئی شاعری ہے۔ جاہلی شاعری کی اتنی مقدار بیان کی جاتی ہے کہ تمام قدما شاعر معلوم ہوتے ہیں، حالانکہ اس سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔ قلیل سی جاہلی شاعری کو اسلامی دور میں وضع کر کے کثیر بنانے کے قومی و سیاسی کے علاوہ دینی مقاصد بھی تھے، مثلاً محدثین، مفسرین وغیرہ کے اسلامی نظریات کی تایید۔ طٰہٰ حسین کے مطابق کعبہ کی بنیاد ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام نے نہیں رکھی تھی۔ ان کے خیال میں قرآن کی سات مشہور قراءتیں بھی حضور ﷺ سے ماخوذ نہیں ہیں۔ وہ اس بات کو بھی درست تسلیم نہیں کرتے کہ دین اسلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین رہا تھا اور حضور ﷺ کی آمد سے قبل عرب میں کوئی وجود رکھتا تھا۔[27]

ڈاکٹر فضل الرحمٰن

پاکستانی سکالر اور دانش ور ڈاکٹر فضل الرحمٰن (1919ء-1988ء)[28] کے نزدیک مسلمانوں کو مغربیت اختیار کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ مغربی تہذیب اپنانے کے باوجود مسلمان مکمل

---

[27] چارلس سی آدم، اسلام اور تحریکِ تجدد مصر میں، مترجم؛ عبدالمجید سالک (لاہور: مجلس ترقی ادب، 2002)، 370،369۔ یہاں یہ ذکر دلچسپی کا باعث ہوگا کہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کو ان نظریات کی بنا پر مصر کے اس تجدد پسند مکتبِ خیال کی بھی سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، عام طور پر جس کی فکر کا پرچارک، خود طٰہٰ حسین کو سمجھ لیا جاتا ہے، یعنی مفتی عبدہ اور رشید رضا کا مکتبِ خیال (اس مکتبِ خیال کے افکار کا ایک تعارف آئندہ صفحات میں آرہا ہے)۔ رشید رضا نے طٰہٰ حسین کو دہریت والحاد کا نمایندہ قرار دیا تھا۔ انھوں نے برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ طٰہٰ حسین اور ان کے ہم خیال ملک کے شعبۂ تدریس وادارت کو غصب کر رہے ہیں تاکہ ملک کے نوجوانوں کے قلوب کو اپنے کفر و زندقہ سے مسموم کر دیں۔ رشید رضا نے موقف اختیار کیا تھا کہ طٰہٰ حسین نے اپنے بہت سے نظریات کے ذریعے اسلام سے ارتداد کا ثبوت دیا ہے اور اس بات کی کوئی پروا نہیں کی کہ مسلمانوں پر ان کے افکار و خیالات کا کتنا مضر اثر پڑے گا۔ (چارلس سی آدم، اسلام اور تحریک تجدد مصر میں، 374-375)

[28] متحدہ ہندوستان کے شمال مغربی سرحدی صوبے (موجودہ خیبر پختون خواہ آف پاکستان) کے ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ پنجاب یونی ورسٹی سے عربی کی تعلیم حاصل کی۔ آکسفورڈ یونی ورسٹی سے ابن سینا (980ء-

Marfat.com

مسلمان رہ سکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بہت سے تصورات محض مستشرقین کے تتبع میں اپنائے ہیں،[29] مثلاً ایک جگہ وہ کہتے ہیں کہ' بعض مسلم اور غیر مسلم اسلام کو ایک مخصوص طرز زندگی سمجھتے ہیں جس میں مشکل ہی سے کوئی تبدیلی ممکن ہے؛ حالانکہ اسلام کے بہت سے غیر مسلم طالب علم مثلاً پروفیسر گستاف اے وان گرونی بام(Gustave E. von Grunebaum، 1909ء-1972ء)[30] کے نزدیک اسلام دراصل کسی تہذیب و ثقافت کا نام نہیں بلکہ قرآن و سنت کے فراہم کردہ کچھ اصول و ضوابط کا نام ہے، جس میں وقت اور ضروریات سے توافق و تطابق

1037ء) پر پی ایچ ڈی کی۔ انگلینڈ میں یونی ورسٹی آف ڈرہم (University of Durham) میں فارسی اور فلسفۂ اسلام اور کینیڈا میں میک گل یونی ورسٹی (McGill University) میں اسلامیات کے استاد رہے۔ 1961ء میں صدر ایوب خان (1907ء-1974ء) کے ایما پر پاکستان میں انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ کی سربراہی قبول کرتے ہوئے پاکستان آئے، لیکن 1968ء میں اس عہدے سے استعفی دے کر امریکا چلے گئے، جہاں یونی ورسٹی آف کیلی فورنیا اور یونی ورسٹی آف شکاگو میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ امریکا ہی میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ مشہور کتابوں میں "Islam", "Islam and Modernity", "Major Themes of the Quran", "Islamic Methodolgy in History" وغیرہ شامل ہیں۔

[29] یہاں بحث زیادہ تر مسلم دانش وروں اور سکالرز کے استشراقی و مغربی افکار سے تاثر اور ان کے نتائج فکر کی روشنی میں اختیار کردہ نظریات کی ہے، ورنہ بعض نظریات ایک خاص تناظر میں قابلِ اعتراض نہیں ہوتے، جیسا کہ یہ تصور کہ اسلام میں ضروریاتِ زمانہ کا لحاظ رکھا جاتا ہے اور یہ مختلف احوال و ظروف سے توافق کی صلاحیت رکھتا ہے، بنیادی طور پر غلط نہیں ہے۔ لیکن مستشرقین اور ان کے تتبع میں تجدد پسند اس تصور کو جس حد تک وسعت دیتے ہیں، وہ درست نہیں۔

[30] آسٹرین مستشرق۔ آسٹریا کی یونی ورسٹی آف ویانا (University of Vienna) سے قدیم عربی شاعری پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ شکاگو یونی ورسٹی اور کیلی فورنیا یونی ورسٹی میں پروفیسر رہے۔

Marfat.com

کی گنجایش پائی جاتی ہے۔[31] ڈاکٹر فضل الرحمٰن قرآن میں بیان کردہ قصص کی تفصیلات کو بعینہٖ ماننا ضروری خیال نہیں کرتے۔ وہ ان قصص کو مغرب کے اصولِ انتقادِ تاریخ کے تناظر میں مطالعہ کرنے کی ضرورت کے حامی ہیں۔[32] وہ یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہ اس ضمن، میں تاریخی تصورات و اصولِ انتقاد کو اہمیت دینے میں کوئی حرج نہیں، اور یہ قرآن اور محمد ﷺ کے بنیادی پیغام کی مخالفت نہیں، لکھتے ہیں:

> The question of the 'historicity' of these details, i.e. of the extent of their conformity to earlier pre-Islamic stories and legends is in itself interesting but is beset with difficulties. Nor is the question of the 'material sources' of the Quranic Prophetology very meaningful for assessing the real originality and import of the prophet's message which must be located in the purpose in which these materials were used and the service into which they were pressed.

---

[31] Dr. Fażlur-r-Raḥmān, "What is Islamic Culture? "*The Light*, Lahore, March 24, 1973, 5.

[32] قصص قرآنی کی تاریخیت کے مغربی اصولوں پر تنقیدی مطالعے کے حوالے سے ڈاکٹر فضل الرحمٰن ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے ہم نوا دکھائی دیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل کے تاریخی وجود سے متعلق طٰہٰ حسین کے نظریے کی بنیاد پر جب ان کے خلاف شدید ردِ عمل آیا اور معاملہ عدالت تک گیا تو انھوں نے یہ موقف اختیار کر کے اپنے حق میں فیصلہ لیا تھا کہ بحیثیتِ مسلم میں ان پیغمبروں کو مانتا ہوں لیکن بحیثیتِ محقق اور اصولِ انتقادِ اعلیٰ کی روشنی میں میں مجبور ہوں کہ ان کے وجود کو اس وقت تک نہ مانوں جب تک، کوئی سائنسی شہادت میسر نہ آئے۔ (چارلس سی آدم، اسلام اور تحریک تجدد مصر میں، 368-369)

Marfat.com

On the other hand, the Muslims need not fear and reject the historical approach to these materials. The Quran certainly says about these stories that they are revealed truth; but surely what is revealed is what they are meant to convey..,[33]

(قصص کی) ان تفصیلات کی تاریخیت ۔یعنی ان کے قبل از اسلام کے قصوں اور عوامی کہانیوں ہی کی طرح روایتی ہونے ۔ کا سوال بجائے خود بڑا دلچسپ ہے، لیکن اس میں مسائل بہت ہیں۔ وحی قرآنی کے مواد کے مآخذ کا سوال بھی نبی کے پیغام کی حقیقی صورت واہمیت ۔جو اس مقصد میں پنہاں ہے، جس کے لیے یہ مواد استعمال کیا گیا۔ کو پرکھنے میں زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ دوسری طرف مسلمانوں کو ڈرنے اور اس مواد سے متعلق تاریخی نظریے کو رد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ قرآن ان قصص سے متعلق یقیناً یہی کہتا ہے کہ یہ وحی کے بیان کردہ حقائق ہیں، لیکن یہ وحی یقیناً وہی پیغام ہے جو یہ دینا چاہتے ہیں۔

آں جناب ﷺ پر وحی کے خارج سے نزول اور اور فرشتۂ وحی کے خارجی وجود[34] کا تصور ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے نزدیک مسلم الٰہیات کی بعد کی بچگانہ تخلیق ہے، جس نے حقیقت کو ایسا گہنایا ہے کہ اس سے نفرت ہی پید کردی ہے:

...This was supposed to guarantee the externality of the Angel (Gabriel) or the Voice in the interests of safeguarding the 'objectivity' of the revelation. The

---

[33] Dr. Fażlur-r-Raḥmān, *Islam* (London: Weidenfeld and Nicholson, 1996), 16.

[34] اس سلسلے میں ڈاکٹر فضل الرحمن سرسید کے ہم نوا ہیں۔ وحی اور فرشتۂ وحی کے خارجی وجود سے انکار پر مبنی سرسید کے افکار اگلے صفحات میں قدرے تفصیل سے آرہے ہیں۔

Marfat.com

attempt may seem to us intellectually immature, but at the time when the dogma was in the making, there were compelling reason to take this step...This idea of the externality of the angel and revelation has become so ingrained in general Muslim mind that the real picture is an anathema to it[35].

...یہ اس لیے فرض کیا گیا کہ فرشتہ جبریل یا (ساوی) آواز کی خارجیت کو موکد کیا جا سکے۔ اس میں وحی کی معروضیت کو تحفظ دینے کے مقاصد کار فرما تھے۔ یہ کوشش ہمیں بچگانہ معلوم ہو سکتی ہے، لیکن جب عقائد پروان چڑھ رہے تھے، اس اقدام کے واضح اسباب موجود تھے...وحی اور فرشتے کی خارجیت کا یہ تصور عام مسلم ذہن میں اتنا گہرا ہو گیا ہے کہ معاملے کی حقیقی صورت گم اور قابلِ نفرین ہی ہو گئی ہے۔

حضور ﷺ کی وحی کی عدم خارجیت پر قرآنی دلیل قائم کرتے ہوئے ڈاکٹر فضل الرحمٰن لکھتے ہیں:

The Quran alludes to the fact that the prophet saw something 'at the furthest end' or 'on the horizon' and this shows that the experience (of his revelations) contained an important element of the 'expansion' of the self.[36]

---

[35] Fażlur-r-Raḥmān, *Islam*, 14.

[36] Fażlur-r-Raḥmān, *Islam*, 14.

Marfat.com

قرآن کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے 'بہت دور' یا 'افق پر' کچھ دیکھا اور یہ چیز واضح کرتی ہے کہ آپ ﷺ کے تجربۂ وحی میں ایک اہم عنصر توسیعِ ذات کا ہے۔

علامہ محمد اسد کے مطابق حدیث کو نظر انداز کر کے قرآنی تعلیمات کو آسانی سے مغربی تہذیب کے سانچے میں ڈھالا جا سکتا ہے۔[37] اس تناظر میں دیکھیں تو تجدد و مغربیت کے لیے کوشاں دانش وروں کے ہاں یہ قدرِ مشترک نظر آئے گی کہ وہ تمام حدیث پر اعتراضات کرتے اور اسے ناقابلِ اعتبار ٹھہرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے بھی حدیث پر اعتراضات اٹھائے اور اسے نشانۂ تنقید بنایا ہے۔ حدیث کے حوالے سے ان کا نظریہ جوزف شاخت سے واضح تاثر لیے ہوئے ہے۔ وہ شاخت ہی کی طرح حدیث و سنت کو ابتدائی مسلم سوسائٹی کی عملی زندگی کا لفظی اظہار قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ حدیث کا یہ مواد وقت کے ساتھ ساتھ ضروریاتِ زمانہ کے لحاظ سے بدلتا رہا ہے۔ مختلف لوگوں کی ذاتی آرا کو بعد میں حدیث کے باقاعدہ نظام کی شکل دے دی گئی۔[38] وہ حدیث کو ایک تاریخی افسانہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> Ḥadīth is no more than a historical fiction whose materials come from various sources.[39]
>
> حدیث ایک تاریخی افسانے کے سوا کچھ نہیں، جس کا مواد مختلف ذرائع سے جمع ہوا۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے مطابق مسلمانوں میں پانچ نمازوں کا تصور حدیث کی بعد میں اٹھنے والی لہر کا نتیجہ ہے، قرآن میں یہ کہیں مذکور نہیں:

> It was in the post- prophetic period that the number of prayers was inexorably fixed without any

---

[37] Muhammad Asad, *Islam at the Cross Roads*,112-130.

[38] Fażlur-r-Raḥmān, *Islam*,56.

[39] Fażlur-r-Raḥmān, *Islam*, 14.

Marfat.com

alternative at five and the fact of the fundamental three prayers was submerged under the rising tide of ḥadīth which was put into circulation to support the idea that the prayers were five.[40]

نمازوں کو بلا کسی تبدیلی اور متبادل کے پانچ مقرر کرنا پیغمبرِ اسلام ﷺ کے زمانے کے بعد کی ایجاد ہے۔ نمازیں بنیادی طور تین تھیں، لیکن نمازوں کو پانچ قرار دینے کے تصور کی تائید میں گردش میں آنے والی حدیثوں کی لہر اس حقیقت کو بہالے گئی۔

آں حضور ﷺ کے معراجِ جسمانی کا تصور بھی ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے نزدیک جعلی احادیث کے ذریعے رائج ہوا، ورنہ حضور ﷺ کا یہ تجربہ بھی آپ کے دیگر تجربات کی مانند محض روحانی تھا:

...the spiritual experiences of the prophet were later woven by tradition; especially when an 'orthodoxy to take shape' into the doctrine of a single, physical, locomotive experience of the 'Ascension' of Muhammad to Heaven and were developed by the orthodox chiefly on the pattern of the Ascension of Jesus and backed by ḥadīth.

... پیغمبر ﷺ کے روحانی تجربات حدیث کے ذریعے جسمانی نوعیت کے بنا دیے گئے، بالخصوص جب قدامت پسندی، تقریباً مسیح علیہ السلام کے آسمان پر چلے جانے کے تصور کے انداز میں، محمد ﷺ کے مشینی انداز میں جسمانی طور پر آسمانوں پر جانے کے عقیدے کی شکل میں تشکیل پذیر تھی، اور اسے حدیث کے ذریعے تقویت دی جا رہی تھی۔

---

40 Fażlur-r-Raḥmān, *Islam*,36.

Marfat.com

غلام احمد پرویز[41] بھی احادیث کو فرضی اور ناقابلِ اعتبار قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق آج احادیث کے نام سے ہمیں جو کچھ ملتا ہے یہ محض مسلمانوں میں مروج باتیں تھیں جن کو غلط طور پر حضور کی جانب منسوب کیا جاتا تھا۔ بعد ازاں امام بخاری اور دیگر حضرات نے ان باتوں کو جمع کر کے کتبِ احادیث کی شکل دے دی۔[42] مستشرقین سے متاثر ہو کر اور بھی متعدد مسلم دانش وروں نے حدیث کا انکار کیا ہے۔[43]

مغرب سے مرعوب و متاثر دانش وروں کے ہاں بہت جگہ اس بات پر سخت زور نظر آتا ہے کہ حضور ﷺ اور خلافتِ راشدہ کے زمانے تک اسلام ایک لبرل، ترقی پسند اور عقلیت پسند مذہب تھا، لیکن بعد میں فقہا اور ملاؤں نے اسے جامد اور متحجر دین بنا دیا۔ چناں چہ وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ نام نہاد علما و مفسرین ہی ہماری تمام تر حرماں نصیبی اور پسماندگی کا اصل سبب ہیں۔ ایک دانش ور نے لکھا ہے کہ سعودی عرب سے لے کر موریطانیہ تک اور انڈونیشیا سے لے کر پاکستان تک ہر مسلم ملک میں اہلِ اسلام زیست کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ ملا مسلمانوں کے تنزل و ادبار کو مغربی اثرات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ وہ اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ جہاں تک ہنوز مغربی اثرات نہیں پہنچے، وہاں اب بھی اسلام کی گھناؤنی تصویر دیکھی جا سکتی ہے۔ کیا اس بات سے انکار کی کوئی معقول وجہ ہے کہ سب سے پسماندہ ممالک وہ نہیں جہاں یورپی تہذیب کی بادِ نسیم کے جھونکے نہیں پہنچے بلکہ بد نصیب وہ بلاد و امصار ہیں جہاں زمامِ اقتدار ملاؤں کے ہاتھ میں ہے! انھی کور چشموں کے سبب اسلام جمود کا شکار رہا اور اسے وقت کے مطابق ڈھلنے سے روکا جاتا رہا۔ عالمِ اسلام کو نحوستوں اور لعنتوں سے نجات دلانے کے لیے ہمیں قرآن کی ان روایتی تعبیرات کو بھول جانا

---

[41] پرویز صاحب کا مختصر تعارف آگے آ رہا ہے۔

[42] غلام احمد پرویز، مطالب الفرقان (لاہور: ادارہ طلوعِ اسلام، 1981ء)، 4/ 343-353۔ پرویز کے دیگر افکار کے حوالے سے قدرے تفصیلی گفت گو اگلے صفحات میں آ رہی ہے۔

[43] ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے "السنة و مکانتها فی التشریع الاسلامی" میں ایسے متعدد افراد کا ذکر کیا ہے جو گولڈ زیہر سے تاثر کے نتیجے میں حدیث سے بے اعتنائی برتنے لگے۔ مثال کے طور پر دیکھیے: السباعی، السنة و مکانتها فی التشریع الاسلامی، 28۔

Marfat.com

ہو گا، جو راسخ العقیدہ ملاؤں نے صدیوں سے مسلط کر رکھی ہیں۔ جس دن ہم اپنے طور پر قرآن کو سمجھنے میں کامیاب ہو گئے اس دن ہم اسلام کو بچانے نیز عورتوں کو چودہ سو سال کی محرومی و بدنصیبی سے نکال کر آزادی و مساوات کی روشنی میں لانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لوگ مجبوری کی بنا پر نہیں بلکہ محبت و مسرت سے مذہب پر عمل کریں گے۔ زندگی سے اکتاہٹ اور بوریت ختم ہو جائے گی۔ نماز بھی ہو گی اور کھیل تماشا بھی۔ یوں ہم ایک دل پسند ہیرے کی طرح اسلام کی خوبصورت تعبیر ملاحظہ کر سکیں گے۔ موصوف کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

> In every Muslim country from Saudi Arabia to Mauritania and from Indonesia to Pakistan, the Muslims are today struggling for a bare existence. The Mullās will blame western influence for this decadence. They forgot in those places where western influence has not yet penetrated, one sees the very worst picture of Islam. Would they deny me the fact that the worst and the most backward places are not those where the Western winds of progress have swept through, but those where for centuries the abuses of religious authority have been perpetuated by the Mullas...To get rid of all the curses afflicting the Muslim world, we will have to forget all interpretations of the Quran given by dogmatic learned men...They day we try to understand Quran by ourselves, we will be able to save Islam; to save our women from the indignity of

Marfat.com

1400 years; we will be able to bring them under the light of freedom and equality. Religion will be practiced by love and not by compulsion. Life will be free from boredom. There will be play as will prayer and we will see the beautiful meaning of Islam as a clear-cut diamond.[44]

یہ دانش ور پر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ ترقی و تبدیلی- جو کہ قانونِ ارتقا کا جزو لاینفک ہے- کو اسلام پر بھی لاگو ہونا چاہیے اور قدیم اسلام کی جگہ ایک جدید لبرل اسلام سامنے آنا چاہیے:

Just as the Martin Luther broke down the barriers of dogma in Christianity and Moses Mendelssohn [1729-1786][45] sought to bring a progressive reformed version of Judaism to the Jews, so liberal

---

[44] Farīd S Ja´firī," The Need for a Re-evaluation of Islam in Pakistan," *the Pakistan times*, Lahore, August 11, 1967.

[45] جرمن یہودی فلسفی- یہودی تحریکِ تنویر (Haskalah) کا روحِ رواں رہا- مذہب اور ریاست کو الگ الگ رکھنے کا حامی تھا- ہاسکالا (Haskalah) کے حوالے سے اس کا اہم اور بنیادی کام "Jurusalam(Jerusolam oder uber religiose Macht und Judenfum)" ہے- دو حصوں پر مشتمل اس کتاب میں معاہدۂ عمرانی اور سیاسی نظریے بالخصوص مذہب اور ریاست کی علاحدگی پر تفصیلی بحث کی گئی ہے- پہلے حصے میں سیاسی نظریات کے تناظر میں مذہبی قوت اور آزادیِ فکر و شعور کو موضوع بنایا گیا ہے اور دوسرے حصے میں مینڈلسن نے ایک روشن خیال ریاست میں کسی بھی مذہب کے جدید سیکولر کردار سے متعلق یہودیت کے تناظر میں اپنا نقطۂ نظر پیش کیا ہے-

Marfat.com

Islam must also be recognized and given its place by the the Orthodox.[46]

جس طرح مارٹن لوتھر نے مسیحیت میں عقائد و کلام کی رکاوٹوں کو توڑا اور موسیٰ مینڈلسن نے یہودیوں کے لیے یہودیت کا ایک ترقی پسند اور اصلاح شدہ ورژن تیار کرنے کی کوشش کی، اسی طرح لبرل اسلام بھی سامنے آنا چاہیے اور اسے قدامت پسند اسلام کی جگہ لینی چاہیے۔

مفسرین اور ان کے متبعین

عالمِ اسلام میں تفسیرِ قرآن کے باب میں بھی استشراقی و مغربی اثرات نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ بہت سے مسلم اہلِ تفسیر نے اپنی تعبیراتِ قرآنی کو استشراقی و مغربی نتائج فکر سے ہم آہنگ کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ ان معروف اہلِ تفسیر کے بہت سے عقیدت مندوں اور متبعین نے بھی ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اور وہی طرزِ تفسیر اپناتے ہوئے، استشراقی و مغربی تصورات سے تطابق کی سعی کی ہے۔ اس سلسلے میں دنیائے اسلام کے دو نمایاں ترین افراد یعنی سر سید احمد خاں اور مفتی محمد عبدہ[47] اور اور ان کے متبعین اور حلقۂ فکر کے لوگوں کے تفسیری نکات کا مختصر تذکرہ ضروری آگہی کے لیے کفایت کرے گا:

محمد عبدہ اور ان کا حلقۂ فکر

محمد عبدہ

عالمِ عرب میں تجدد پسندانہ تعبیرِ اسلام کے حوالے سے سب سے نمایاں نام مفتی محمد عبدہ (1849ء–1905ء)[48] کا ہے۔ ان کی اپنی جامعہ الازہر میں ان کی پہچان سب سے بڑے تجدد

---

[46] Āṣaf A A Faiżī, *A Modern Approach to Islam* (Bombay: Asia publishing House, 1963), 107.

[47] ان دونوں حضرات کا مختصر تعارف آگے آرہا ہے۔

[48] مفتی محمد عبدہ مصری ڈیلٹا کے فلاحین کے ایک خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ تیرہ سال کی عمر میں طنطا کی احمدی مسجد کے مدرسے میں حفظِ قرآن کی غرض سے داخل کرائے گئے۔ دو سال بعد جب صرف و نحو کی تعلیم کا سلسلہ

Marfat.com

شروع ہوا تو طریقِ تعلیم اور نصاب کی پیچیدگی سے دل برداشتہ ہو کر مدرسے سے بھاگ کھڑے ہوئے اور تین ماہ تک اپنے ایک چچا کے پاس چھپے رہے۔ ان کے سوتیلے بھائی نے انھیں ڈھونڈ نکالا، لیکن انھیں یقین ہو گیا تھا کہ وہ پڑھائی میں کامیاب نہ ہوں گے۔ لہٰذا انھوں نے سولہ سال کی عمر میں شادی کر لی اور اپنے گاؤں میں رہ کر کاشت کاری کا فیصلہ کیا۔ شادی کے چالیس روز بعد والد نے پھر مجبور کیا کے طنطا جا کر مدرسے میں داخل ہوں، مگر محمد عبدہ طنطا کے راستے سے پھر فرار ہو گئے، اور ایک گاؤں میں اپنے رشتے داروں کے ہاں جا چھپے۔ یہاں ان کی ملاقات اپنے ایک رشتے دار صوفی بزرگ سے ہوئی، جو صوفیا کے شاذلیہ سلسلے سے تعلق رکھتے تھے۔ انھوں نے مفتی عبدہ کو تصوف کی ایک کتاب کا ایک حصہ پڑھنے کو کہا۔ ابتداءً تو منطقی کتابوں سے اب تک پیدا ہو چکی نفرت کی بنا پر اس سے گریز کرتے رہے، لیکن شیخ کے اصرار پر بالآخر مائل ہو گئے۔ رفتہ رفتہ وہ اس کتاب میں بہت دلچسپی لینے اور شیخ سے اس کے اسباق اور تشریح کی فرمایش کرنے لگے۔ یہ شیخ عبدہ کے لیے ایسے صوفی رہنما ثابت ہوئے، جنھوں نے انھیں نہ صرف تصوف کی طرف مائل کیا بلکہ علم و تعلیم کی پیاس بھی ان کے اندر پیدا کر دی۔ عبدہ کے اپنے بیان کے مطابق ان شیخ نے ان کی زندگی بدل کر رکھ دی؛ انھیں جہالت سے نکال کر علم و عرفان کی کھلی فضا میں سانس لینے کے قابل بنا دیا۔ اب وہ طنطا گئے اور ان اسباق کو متاثر کن انداز میں یاد کرنے لگے، جن سے ڈر کر وہ تعلیم سے بھاگ گئے تھے۔ بعد ازاں وہ ازہر پہنچے اور اپنی قابلیت کی بنا پر شیوخِ ازہر کی بھرپور توجہ حاصل کر لی۔ دورانِ تعلیم عبدہ صوفیانہ اعمال و اشغال میں برابر مصروف رہے۔ ایک دور ایسا بھی رہا کہ دنیا ئے حواس سے ان کا رابطہ منقطع ہو جاتا اور وہ لوگوں سے ملنا جھلنا بھی چھوڑ دیتے۔ ایسی حالت میں صوفی شیخ نے انھیں تلقین کی کہ وہ فطری و طبعی زندگی اختیار کریں۔ ازہر میں عبدہ نے چار سال تک معین نصاب پڑھا۔ وہ نصابی کتب پڑھنے اور اساتذہ کے لیکچر سننے کے ساتھ ساتھ ان کتابوں اور مضامین کی تلاش میں بھی لگے رہتے، جو ازہر میں نہیں پڑھائے جاتے تھے، یا جن میں انہماک ناجائز و ممنوع بتایا جاتا تھا۔ پھر وہ دور آیا جب عبدہ کی ملاقات سید جمال الدین افغانی (1839ء–1897ء) سے ہوئی اور وہ ان سے تحصیلِ علم اور ان کی پیروی کی طرف مائل ہوئے۔ افغانی اگرچہ خود بھی صوفی تھے اور ایک عرصے تک صوفیانہ عقائد و اعمال پر کاربند رہے تھے، لیکن انھوں نے عبدہ کو روحانی تحصیلات کے ساتھ ساتھ علمی تحقیق پر خصوصی توجہ دینے کی طرف مائل کیا۔ عبدہ نے افغانی سے متاثر ہونے کے بعد ان سے ایک عرصے تک علم حاصل کیا۔ افغانی نے قدیم کتب کے ساتھ ساتھ عربی میں ترجمہ شدہ جدید کتابوں کے مطالعے کا شوق بھی پیدا کیا۔ (دیکھیے: آدم، اسلام اور تحریکِ تجدد مصر میں، 31-53) مغربی فکر

Marfat.com

پسند کی حیثیت سے کی گئی۔[49] مصر میں تجدد پسند مکتبِ خیال کا وجود انھی کا رہینِ منت ہے۔[50] مفتی عبدہ نے نوجوانی ہی میں مغربی تہذیب کا خیر مقدم کرنا اور اسے اپنی متاعِ گم گشتہ قرار دینا شروع کر

سے آشنا ہونے کے بعد رفتہ رفتہ اس کا عبدہ پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ وہ گویا اس کے ایک داعی اور وکیل بن گئے؛ وہ اسلامی عقائد واصول کی تعبیر میں مغربی فکر سے تطابق کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ اپنی ذہانت اور موثر تحریر و تقریر کے ذریعے عبدہ نے مصر کے مختلف طبقات میں غیر معمولی شہرت حاصل کرلی۔ اپنی صلاحیتوں کو انھوں نے جدید تعلیم، مغربی اصول و اقدار کی اہمیت کو اجاگر کرنے اور جدید اندازِ فکر و نظر کے مطابق تعلیم اور سوسائٹی کی اصلاح کے لیے وقف کر دیا۔ وہ مصر میں مختلف اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے اور ہر جگہ اپنے تصورِ اصلاح و جدت کو بروئے عمل لانے کی کوشش کی۔ ازہر کے ریکٹر مقرر ہوئے تو اس کے نصاب اور طریقِ تعلیم کی اصلاح کی طرف بھرپور توجہ کی، جس میں ازہر کے نصاب میں اسلامی تاریخ کے عقلیت پسند معتزلی سکول کی کتابوں کے ساتھ ساتھ مغربی تعلیم کو رائج کرنے کی کوشش شامل تھی۔ مصر کے مفتیِ اعظم مقرر ہوئے تو اپنے فتووں میں اپنے تصورِ اصلاح و روشن خیالی کی ترویج کی کوشش کی اور اس امر کو پیشِ نگاہ رکھ کر فتوے جاری کیے کہ اسلام جدید علوم و تہذیب سے مکمل مطابقت کی اہلیت رکھتا ہے۔ مصر کے حکمران طبقے اور اعلیٰ انتظامی عہدوں پر فائز حضرات پر گہرا اثر ڈالنے کے ساتھ ساتھ اہلِ مغرب اور مصر میں برطانوی صاحبانِ اقتدار و اختیار کی بھی شیخ عبدہ نے بھرپور توجہ حاصل کی۔

[49] آدم، اسلام اور تحریک تجدد مصر میں، 62۔

[50] آدم، اسلام اور تحریک تجدد مصر میں، 389۔ چارلس سی آدم ایک طرف یہ کہہ رہے ہیں کہ مصر میں تجدد عبدہ کا مرہون منت ہے اور دوسری طرف انھوں نے مصر میں تجدد کا سب سے بڑا محرک جمال الدین افغانی کو قرار دیا ہے۔ (آدم، اسلام اور تحریکِ تجدد مصر میں، 11) لہٰذا یہاں اس حوالے سے دیگر مصادر کی روشنی میں ایک تحقیقی نظر ڈالنا مفید معلوم ہوتا ہے:

اگرچہ بعض اہلِ تحقیق نے مصر میں تجدد کا بڑا محرک جمال الدین افغانی کو قرار دیا ہے۔ مثلاً البرٹ حورانی (Albert Hourani، 1915ء–1993ء) کے مطابق جمال الدین افغانی اسلام میں اس طرح کی اصلاح چاہتے تھے، جس طرح کی اصلاح یورپ میں مارٹن لوتھر کے ذریعے عمل میں آئی، بلکہ حورانی کے مطابق افغانی شاید اپنا کردار یہی سمجھتے تھے:

Marfat.com

Islam needed a Luther; this indeed was a favorite them of al- Afghānī, and perhaps he saw himself in that role. (Albert Hourani, *Arabic Thought in the Liberal age 1798-1939* (London: Oxford University press, 1962), 122.)

اور خود افغانی کی تحریروں میں ان کا یہ خیال بلاشبہ ملتا ہے کہ یورپ کی اصلاح و بیداری میں لوتھر نے نہایت اہم کردار ادا کیا، لہٰذا مسلمانوں میں بھی اسی نوع کی ایک تحریک کی ضرورت ہے۔(جمال الدین افغانی، الرد علی الدھر یین (القاہرۃ:1955)،9۔) مزید بر آں مفتی عبدہ ان کے شاگرد ہیں اور ان پر افغانی کے اثرات بھی ظاہر باہر ہیں۔ خود عبدہ نے اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں نے افغانی کے لیکچر سننے کے بعد ازہر میں اصلاحات کی جانب توجہ کی تھی۔(الشیخ محمد عبدہ، الاعمال الکاملۃ، تحقیق۔ الدکتور محمد عمارہ (بیروت : 1972)، 3/177۔) تاہم عام میسر معلومات کی بنیاد پر بادی النظر میں افغانی کو اس نوع کے تجدد کا نقیب نہیں کہا جاسکتا، جس نوع کے تجدد کے نقیب محمد عبدہ تھے۔ اس لیے کہ افغانی کی تحریروں میں ہمیں اسلامی عقائد و احکام کی اس نوع کی تجدد پسندانہ تعبیرات نہیں ملتیں، جو عبدہ کے یہاں ملتی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ افغانی ایسی تعبیرات کے سخت مخالف نظر آتے ہیں، جس کا ثبوت سر سید احمد خاں اور ان کی تعبیرِ اسلام (جس کی عبدہ کی تعبیر سے مماثلت اس کتاب میں کئی جگہ واضح کی گئی ہے) سے متعلق ان کے ان سخت خیالات سے ملتا ہے، جن کے مطابق افغانی سر سید کے علم کلام کو کفر و بدعت اور الفاظِ قرآنی کی تکذیب پر محمول کرتے تھے۔(Azīz Ahmad, *Studies in Islamic culture in the Indian Environment* (Oxford: The Clarendon press, 1966), 55.) اور انھیں انگریزوں کا آلہ کار اور یورپی مادہ پرستوں سے بڑا مادہ پرست قرار دیتے تھے۔(J.M. S. Baljon, *The Reforms and Religious Ideas of Sir Sayyid Ahmad Khān* (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1964,117-119) علامہ اقبال کے تصورِ افغانی کی روشنی میں دیکھیں تو افغانی کا معاملہ بین بین دکھائی دیتا ہے۔ علامہ محمد اقبال - جو پروٹسٹنٹ اصلاح کو پسند نہیں کرتے تھے اور جن کے نزدیک یہ محض ایک سیاسی تحریک تھی جس کا لازمی نتیجہ مسیحیت کی آفاقی اخلاقیات کا بتدریج قومی اخلاقیات سے بدل جانا تھا (Muhammad Iqbāl, *Reconstruction of*

Marfat.com

دیا تھا۔ یہ حقیقت "الاہرام"[51] کے خیر مقدم کے طور پر[52] لکھے گئے مفتی کے اس مقالے سے عیاں ہوتی ہے، جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ مصر زمانہ قدیم میں دنیا کی عظیم ترین سلطنتوں میں شمار ہوتا تھا اور اس کی تہذیب پوری طرح نشو و نما پا چکی تھی، جب کہ دوسرے ملکوں کہ تہذیبیں عالمِ طفولیت میں تھیں۔ مصر کی یہی تہذیب مغربی ممالک میں پہنچی، جہاں نشیب و فراز سے گزر کر اب وہ عروج کی بلندیوں کو چھو رہی ہے۔ وقت کے پہیے نے پورا چکر کاٹ لیا، اب یہ تہذیب پھر اپنے مقامِ پیدائش کی طرف لوٹ رہی ہے، جس کا مصر نے خوشی سے خیر مقدم کیا ہے۔ مصر اب پھر اس تہذیب کی خدمت میں مصروف ہو گیا ہے، لیکن اہرامِ قدیم کے دور کی نسبت موجودہ مصر

-(*religious thought in Islam* (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf,1962),162-163

کی افغانی کی ایک خاص تناظر میں تعریف و توصیف (جو ان کی شاعری اور تحریروں میں عام ملتی ہے) سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے ان کا جو رول دیکھتے تھے، وہ اس نوعیت کا نہیں تھا، جو انھیں اہلِ تجدد کا ہم نوا ثابت کرے۔ وہ رول فی الواقع اس نوعیت کا دکھائی دیتا ہے، جس کا پرچار خود علامہ اقبال بھی بڑے شد و مد سے کرتے رہے، یعنی مغربی فکر و تہذیب کے مثبت عناصر کو لینا اور تجدیدی عمل کے ذریعے مسلمانوں کو اپنے ماضی اور آفاقی اسلامی اصول و اقدار اور ان کی عظمت سے جڑے رہتے ہوئے مغرب کے مقابل بلکہ دنیوی ترقی و کامرانی کے اعتبار سے مغرب سے بلند مقام پر لا کھڑا کرنا۔

دوسری طرف بعض لوگوں نے افغانی کی تصویر کا دوسرا رخ بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے، جس میں افغانی کو انتہائی مجہول الحال، ملحد، انگریز کا ایجنٹ اور فری میسنز باور کرایا گیا ہے۔ مثلاً دیکھیے:

محمد تنزیل الصدیقی الحسینی، "جمال الدین افغانی۔ تصویر کا دوسرا رخ۔" رسائی ستمبر 19، 2015۔

https://alwaqiamagzine.wordpress.com/2014/02/16/sayyid-jamal-ad-din-al-afghani-the-another-face

روایتی معلومات اور اس دوسرے رخ کے تناظر میں افغانی کو مزید تحقیق کا موضوع بنایا جا سکتا ہے۔ راقم الحروف بھی اس پر الگ سے تفصیلی بحث کا ارادہ رکھتا ہے۔

[51] اس زمانے کا مصر کا ایک ہفتہ روزہ اخبار جو بعد میں روز نامہ بن گیا۔

[52] 3 ستمبر 1876ء جب کہ "الاہرام" کا ابھی پانچواں نمبر شائع ہو رہا تھا۔

Marfat.com

سے کامرانیوں کی زیادہ توقع کی جا سکتی ہے۔[53] مصر سے جلاوطنی کے بعد جب عبدہ نے مختلف یورپی ممالک کا سفر کیا تو انھوں اس حوالے سے اور تحریک پائی۔ رشید رضا کے مطابق جلاوطنی کے بعد پہلی دفعہ تو عبدہ نے مجبوری کے تحت یورپ کا سفر کیا لیکن بعد ازاں وہ دلچسپی اور شوق سے بار بار یورپ گئے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مجھے جب اپنی روح میں نئی جان ڈالنے کی ضرورت پڑتی ہے، میں یورپ چلا جاتا ہوں۔[54] یورپی تہذیبی اثرات کے زیر اثر وہ دنیاوی و مادی ترقی و خوشحالی کو خصوصی اہمیت دیتے تھے۔ ان کے نزدیک خدا کے شکر کا بہترین طریقہ ذہن کو مادی ترقی کے لیے استعمال کرنا ہے۔ عبدہ کے اس نظریے کو بیان کرتے ہوئے میکلم ایچ کر (Malcolm H. Kerr، 1931ء-1984ء)[55] نے لکھا ہے:

> According to 'Abduh, Islam forbids excess religious zeal (*al-ghuluw fi d-din*). Man should not

[53] آدم، اسلام اور تحریک تجدد مصر میں، 58۔

[54] رشید رضا، المنار (القاہرہ: 1905ء)، 465، 416-466۔

[55] مشرقِ وسطیٰ اور دنیائے عرب سے متعلق امور کے ماہر یونی ورسٹی پروفیسر۔ امریکی شہریت رکھتے تھے، لیکن پیدائش، پرورش و پرداخت اور وفات بیروت میں ہوئی۔ پرنسٹن یونی (Princeton University) اور امریکن یونی ورسٹی آف بیروت (American University of Bayrūt) میں زیر تعلیم رہے۔ امریکا کی جان ہاپکنس یونی ورسٹی (John Hopkins University) سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اساتذہ میں فلپ کے ہٹی، البرٹ حورانی اور ہملٹن گب وغیرہ شامل ہیں۔ یونی ورسٹی آف کیلی فورنیا (University of California Los Angeles) کے پروفیسر اور امریکن یونی ورسٹی آف بیروت کے صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ 1984ء میں بیروت میں اپنے آفس کے باہر قتل کر دیے گئے۔ مشرق وسطیٰ اور عرب امور کے حوالے سے متعدد کتابیں لکھیں؛ جن میں "Lebanon in the Last Years of Feudalism 1840-1868: A contemporary account by Antūn Dāhir al-'Aqīqī", "Islamic Reform: The political and legal theories of Muhammad 'Abduh and Rashīd Riḍā", "The Elusive peace in the Middle East" وغیرہ شامل ہیں۔

Marfat.com

> be overly concerned afterlife to the detriment of this one. "God reminds us that the Hereafter can be achieved while enjoying God's blessings in this word." The Muslim's best way to show gratitude to God, then, is to use his mind in quest of material progress.[56]

[56] Malcolm H. Kerr, *Islamic reforms: The political and Legal theories of Muhammad ʿAbduh and Rashīd Riḍā* (Cambridge: University of California press, 1966), 118.

اسی مقام پر میلکم کا وہ تجزیہ اور تقابل بھی نہایت دلچسپ ہے، جو انھوں نے غزالی اور عبدہ کے دنیا اور مذہب کے تعلق کے بارے میں نظریات کے حوالے سے پیش کیا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ عبدہ کا دعویٰ تھا کہ غزالی ان کے لیے تحقیق و تخلیق کا ماخذِ تحریک ہیں، لیکن زیرِ نظر تصور میں وہ غزالی سے واضح طور پر مختلف دکھائی دے رہے ہیں۔ غزالی دنیا کو مذہب کے لیے اہمیت دیتے ہیں، جب کہ عبدہ مذہب کے حوالے سے دنیاوی خوشحالی کی ضرورت کو موکد کرتے ہیں۔ غزالی کی "الاقتصاد فی الاعتقاد" کے حوالے سے ان کا نظریہ بیان کرنے بعد مصنف نے لکھا ہے:

> ʿAbduh describes material well-being as having an importance of its own which even "takes precedence" over acts or expression of devotion. What he seeks to show is that religion is no impediment to worldly prosperity. For Ghazālī, the need is to show that worldly prosperity is no impediment to religion, and is in fact necessary for it as means to an end; and the end is faith.

Marfat.com

> عبدہ کے مطابق اسلام غلو فی الدین سے منع کرتا ہے۔ آدمی کو اس دنیا کی قیمت پر آخرت سے متعلق زیادہ پریشان نہ ہونا چاہیے۔ خدا ہمیں یاد دلاتا ہے کہ آخرت اس دنیا میں خدا کی نعمتوں سے متمتع ہوتے ہوئے حاصل کی جاسکتی ہے۔ مسلمان کے لیے اللہ کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے ذہن کو مادی ترقی کی تلاش میں لگائے۔

مادی ترقی و خوشحالی اور اس کے حصول کی کوشش کی غیر معمولی اہمیت کے حوالے سے عبدہ کی دلچسپی کے ضمن میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ وہ اسباب کے عام معلوم و معروف طریقے اختیار کرنے پر اس قدر زور دیتے ہیں کہ ان کے مطابق جو لوگ ان طریقوں کی بجائے اور طریقے اختیار کرتے ہیں، وہ مشرک ہیں۔ ان کا موقف ہے کہ اسلام کی بنیاد اسباب اور ان کے اثرات و نتائج کے عقیدے پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب کو سمجھ میں نہ آنے والے موہوم اسباب کی امید پر ترک کر دینا حکمِ خداوندی سے سرتابی کے مترادف ہے۔ موہوم قسم کے اسباب کی توقع رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ خدا کے فراہم کردہ ظاہر و باہر اسباب سے بہتر بھی کوئی اسباب موجود ہیں۔[57]
مفتی عبدہ کا کہنا تھا کہ اسلام کے انتہائی اساسی اصول متعین ہونے چاہییں، جن پر سب لوگ متحد ہو سکیں۔ جدید تہذیب اور ترقیات کی کوئی چیز حقیقی اسلام کے منافی نہیں۔[58] اسلام اپنی دعوت میں عقل پر انحصار رکھتا ہے، معجزات یا فوق العادت واقعات سے انسان کو متحیر نہیں کرنا

> عبدہ کے نزدیک مادی خوشحالی کی اپنی ذاتی اہمیت ہے، جسے اعمال یا مذہبی جذبات پر برتری تک حاصل ہے۔ عبدہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ مذہب دنیوی خوشحالی میں رکاوٹ نہیں۔ لیکن غزالی کے نزدیک دکھانا یہ مقصود ہے کہ دنیوی خوشحالی مذہب کے لیے رکاوٹ کا باعث نہیں، اور اس لیے ضروری ہے کہ حصولِ مقصد کا ذریعہ ہے، اور مقصد ایمان ہے۔

57 Kenneth Cragg and Isḥāq Masūd, *Theology of Unity* (London: Allen and Unwin, 1966), 18, 63, 64.

58 محمد عبدہ، الاسلام والنصرانیۃ مع العلم والمدنیۃ (القاہرہ: 1922)، 48۔

Marfat.com

چاہتا۔ مسلمانوں کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ ایمان باللہ ایمان بالرسل پر مقدم ہے۔ لہٰذا ایمان باللہ کو انبیا کے الفاظ پر منحصر کرنا درست نہیں، انسان کے لیے ضروری ہے کہ امکانِ نبوت کا قائل ہوئے بغیر اللہ کی ہستی پر ایمان لے آئے۔[59] انسان کو تقلیداً نہیں عقل سے ایمان لانا چاہیے، کلامِ الٰہی کے لفظی معنی اور تقاضائے عقل میں اختلاف ہو تو عقل کو ترجیح دینی چاہیے۔[60] انسان اس لیے پیدا نہیں ہوا کہ کوئی اس کی گردن میں رسی ڈال کر اسے کھینچتا پھرے۔ اس کی فطرت یہ ہے کہ کائنات کی نشانیوں اور واقعات و حوادث کے آثار و براہین سے ہدایت حاصل کرے۔[61]

مفتی عبدہ نے جدید تصورات سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے قرآنی آیات میں تاویلی امکانات کو نہایت وسیع کر دیا۔ وہ جنات سے جراثیم یا مائیکروب مراد لینے پر استدلال کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ[62] کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عام مفسرین کے نزدیک یہ قیامت کے دن ہو گا کہ سود خور صرع زدہ لوگوں کی شکل میں اٹھائے جائیں گے؛ لیکن سیاقِ عبارت سے قیامت کے اس تعلق کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعبیر بھی دوسری روایتی تعبیروں کی طرح اس غرض سے وضع کر لی گئی ہے کہ ایک مشکل آیت کی۔ جو مفسرین کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔ تصریح کی جا سکے۔ دراصل اس آیت میں سود خور اور مصروع کا جو مقابلہ کیا گیا ہے، وہ عربوں کے اس عام تصور پر مبنی ہے کہ مرگی کے مریض کو شیطان مس کرتا ہے۔ یہ چیز عربوں میں ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس آیت میں اس امر کی نہ تصدیق کی گئی ہے اور نہ تکذیب کہ مرگی کے

[59] عبدہ، الاسلام والنصرانیۃ، 51۔

[60] عبدہ، الاسلام والنصرانیۃ، 54-55۔

[61] عبدہ، رسالۃ التوحید (القاہرہ: المنار پریس، 1351ھ)، 175۔

[62] البقرہ 2:275۔

Marfat.com

مریض کو واقعی شیطان چھو لیتا ہے۔ علما میں اس امر میں اختلاف ہے۔ معتزلی علما کا نظریہ ہے کہ شیطان انسان پر سوائے تحریکِ ذہنی کے کوئی اثر نہیں ڈال سکتا۔ جب کہ دوسروں کے نزدیک یہ شیطان ہی کا کام ہے۔ آج کل کے ڈاکٹروں کے نزدیک یہ ایک اعصابی مرض ہے، جس کا علاج بیماریوں کی طرح دواؤں، جدید طریقوں اور بعض کے نزدیک تحریکِ ذہنی سے کیا جا سکتا ہے۔ اس کا کوئی ناقابلِ تردید ثبوت نہیں کہ نظر نہ آنے والی مخلوق یعنی "جن" ان اشخاص سے کوئی تعلق نہیں رکھتے جو مرگی کی طرف مائل ہوں اور بعض حالات کے تحت اس مرض کا باعث بن جاتے ہوں۔ علما کی رائے ہے کہ جن نظر نہ آنے والے زندہ اجسام ہیں۔ المنار نے کئی بار لکھا ہے کہ آج کل جن نظر نہ آنے والے زندہ اجسام کو جراثیم یا مائیکروب کہا جاتا ہے، ممکن ہے وہ بھی جنات ہی کی نوع سے ہوں۔[63]

آدم سے مفتی صاحب کے خیال میں بروے آیت یَاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً[64] ہر نسل کا الگ مورثِ اعلیٰ مراد لیا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ آیت میں طرزِ خطاب عام ہے، جس کی مخاطب کوئی خاص قوم یا گروہ نہیں۔ نفسِ واحدہ سے نہ متن کے اعتبار سے اور نہ لفظی معانی کے لحاظ سے واضح طور پر "آدم" مراد ہے۔ اس کا ایک قرینہ یہ ہے کہ اخلاف کا ذکر عام اور غیر قطعی انداز سے کیا گیا ہے: "بہت سے مرد اور عورتیں"۔ اگر "آدم" مقصود ہوتا تو "تمام مردوں اور عورتوں" کا ذکر کیا جاتا۔ خطاب کی مخاطب وہ قومیں بھی تو ہیں، جو آدم و حوا سے بالکل بے خبر ہیں۔ لہٰذا آدم کی توجیہ ہر قوم یا گروہ بہ طورِ خود اپنے عقائد و نظریات کے موافق کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس نفس سے انسانوں کو پیدا کیا، اس کے مسئلے کو غیر قطعی رکھا ہے، ہم بھی اسے غیر قطعی رکھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہو کہ قرآن نے اس مسئلے کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے، تو میں اس سے عرض کروں گا کہ آپ اس شخص سے متعلق کیا کہیں گے، جو علمی بنیاد پر اس کا قائل ہو چکا ہو کہ بنی نوع انسان کے مورثِ اعلیٰ کئی تھے، اور وہ مسلمان ہونا چاہتا ہو، تو کیا ہم اس سے یہ کہیں گے کہ تم مسلمان نہیں ہو

[63] آدم، اسلام اور تحریک تجدد مصر میں، 199-200۔

[64] النساء 4:1۔

Marfat.com

سکتے، جب تک اپنے اس عقیدے سے باز نہ آؤ، جو تم نے سائنسی و علمی بنیاد پر اختیار کیا ہے۔ سو اگر مغربی محققین کا یہ قول درست ثابت ہو جائے کہ ہر نسل کا الگ مورثِ اعلیٰ ہے، تو اس تحقیق سے قرآن پر کوئی حرف نہ آئے گا۔ نسلِ انسانی کی ابتدا آدم سے ہونا عبرانیوں کی روایت ہے، دیگر کئی اقوام اس سے الگ نقطۂ نظر کی حامل ہیں۔ نسلِ انسانی کی تاریخ سے متعلق جدید علمی تحقیقات نے عبرانی روایت کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ مسلمان مجبور نہیں ہیں کہ یہودیوں کی روایت پر یقین کریں۔[65] آیت وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ سے مفتی عبدہ "تنازع للبقا" کا ڈارونی اصول[66] اخذ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انسانوں کے درمیان جنگ بالکل طبعی چیز ہے، اور یہ نظریہ محض موجودہ زمانے کے مادہ پرستوں کی ایجاد نہیں، جو ایمان کے منافی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا انضباط صرف جنگ تک محدود نہیں بلکہ ہر قسم کی جدوجہد کو محیط ہے، جس میں کشمکش اور فتح لازم ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ آیت مذکورہ اصول کی تصدیق کرتی ہے۔[67]

العصر آیت تین[68] کی تفسیر میں "صالحات" کے تصور کو آفاقیت کا رنگ دیتے ہوئے مفتی نے لکھا ہے کہ یہ صرف حاملانِ شریعت تک ہی محدود نہیں، بلکہ ان اقوام تک بھی ممتد ہے جن میں پیغمبر

---

[65] آدم، اسلام اور تحریک تجدد مصر میں، 201-202۔

[66] "انتخاب طبعی" (Natural Selection) اور "بقائے اصلح" (Survival of the Fittest) کے ڈارونی اصولوں کی تائید سے عبدہ کی دلچسپی اس سے بھی عیاں ہے کہ بقول میلکم ایچ کر عبدہ سوشل ڈارونسٹ ہربرٹ سپنسر (Herbert Spencer، 1820ء-1903ء) کے بہت مداح تھے، انھوں نے تعلیم پر سپنسر کے فرانسیسی میں کیے گئے کام کا عربی ترجمہ بھی کیا تھا، لیکن وہ شائع نہ ہوا تھا۔ دیکھیے:

Kerr, *Islamic reforms*,130

[67] Kerr, *Islamic reforms*,130

[68] إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔

Marfat.com

نہیں آئے، اور یہی وہ چیز ہے جسے قرآن "معروف" سے تعبیر کرتا ہے۔[69] گویا صالح ہونے کے لیے مسلمان ہونا ضروری نہیں۔

البقرہ آیت دو سو تینتالیس[70] کی تفسیر میں ایمان کے حوالے سے عقل کے استعمال اور دین کے احیا کی بات کرتے ہوئے مفتی عبدہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسلام کو دینِ عقل بنانا چاہیے، نہ کہ دینِ تقلید۔ جو تقلید اور اندھا دھند پیروی و عمل کی دعوت دیتے ہیں، دین کو سب سے بڑھ کر انھی لوگوں نے نقصان پہنچایا ہے۔ اگر ہم نے تقلید اور اندھا دھندی پیروی کی روش ترک نہ کی، تو کسی کا بھی دین و ایمان محفوظ نہیں رہے گا۔ لیکن اگر ہم نے عقل کا دامن تھام لیا، جس کی ہدایت اللہ نے اس آیت اور دوسری آیات میں دی ہے، تو ہمیں یقین ہے کہ ہم اپنے دین کا احیا کر سکیں گے، اور یہ دین دینِ عقل بن جائے گا، جس کی طرف تمام اقوامِ عالم رجوع کریں گی۔[71] وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ[72] کی تفسیر میں لکھا ہے کہ دین کا منشا یہ ہے کہ آدمی کی عقل اور روح کو علم و عرفان سے بلند کر دیا جائے۔ جو شخص غور و فکر کے بغیر عمل کرے (خواہ عمل اچھا ہی ہو) وہ مومن نہیں کہلا سکتا۔[73] اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے احکام پر ایمان رکھتا ہے، لیکن غیر مرئی عالم سے متعلق اس کے بیانات کی نقلی حیثیت کو سمجھنے میں دشواری محسوس کرتا ہے، تو اگر وہ اپنی عقل سے کام لے کر ایسی صداقتوں کو اختیار کر لے، جن کے دلائل اس کے پاس موجود ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ حیات بعد الممات اور عقائد و اعمال کی جزا و سزا پر ایمان رکھتا ہو، تو چوں کہ اس کی تاویل سے عذاب و ثواب کی اقدار میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اور قانونِ الٰہی کی عائد کردہ ذمے داری کے اس حصے کو

---

[69] مفتی محمد عبدہ، تفسیر سورہ العصر (قاہرہ: مطبعۃ المنار، 1926)، 19۔

[70] اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۠ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۣ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ۔

[71] رشید رضا، المنار، 8/731-732۔

[72] البقرہ 2:171۔

[73] رشید رضا، المنار، 7/442۔

Marfat.com

نقصان نہیں پہنچتا، تو وہ شخص سچا مومن ہے، گو یہ مناسب نہیں کی اس قسم کی مثال میں اس کی پیروی کی جائے۔ قانونِ الٰہی میں اس امر کا خیال رکھنا ہو گا کہ عوام الناس اس کو کس حد تک اخذ کر سکتے ہیں، نہ یہ کہ چند لوگوں کا فہم کیا چاہتا ہے۔[74]

مفتی صاحب نے سورہ الفیل[75] میں لشکرِ ابرہہ کی تباہی کے خارقِ عادت واقعہ کو عقلیت پسندوں کے لیے قابلِ قبول بنانے کی کوشش کرتے ہوئے لکھا:

وقد بينت لنا هذه السورة الكريمة ان ذلك الجدرى او تلك الحصبة نشات من حجارة يابسة سقطت على افراد الجيش بواسطة فرق عظيمة من الطير مما يرسله الله مع الريح فيجوز لك ان تعتقد ان هذاالطير من جنس البعوض او الذباب الذى يحمل جراثيم بعض الامراض وان يكون هذه الحجارة من الطين المسموم اليابس الذى تحمل الرياح فيعلق بارجل هذه الحيوانات فاذا اتصل بجسده دخل فى مسامه فاثار فيه تلك القروح التى تنتهى بافساد الجسم وتساقط لحمه۔[76]

اس سورہ نے واضح کر دیا ہے کہ چیچک کا مرض ان خشک سنگ ریزوں کے سبب پیدا ہوا، جو اللہ تعالیٰ کے ہوا کے ذریعے بھیجے ہوئے پرندوں کے جھنڈوں کی وساطت سے ابرہہ کے افرادِ لشکر پر پھینکے گئے تھے۔ آپ کہ سکتے ہیں کہ یہ پرندے مکھی اور مچھر کی قبیل سے تھے، جن میں بعض بیماریوں کے جراثیم تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ سنگ ریزے زہریلی خشک مٹی کے

---

[74] عبدہ، رسالۃ التوحید، 224۔

[75] الفیل 105- 1-5۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيْلِ. اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ. وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ. تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ. فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ.

[76] عبدہ، تفسیر جزء عم، 158۔

Marfat.com

ہوں، اور یہ مٹی ہوا کے ذریعے اڑ کر پرندوں کے پاؤں سے چمٹ گئی ہو، اور پھر جب یہ مٹی لشکر کے افراد پر گری ہو تو ان کے مساموں میں داخل ہو کر آبلے ڈال دیے ہوں، اور یوں اعضائے جسمانی سے گوشت جھڑنے لگا ہو۔[77]

البقرہ آیت چونتیس[78] کی تفسیر کرتے ہوئے ملائکہ اور ابلیس کی حقیقت واضح کرنے کی کوشش میں مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ اس آیت کی تعبیر بعض مفسرین نے مختلف انداز سے کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جہاں جہاں قرآن میں کہا گیا ہے کہ فرشتے نباتات اگانے، حیوانوں کو پیدا کرنے اور انسان کی حفاظت پر مامور ہیں، اس کے ظاہری معنی مراد نہیں۔ دراصل اس کا مطلب یہ ہے کہ نباتات میں نشوونما کا جو مادہ پایا جاتا ہے وہ اس روح کی وجہ سے ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے بیج میں پھونکا تھا۔ مخصوص نباتاتی زندگی کا تعلق اسی روح سے ہے۔ حیوان و انسان سے متعلق بھی یہی صورت ہے۔ فی الواقع اشیا کی ایجاد و تخلیق کے سلسلے میں حکمتِ خداوندی کی تکمیل اسی روحِ الٰہی سے ہوتی ہے، جس کو شریعت کی زبان میں ملک کہا جاتا ہے۔ جو شخص نام رکھنے کے باب میں آسمانی احکام کو ضروری خیال نہیں کرتا، وہ اسے قوتِ طبعیہ کہہ سکتا ہے۔ حقیقت ایک ہے، بس نام مختلف ہیں۔ نام رکھنے پر کوئی پابندی انسانوں پر نہیں، کہ اللہ نے بھی ناموں کے سلسلے میں یہی طرز اپنایا، کہ کسی چیز کے لیے جو نام مناسب سمجھا رکھ دیا۔ ممکن ہے اللہ نے آدمی کے اندر موجود قوتِ فکر - جسے روح کہا جاتا ہے اور جس کی حقیقت کو ہم نہیں جان سکتے - کا نام ملک اور اس کے اسباب کا نام ملائکہ رکھا ہو۔ ممکن ہے آیت میں اشارہ اس طرف ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اور اسے ایسی قوتوں سے نوازا، جن سے اس کا نظام قائم ہے، تو ہر قسم کی قوت کو مخلوقات کی

---

[77] محمد عبدہ، تفسیر جز عم (القاہرہ: مطبعۃ مصر، 1922)، 158۔ معجزات کے ضمن میں عبدہ کے نظریے سے متعلق راقم کا تاثر یہ ہے کہ وہ ان کی روایتی تعبیرات کو غلط قرار دینے اور جدید تعبیرات پر اصرار کا رجحان نہیں رکھتے، صرف جدید ذہن کو ایک نئے امکان کی طرف متوجہ کر کے تسلی و اطمینان فراہم کرنے میں ساعی نظر آتے ہیں۔

[78] وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ٭ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔

Marfat.com

ایک خاص قسم کے ساتھ مخصوص کر دیا۔ پھر انسان کو پیدا کیا اور اس کو ایسی قوت عطا کی جس کے ذریعے وہ دیگر مخلوقات کو ودیعت کی گئی قوتوں کو زمین کی تعمیر و ترقی میں استعمال کر سکے۔ ان قوتوں کی تسخیر کو سجود سے تعبیر کیا، کیوں کہ اس میں عاجزی اور اطاعت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ پھر اس عظیم اور بے مثل قوت کی بنیاد پر آدمی کو اپنا خلیفہ قرار دیا۔ باقی سب قوتیں تو اللہ نے آدمی کے تابع کر دیں، لیکن ایک قوت کو اس کی اطاعت سے مستثنیٰ رکھا۔ یہ قوت ابلیس ہے۔ یہ کائنات کا لاینفک جزو ہے اور کبھی اس سے جدا نہیں ہو سکتی۔ آدم کے تمثیلی واقعے میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے خلیفہ بنانے کی فرشتوں کو جو خبر دی ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے قویٰ کو ایک مخلوق کے وجود میں لانے کے لیے تیار کر دیا۔ فرشتوں کا یہ کہنا کہ انسان زمین میں فساد مچائے گا، یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ بے انتہا علمی و عملی استعداد کا حامل ہو گا۔ آدم کے "الاسما" سکھانے سے مراد یہ ہے کہ آدمی ہر طرح کے علوم و فنون سیکھ سکتا ہے۔ فرشتوں سے اسماء سے متعلق سوال اور ان کا جواب سے قاصر رہنا واضح کرتا ہے کہ عالم کی مدبر ارواح محدود شعور کی حامل ہیں۔ فرشتوں کا آدم کو سجدہ قویٰ کا اس کے تابع کیا جانا اور ابلیس کا انکار شر کی روح کا تابع نہ کیا جانا ہے۔ شر کی روح کو انسان تابع کر ہی نہیں سکتے، اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاتے، تو ایک زمانے میں وہ ملائکہ جیسے ہو جاتے یا ان سے بڑھ کر۔[79]

الفلق آیت چار[80] کی تفسیر میں "نفاثات" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

المراد بهم هنا هم النمامون المقطعون لروابط الالفة ، المحرقون لها بما يلقون عليها من ضرام نمائمهم، وانما جاءت العبارة كما فى الآية ، لان الله جل شانه اراد ان يشبههم باولئك السحرة المشعوذين ،الذين اذا ارادوا ان يحلوا عقدة المحبة بين المرء وزوجه-مثلاً- فيما يوهمون به العامة ، عقدوا عقدة ثم نفثوا فيها و حلوها

[79] رشید رضا، المنار، 2/267-281۔

[80] وَمِن شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ۔

Marfat.com

لیکون ذلك حلا لعقد التی بین الزوجین۔ والنمیمة تشبه ان تکون ضربا من السحر ، لانها تحول مابین الصدیقین من محبة الی عداوة ، بوسیلة خفیة کاذبة ،والنمیمة تضلل وجدان الصدیقین ، کما یضلل اللیل من یسیر فیه بظلمته و لهذا ذکرها عقب ذکر الغاسق۔[81]

ان سے مراد چغل خور ہیں جو آتش غیبت سے محبت و الفت کے تعلقات کو توڑتے ہیں۔ ان کو نفاثات سے تعبیر کرنے کا سبب یہ ہے کہ انھیں جادو گروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جادو گروں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ میاں بیوی کے تعلقات توڑنے کی کوشش کرتے ہیں، تو عوام الناس کے خیال میں اس میں پھونک کر اس کو کھول دیتے ہیں، اور تاثر دیتے ہیں کہ میاں بیوی میں محبت کی گانٹھ ہم نے کھول دی۔ چغل خوری بھی ایک نوع کا جادو ہے، اس لیے کہ یہ دوستوں کی محبت کو جھوٹے مخفی طریقے سے عداوت میں بدل دیتی ہے۔ یہ دوستوں کے وجدان کو یوں گمراہ کرتی ہے جیسے رات راہ رو کو اپنی ظلمت سے۔ یہی وجہ ہے کہ "الغاسق" کے بعد اس کا ذکر ہوا۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہنا چاہیے کہ مفتی عبدہ حضور ﷺ پر جادو کے حوالے سے وارد احادیث کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا استدلال ہے کہ ایسا کرنے سے کفارِ مکہ کے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ ان تتبعون الا رجلا مسحورا[82] (تم تو بس ایک سحر زدہ آدمی کی پیروی کر رہے ہو)۔ اور آپ ﷺ سے متعلق یہ کہنا درست ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ کا محض خیال تھا کہ آپ پر وحی آتی تھی ،حالانکہ اصلاًنہ آتی تھی۔[83]

---

[81]عبدہ، تفسیر جزعم، 181۔

[82]الفرقان 8:25۔

[83]عبدہ، تفسیر جزعم، 181-182۔

Marfat.com

وحیِ پیغمبر کو مفتی صاحب نے ملکۂ فطری اور عدمِ خارجیت کے تصور سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے۔[84] ان کے مطابق وحی والہام یا نبوت ایک ایسا علم ہے، جو بالواسطہ یا بلاواسطہ اندرونی الہام سے حاصل ہوتا ہے، لیکن اس میں یہ یقین شامل ہوتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ہے۔ الہام ایک وجدان ہے، جس کا ایقان روح کو دیا جاتا ہے اور جس کے تقاضوں سے وہ مغلوب ہو جاتی ہے۔ یہ وجدان بالکل بھوک، پیاس، مسرت، غم کا سا ایک ہیجان ہے۔ اس علم کا وجود ان لوگوں میں ممکن ہے جن کو اللہ نے نبوت کے لیے چن لیا ہو؛ جن کی فطرت کو بلند کر دیا ہو؛ جن کے ذہن اور نطق کو خطا اور باطل سے محفوظ کر دیا ہو۔[85]

رشید رضا

جہاں تک مفتی محمد عبدہ کے شاگردوں اور متبعین کا تعلق ہے، ان میں سب سے نمایاں اور اہم محمد رشید رضا (1865ء-1935ء)[86] ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن بنیادی طور پر ایک روحانی کتاب

---

[84] J.M.S. Baljon, *Modern Muslim Koran interpretation 1880-1960* (Leiden: E.J. Brill, 1961), 67.

[85] آدم، اسلام اور تحریک تجدد مصر میں، 230۔

[86] محمد رشید رضا مفتی محمد عبدہ کے شاگردِ خاص، ان کے سوانح نگار، ان کی کتب کے مرتب، ان کے عقائد و افکار کے مبلغ اور ان کی روایات کو جاری رکھنے والے ہیں۔ مفتی محمد عبدہ اور ان کے مکتبِ خیال کا کوئی تذکرہ رشید رضا کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ رشید رضا قومیت کے اعتبار سے شامی تھے۔ طرابلس الشام کے مدارس سے تعلیم پائی اور عالم کی سند حاصل کی۔ افغانی اور عبدہ کے رسالے "العروۃ الوثقی" نے رشید رضا کو بہت متاثر کیا۔ قبل ازیں وہ بھی محمد عبدہ کی طرح روحانی اشغال و اعمال میں مصروف رہتے اور اپنے گاؤں کے لوگوں کو خوفِ خدا اور زہد و درویشی کی زندگی اختیار کرنے کی تلقین کرتے۔ "العروۃ الوثقی" نے ان کی زندگی بدل دی۔ انھوں نے اس رسالے کے تمام پرچے حاصل کیے اور بڑے ذوق و شوق سے مطالعہ کیے۔ رسالے کے غیر معمولی مضامین نے انھیں افغانی سے ملاقات پر اکسایا، جو ان دنوں قسطنطنیہ میں تھے، لیکن ان کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔ افغانی کی وفات کے بعد ان کے دل میں مصر جا کر عبدہ سے ملنے کا سودا سمایا۔ طرابلس الشام سے تعلیم مکمل ہوئی، تو رشید رضا نے 1897ء میں مصر کا سفر اختیار کیا اور مفتی عبدہ سے مل کر انھی کے ہو رہے۔ رشید رضا مفتی کا بے حد اکرام

Marfat.com

ہے جس میں دنیوی امور سے متعلق بہت کم احکام ملتے ہیں۔ زیادہ تر اختیارات "اولی الامر" کے سپرد کر دیے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام بہبودِ عامہ کو پیش نظر رکھ کر فیصلے کیا کرتے تھے، گو بعض اوقات ان کے فیصلے سنت کے خلاف بھی ہوتے۔ گویا ان کا عقیدہ یہ تھا کہ شرعی تفصیلات کی بجا آوری ضروری نہیں، بنیادی مصلحت فلاحِ عامہ کی رعایت ہے۔[87] رشید رضا کے نزدیک احادیث بھی بحیثیتِ مجموعی قابلِ اعتنا نہیں بلکہ صرف وہی احادیث قابلِ قبول ہیں جو عملی نوعیت کی ہیں، اور جن پر امتِ مسلمہ میں مسلسل عمل کا ثبوت ملتا ہے۔[88] رشید رضا نے بخاری وغیرہ کی ان احادیث کو، جن میں انسانوں کے جنوں کو دیکھ سکنے یا جن میں آپ ﷺ کے معجزات یا آپ ﷺ پر جادو ہونے کا ذکر ہے، ناقابلِ اعتبار ٹھہرایا ہے۔ اپنے نظریے سے میل نہ کھانے والی احادیث کو ایک مقام پر ان الفاظ میں رد کیا ہے:

والصواب انه ليس فى هذه الروايات كلها حديث صحيح۔[89]

کرتے اور عبدہ میں بھی رشید رضا سے خصوصی محبت کرتے۔ قاہرہ پہنچنے کے بعد 1898ء میں رشید رضا نے "المنار" جاری کیا، جس کا مقصد "العروۃ الوثقی" کی روایات کو جاری رکھنا تھا۔ "المنار" میں رشید رضا نے مفتی محمد عبدہ کے خیالات و افکار کی بھرپور حمایت کی۔ "المنار" کے لیے مفتی عبدہ نے خود بھی کئی مقالات لکھے۔ اس رسالے میں مفتی عبدہ کی تفسیر بھی چھپنے لگی، جسے بعد ازاں رشید رضا نے المنار ہی کے نام سے مرتب کر کے شائع کیا۔ رشید رضا کے دیگر اساتذہ "المنار" کے انداز و اطوار سے ناخوش تھے، لیکن رشید رضا نے اصلاح و ترقی کے حوالے سے اپنے شیخ عبدہ کے کام کو جاری رکھا اور اس حوالے سے خصوصی شہرت و مقبولیت حاصل کی۔ انھوں نے نہ صرف اپنے استاذ کی کتابوں کو مدون کیا بلکہ وسیع پیمانے پر ان کے افکار و خیالات کی تشریح و تعبیر کا فریضہ بھی سر انجام دیا۔ رشید رضا نے عبدہ کے افادات پر مبنی اور اپنی طبع زاد بہت سی تحریریں یادگار چھوڑی ہیں۔ رشید رضا نہ ہوتے تو عبدہ کے کام کو وہ شہرت و مقبولیت ہرگز نہ مل پاتی، جو اب نظر آتی ہے۔

[87] رشید رضا، تفسیر المنار (قاہرہ: دار المنار، 1367ھ)، 6 / 562۔

[88] رشید رضا، تفسیر المنار، 2/30۔

[89] رشید رضا، تفسیر المنار، 7/516۔

Marfat.com

حقیت یہ ہے کہ ان احادیث میں کوئی حدیث بھی صحیح نہیں۔

جنات کے حوالے سے متکلمین کے اس نقطۂ نظر کو بیان کرنے کے بعد کہ جنات نظر نہ آنے والے اجسام ہیں، ان کے جراثیم ہونے کا امکان ظاہر کرتے ہوئے رشید رضا نے لکھا:

> المتكلمون يقولون ان الجن اجسام حية خفية لا ترى ، وقد قلنا فى المنار غير مرة انه يصح ان يقال ان الاجسام الحية الخفية التى عرفت فى هذالعصر بواسطة النظارات المكبرة و تسمى بالميكروبات، يصح ان تكون نوعا من الجن وقد ثبت انها علل لاكثر الامراض۔[90]

> متکلمین کا کہنا ہے کی جن نظر نہ آسکنے والے زندہ اجسام ہیں۔ ہم المنار میں کئی دفعہ بیان کر چکے ہیں کہ زندہ اور نظر نہ آنے والے اجسام جو عصر حاضر میں بڑی بڑی دور بینوں کے ذریعے دیکھے گئے ہیں، اور جنھیں جراثیم کہا گیا ہے، ممکن ہے جنوں کی نوع میں سے ہوں۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جراثیم ہی اکثر بیماریوں کا موجب ہیں۔

معجزات سے متعلق رشید رضا کی رائے تھی کہ اب معجزات کا زمانہ گزر گیا۔ یہ اس وقت کا قصہ ہیں جب انسانیت ابھی عہدِ طفولیت میں تھی۔ اسلام کی آمد کے ساتھ ہی انسان ذہنی بلوغ کے زمانے میں داخل ہو گیا، اور معجزات کا زمانہ جاتا رہا۔ ان کے معجزات و خوارق کو عقلی رنگ دینے کی ایک مثال یہ ہے کہ وہ سورہ یوسف آیت چورانوے[91] کی تفسیر میں خوشبوئے یوسف کے معجزانہ تصور کو قابلِ التفات نہ سمجھتے ہوئے، موقف اختیار کرتے ہیں کہ صاف اور سیدھی سی بات ہے کہ یہ کوئی جنت کی خوشبو نہ تھی بلکہ قمیص کی یہ بو یوسف کے جسم کی بو تھی، جیسی کہ بالعموم ہوتی

---

[90] رشید رضا، تفسیر المنار، 3/96۔

[91] وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ۔

Marfat.com

ہے۔[92] آں جناب ﷺ کے معجزات سے متعلق رشید رضا نے موقف اختیار کیا کہ آپ ﷺ کا معجزہ صرف قرآن ہے، اس کے علاوہ آپ نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا؛ قرآن حکیم سے معجزات کی نفی ثابت ہوتی ہے۔ معجزات کی نفی کے موقف کے لیے رشید رضا نے شق القمر اور اس سے متعلق مروی احادیث کو مسترد کر دیا، اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ احادیث سند اور متن کے اعتبار سے قابلِ حجت نہیں:

> ماورد فی احادیث الصحیحین و غیرھما من ان قریشاً سالوا النبی ﷺ آیة علی نبوته فانشق القمر فکان فرقتین ، ولکن فی الاحادیث الواردة فی انشقاقه عللا فی متنها و اسانیدها، واشکالات علمیة وعقلیة وتاریخیة ، فصلنا ها فی المجلد الثلاثین من المنار۔[93]
>
> صحیحین وغیرہ کی احادیث جن میں آیا ہے کہ قریش نے نبی ﷺ سے آپ ﷺ کی نبوت سے متعلق معجزہ طلب کیا، تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا، ان کے متن اور اسناد میں علت پائی جاتی ہے اور ان پر علمی و عقلی اور تاریخی اعتراضات وارد ہوتے ہیں، جیسا کہ ہم المنار کی تیسویں جلد میں بیان کر چکے ہیں۔

رشید رضا مسلمانوں کو باور کراتے ہیں کہ اسلام کی قدر و قیمت کا صحیح تصور قائم کریں اور اس خیال سے نجات حاصل کریں کہ اسلام میں کوئی روحانی راز ہے، جو مسلمانوں کو معجزانہ فتح و نصرت عطا کر سکتا ہے۔ اسلام کی طاقت معجزوں میں نہیں، اس حقیقت میں ہے کہ وہ ان سننِ الٰہی کا علم عطا کرتا ہے جو افراد و اقوام کی ترقی کا باعث ہیں۔ لوگوں کو چاہیے کہ وہ ان سننِ الٰہیہ کا علم حاصل کریں اور

[92] رشید رضا، تفسیر المنار، 1/ 315۔ معجزات کی جدید تعبیر اور اس کی قبولیت و تصویب کے حوالے سے رشید رضا اپنے استاد مفتی عبدہ سے زیادہ پرجوش نظر آتے ہیں، عبدہ جدید تعبیر کی گنجایش پیدا کرتے دکھائی دیتے ہیں، جب کہ رشید رضا اس پر اصرار۔

[93] رشید رضا، تفسیر المنار، 11/ 333۔

Marfat.com

ان پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ دنیاوی برکات سے انھی کو نوازتا ہے، جو انھیں صحیح طریقے سے حاصل کرتے ہیں، اس میں مومن و کافر کی تمیز نہیں ہوتی۔[94]

رشید رضا کے "المنار" نے صوفیا اور سلاسلِ صوفیہ کے اعمال و اشغال کو بدعت قرار دے کر مسترد کرنے پر بھی خصوصی توجہ دی۔[95] "المنار" کے کئی مقالات میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی کہ سلاسلِ صوفیہ کے پیر و مرشد مذہب کو تفریح اور کھیل تماشا بنائے ہوئے ہیں۔ عوام کے قلوب اپنے پیروں کے پیچھے گمراہ ہو گئے ہیں۔ وہ زندہ اور مردہ پیروں کو بڑی بڑی برکات کا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔ ان کی موت کے بعد ان کے مزار زیارت گاہ بن جاتے ہیں۔ لوگ منطقی طور پر ناممکن مرادوں کے لیے بھی ان لوگوں کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں۔ افسوس ناک انداز میں ذکر اذکار کا شور و غوغا برپا ہوتا ہے۔ مزاروں پر بیہودگیاں عام ہیں۔ پیروں اور سجادہ نشینوں کے سامنے سر جھکائے جاتے ہیں۔ مختلف بزرگوں سے مرادیں مانگی جاتی ہیں؛ ان سے وہ اسما و القاب منسوب کر دیے گئے ہیں، جو اللہ سے خاص ہیں۔ قرآن کی آیتوں کو بہ طورِ تعویذ استعمال کرنے اور بعض ستونوں اور پتھروں وغیرہ کو ہاتھ لگا کر برکت حاصل کرنے کی بدعات رائج ہو گئی ہیں۔[96]

رشید رضا اور "المنار" کے مطالعے کے حوالے سے ایک قابلِ لحاظ امر یہ بھی ہے کہ ان کے یہاں ایک عجیب فکری تضاد و تخالف اور تجدد و جدت کی حمایت کے ساتھ ساتھ قدامت پسندی بلکہ جمود کی وکالت بھی دکھائی دیتی ہے۔ یہاں ایک طرف تو مجسمہ سازی، مصوری، نقاشی اور موسیقی وغیرہ سے متعلق اصولِ اجتہاد کے ذریعے نرمی اختیار کرنے، کمال پاشا کے اس عمل کو جس کے ذریعے اس نے اپنا مجسمہ نصب کرنے کی حمایت میں یہ دلیل دی تھی کہ بت سازی اس وقت ممنوع

---

[94] آدم، اسلام اور تحریکِ تجدد مصر میں، 271۔

[95] رشید رضا کی تصوف، اہلِ تصوف اور صوفیانہ اذکار و اشغال پر یہ تنقید اس حوالے سے دلچسپ ہے کہ وہ اور ان کے شیخ عبدہ، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، شروع میں خود روحانی اشغال و اعمال، زہد و درویشی اور تصوف میں خصوصی دلچسپی لیتے اور لوگوں کو اس طرف متوجہ کرنے میں محنت کرتے تھے۔

[96] آدم، اسلام اور تحریکِ تجدد مصر میں، 272-274۔

Marfat.com

تھی جب بت پرستی سے نجات کی ضرورت تھی، اب ایسی کوئی ضرورت نہیں، لہٰذا ترکوں کو فنِ مجسمہ سازی، جو کہ فنونِ تہذیب میں سے ہے، کو بے تکلف اختیار کرنا چاہیے، کو جدید زمانے کی ضرورتوں کے تحت قانون سازی کے دائرے میں لانے سے متعلق مثبت رویے[97]، انبیائے قرآن کو حقیقی کی بجائے مثالی انداز میں مان لینے سے دائرۂ اسلام سے خروج لازم نہ آنے کے فتاوی ملتے ہیں[98] اور دوسری طرف کمال پاشا اور مصر و ترکی کے قوم پروروں کے ملحد و زندیق اور خالص کافر ہونے اور وہابی خاندان کے سنتِ رسول کے حامی ہونے اور ان کی حکومت کے سب سے بڑی اسلامی حکومت ہونے وغیرہ کے دعاوی نظر آتے ہیں۔[99] اسی بنا پر چارلس سی آدم (Charles Clarence Adams، 1883ء-1948ء)[100] نے قرار دیا کہ بعض حوالوں سے رشید رضا قدامت پسندوں سے بھی زیادہ قدامت پسند ثابت ہوتے ہیں، اور ان کا رویہ انتہائی متشددانہ اور دشنام آمیز دکھائی دیتا ہے۔[101]

---

[97] آدم، اسلام اور تحریکِ تجدد مصر میں، 279۔

[98] آدم، اسلام اور تحریکِ تجدد مصر میں، 269۔

[99] آدم، اسلام اور تحریکِ تجدد مصر میں، 268-269۔

[100] امریکی مستشرق اور مشنری۔ امریکن مشن (American Mission) کے حوالے سے سکول آف اورینٹل سٹڈیز قاہرہ میں پروفیسر اور ڈین کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ شہرت کا خصوصی حوالہ مصر میں تجدد پسندی کے حوالے سے ان کی کتاب "Islam and Modernism in Egypt: A study of the Modern Reform Movement inaugurated by Muhammad ʿAbduh" ہے، جس کے اردو ترجمے بعنوان "اسلام اور تحریکِ تجدد مصر میں"، کا حوالہ ان سطور میں متعدد مواقع پر آیا ہے۔

[101] آدم، اسلام اور تحریکِ تجدد مصر میں، 269۔

Marfat.com

قاسم امین

مفتی محمد عبدہ کے ایک اور شاگرد قاسم امین (1863ء-1908ء)[102] ہیں۔ انھوں نے آزادیٔ نسواں کا علم بلند کرتے ہوئے حجاب کے خاتمے اور یورپی اخلاقیات کو اپنانے کی دعوت دی۔ ان کے مطابق ماضی کی دیگر تہذیبوں کی طرح اسلامی تہذیب میں بھی کچھ نقائص پائے جاتے ہیں۔ یہ کہنا اخلاقی کم مائیگی کی علامت ہے کہ مسلمان دیگر اقوام سے بہتر ہیں، خواہ اس میں حضور ﷺ کے زمانے ہی کی تحدید کیوں نہ کر دی جائے۔ ترقی و تکمیل کی راہ سائنس ہے۔ اہلِ مغرب سائنسی ترقی کے نتیجے ہی میں ترقی و تکمیل کی راہ پر گامزن ہوئے۔ یورپ ہر معاملے میں ہم سے آگے ہے۔ وہاں عورت کی آزادی کو رسم و رواج نہ سمجھنا چاہیے، یہ عقلی و سائنسی بنیادوں پر مبنی عمل ہے۔ مغرب کی اخلاقیات کو اپنائے بغیر وہاں کی سائنس کو اپنانے کا کچھ فائدہ نہیں۔[103] ان کا کہنا تھا کہ شریعت کے وہ احکام جو مروجہ عادات و معاملات پر مبنی ہیں ان میں حالاتِ زمانہ کے مطابق تغیر و تبدل کیا جا سکتا ہے۔ مغرب نے بڑی مشکل سے کلیسا کے بندھنوں سے نجات حاصل کر کے اپنی جدید ضروریات و مصالح کے مطابق اصول و ضوابط بنائے۔ مسلمانوں کو بھی مغرب کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے نئے تقاضوں کے مطابق قوانین وضع کرنے چاہیں۔[104] قاسم امین اپنے ابنائے وطن سے کہتے ہیں کہ ہمیں آبا کے غلط رسوم و رواجات سے اپنے آپ کو نکالنا چاہیے۔ ہماری غفلت بلکہ بدقسمتی ہے کہ ہم انھی چیزوں پر اڑے بیٹھے ہیں، جو ہمیں اسلاف سے ملیں۔ حالانکہ

---

[102] مصر کے پہلے فیمینسٹ (First Feminist) قرار دیے جاتے ہیں۔ عورت کی آزادی کے حوالے سے مغربی طرزِ انداز اپنانے کے زبردست حامی تھے۔ اس تناظر میں لکھی گئی ان کی کتابوں "تحریر المراۃ" اور "المراۃ الجدیدۃ" نے کافی شہرت حاصل کی۔ بعض لوگوں نے ان کتابوں کی بہت تعریف و توصیف کی اور انھیں مصر کی اس زمانے میں شائع ہونے والی کتب میں سب سے موثر و مفید کتابیں قرار دیا؛ لیکن دوسری طرف سے ان پر سخت نکیر ہوئی اور ان میں پیش کردہ نظریات کو مسلم معاشرے کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے والے تصورات قرار دیا گیا۔

[103] Hourani, *Arabic Thought in the Liberal age*, 168-169.

[104] قاسم امین، تحریر المرأۃ (القاہرہ: کلمات عربیۃ للترجمۃ والنشر، 2011ء)، 97، 82-100

Marfat.com

ان کی اپنی ضروریات تھیں اور ہماری اپنی۔ لہٰذا ہمیں اپنے مصالح کو سامنے رکھتے ہوئے عمل پیرا ہونا چاہیے۔ ان کے الفاظ ہیں:

إن من الغفلة بل من أسباب الشقاء أن تكون شئوننا في حياتنا قائمة بعوائد لا نفهم أسبابها، ولا ندرك آثارها في أحوالنا بل إنما نتمسك بها؛لأنهاجاءت إلينا ممن سلفنا، وورثناها عمن تقدمنا، وذلك كل ما فيها من الحسن عندنا. مع أن هذا وحده لا يكفي لأن يكون سببًا في الأخذ بها، ولا في الثبات عليها، بل يجب أن نفهم أن لنا مصالح ولمن سبقنا مصالح، ولنا شئون ولهم شئون۔ فعلينا أن نأخذ من العوائد، وأن نكسب من الأخلاق ما يلتئم مع مصالحنا۔[105]

قاسم امین نے کے مطابق بے پردگی کی دعوت میں دینِ اسلام سے کوئی مخالفت نہیں پائی جاتی۔ وہ مغرب کے طرز پر خواتین کی مکمل آزادی پر زور دیتے اور مغربی عورتوں کو اپنی خواتین کے لیے بہ طورِ نمونہ پیش کرتے ہوئے ان کی تقلید کی دعوت دیتے ہیں۔[106] ان کے خیال میں عنفوانِ شباب کے زمانے میں لڑکیوں کے کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں سے مل جل کر کچھ سیکھیں؛ اس وقت ان کو علیحدہ رکھنا مضرت رساں ہے۔ یہ بات عورت کے کردار کو نقصان پہنچانے والی ہے کہ اسے ایک چار دیواری میں بند کر کے بے کاری کا شکار بنا دیا جائے۔ عورتوں اور لڑکیوں کو اجازت ہونی چاہیے کہ وہ عام معاشرے میں آزادانہ ملیں جلیں؛ خیراتی کاموں، کاروبار اور عوامی زندگی میں حصہ لیں۔ عورتوں کو ایسی تعلیم دی جانی چاہیے، جس سے وہ فقہ میں پیش کیے گئے تصورات کی بجائے شادی اور ازدواج کے بلند تر تصورات کی حامل بنیں۔[107]

---

[105] امین، تحریر المرأۃ، 97-98۔

[106] قاسم امین، المرأۃ الجدیدہ (قاہرہ: کلمات عربیۃ للترجمۃ والنشر 2011ء)، 25-43۔

[107] آدم، اسلام اور تحریک تجدد مصر میں، 337۔

Marfat.com

علی عبد الرزاق

مفتی محمد عبدہ کے ایک اور نمایاں شاگرد علی عبد الرزاق (1888ء-1966ء)[108] ہیں۔ وہ دین و دنیا کو الگ الگ خانوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسلام کے تمام احکام مذہبی ضابطے پر مشتمل ہیں جن کا تعلق تمام تر عباداتِ الٰہی اور نوع انسانی کی مذہبی فلاح و بہبود سے ہے۔ جہاں تک شہری قوانین کا تعلق ہے، وہ انسان کی صوابدید پر چھوڑ دیے گئے ہیں، اور مذہب کو ان سے کوئی سروکار نہیں۔ دنیاوی انتظام وانصرام کی خاطر خدا نے یہی کافی سمجھا کہ ہمیں ذہن و دماغ عطا کر دیے۔[109] ہمارا دین اس میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ ہم اپنے ہاں قدیم سے پائے جانے والے نظام کو- جس نے ایک طویل عرصے سے ہمیں مغلوب و بے بس بنایا ہوا ہے- بالکلیہ ختم کر دیں۔ ہم اپنے نظم حکومت و ریاست کو انسان کے جدید تصورات اور نئی معلومات کی روشنی میں ترتیب دینے کے لیے آزاد ہیں۔ حکومت و ریاست سے متعلق وہ اصول اور ضابطے یقیناً زیادہ بہتر ہیں، جو جدید ترقی یافتہ اقوام کے تجربات کا نتیجہ ہیں۔[110] امورِ حکومت کے جدید مغربی اصول و قوانین سے استفادے اور قدیم اسلامی نظامِ حکومت اور اس سے متعلق تفصیلات پر مبنی مسلم ذخیرۂ فقہ کی

---

[108] علی عبد الرزاق نے بچپن میں جامعہ ازہر کے زمانۂ طالب علمی میں عبدہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ 1911ء میں جامعہ ازہر سے فارغ ہوئے۔ 1912ء میں انگلستان میں اکنامکس اور سیاسیات کی ڈگریوں کے لیے داخلہ لیا، لیکن جنگِ عظیم چھڑ جانے کے باعث ڈیڑھ سال بعد واپس آنا پڑا۔ جامعہ ازہر سے عالم کی سند حاصل کی۔ مختلف عدالتوں میں جج کے فرائض سرانجام دیے، نیز عربی ادبیات، تاریخ اسلام اور مسلم عدلیہ کے حوالے سے لیکچر دیے، اور نتائج تحقیق مرتب کیے۔ 1925ء میں "الاسلام و اصول الحکم" کے نام سے کتاب شائع کی؛ جس میں نظم حکومت و ریاست کے اسلامی تصور سے متعلق ایسے تجدد پسندانہ اور چونکا دینے والے خیالات- جن میں سے اہم اور نمایاں ان سطور میں پیش کر دیے گئے ہیں- کا اظہار کیا کہ شیخ الازہر کی سربراہی میں قائم چوبیس علما کی عدالت نے انھیں خلافِ اسلام نظریات کا مجرم قرار دے کر علما کی جماعت سے علیحدہ کرنے، عہدے سے برطرف کرنے، اور آیندہ کسی مذہبی یا دوسرے عہدے پر تعینات نہ کرنے کی سفارش کی۔

[109] علی عبد الرزاق، الاسلام واصول الحکم (قاہرہ: 1925)، 84-85۔

[110] عبد الرزاق، الاسلام واصول الحکم، 103۔

Marfat.com

جدید زمانے میں عدم ضرورت بلکہ اس کے نقصان دہ اور قومی ترقی و کمال میں سدِ راہ ہونے کے حوالے سے علی عبدالرزاق نے اپنے نظریات کے لیے اسلامی نصوص اور اسلامی تاریخ کے تجزیاتی مطالعے سے دلائل لاتے ہوئے قرار دیا کہ قرآن و حدیث اور اجماع سے خلافت یا روایتی تاریخی نظمِ حکومت و ریاست کے حق میں کوئی قطعی دلیل فراہم نہیں ہوتی۔ اسلامی تاریخ میں خلافت کے حوالے سے مسلمانوں کے رویے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب لوگ اسے ضروری اور مقصود اسلامی حکومت تصور نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ خلافت کے خلاف ہمیشہ بغاوت ہوتی رہی۔ دلیل دی جاتی ہے کہ خلافت میں لوگوں کی بھلائی اور مذہبی عقائد و تصورات کا قیام مضمر ہے۔ لیکن اس بات میں بس اتنی سچائی ہے کہ کوئی حکومت ہونی چاہیے، جس سے یہ مقاصد حاصل ہو سکیں، اس کے لیے مسلم علما و فقہا کی بیان کردہ خلافت اور اس کے قیام کا تصور نامناسب ہی نہیں، نقصان دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ منشا ہی نہیں کہ لوگوں کو ایک ہی طرح کے نظام کا پابند کر دیا جائے؛ ان کا عروج و زوال خلافت کے نظام سے وابستہ ہو جائے۔ ہمیں نہ اپنی مذہبی زندگی کے لیے خلافت درکار ہے اور نہ سیاسی زندگی کے لیے۔ خلافت نے ہمیشہ ستم ہی ڈھایا اور فساد و بگاڑ ہی پیدا کیا ہے۔[111] یہ نظریہ بالکل غلط ہے کہ خلافت آں جناب ﷺ کا دیا ہوا مذہبی نظامِ حکومت ہے۔ آپ ﷺ نبی تھے؛ آپ ﷺ کے کام کی نوعیت خالص مذہبی تھی؛ آپ ﷺ کا منصب ہی یہ نہ تھا کہ لوگوں کو کوئی نظمِ ریاست و سیاست عطا کریں یا اس کا پابند بنائیں۔ آپ کی دعوت اور مشن عالمگیر یقیناً تھا، لیکن اس کا سلطنت اور حکومت سے کوئی تعلق نہ تھا؛ آپ ﷺ کی عالمگیریت کا یہ پہلو محض مذہبی تھا۔ آپ ﷺ کی بہ طورِ سربراہ مملکت اور بہ طورِ نبی حیثیتیں مختلف ہیں، جنھیں کسی طور گڈمڈ نہ کرنا چاہیے۔ علی عبدالرزاق آں جناب ﷺ کی ان اقدامات کو جو آپ نے بہ طورِ سربراہِ ریاست قیامِ دین کے لیے کیے، ریاست کی مذہبی تشخص کے لیے دلیل بنانے کو روا نہیں سمجھتے۔[112] آپ ﷺ کے اختیار و اقتدار کے دنیوی نہ ہونے اور اس اعتبار سے بحیثیتِ وراثت ناقابلِ انتقال ہونے کا ذکر کرتے ہوئے علی عبدالرزاق نے لکھا کہ جب آپ

[111] عبدالرزاق، الاسلام واصول الحکم، 38۔

[112] عبدالرزاق، الاسلام واصول الحکم، 64-69۔

Marfat.com

ﷺ کا کوئی دنیوی اقتدار ہی نہیں تھا تو اس کی وراثت چہ معنی دارد! یہی سبب ہے کہ حضور ﷺ نے اپنا کوئی جانشین نامزد نہیں کیا۔ حضرت ابو بکر کو مسلمانوں نے اپنا نظام چلانے کے لیے منتخب کیا، جس کی نوعیت سیاسی تھی، نہ کہ مذہبی۔ ایسے ہی آپ ﷺ کے ان جانشینوں کا معاملہ ہے، جو ابو بکر کے بعد آئے۔ مرورِ ایام سے مختلف عوامل کے تحت ابو بکر اور دیگر مسلم حکمرانوں کو خلیفہ کا مذہبی لقب دے کر مذہبی تقدس عطا کر دیا گیا۔ جب حضور ﷺ کے اقتدار کی نوعیت ہی مذہبی تھی، اور اس کا سیاسی حکومت و ریاست سے کوئی سروکار ہی نہ تھا، تو لا محالہ آپ ﷺ سے مذہبی امور ہی میں رہنمائی لینی چاہیے، سیاسی امور آپ ﷺ نے بھی لوگوں کے حوالے کر دیے، ہمیں بھی اپنے طور پر اپنی ضروریات و تجربات کے مطابق طے کرنے چاہییں۔[113]

طنطاوی جوہری

مفتی کے دبستانِ فکر کے افراد میں سے ایک اور نمایاں فردان کے شاگرد شیخ طنطاوی جوہری (1870ء-1940ء)[114] ہیں۔ انھوں نے قرآنی آیات کو جدید سائنسی تصورات سے ہم آہنگ کرنے کے لیے انتہائی تکلف اور کھینچ تان سے کام لیا ہے۔ بعض آیات کی تاویل کرتے ہوئے وہ اس قدر آئیڈیلزم کا شکار ہو جاتے ہیں کہ دنیائے حقیقت یکسر گم ہوتی نظر آتی ہے۔ اس تاویلی رویے کے تناظر میں بعض لوگوں نے طنطاوی کو متن کی تخیلاتی و رومانوی تعبیر کے شوقین (Fond of romanticizing) قرار دیا ہے۔[115] ان کی تفسیر کے چند نمونے دیکھیے:

---

[113] عبد الرزاق، الاسلام واصول الحکم، 79-102۔

[114] شیخ طنطاوی دار العلوم قاہرہ میں عربی ادبیات کے پروفیسر رہے۔ دیگر کتب کے علاوہ "الجواھر فی تفسیر القرآن" کے نام سے قرآن کی ضخیم تفسیر لکھی، جس میں آیاتِ قرآنی کی تعبیر میں سائنسی علوم کا استعمال نہایت کثرت سے کیا۔

[115] Baljon, *Modern Muslim Koran interpretation*, 29.

Marfat.com

البقرہ آیت دو سو پچپن تا دو سو ساٹھ[116] کی تفسیر میں ان آیات سے توحید کے تین ارتقائی مراحل کا بیان مراد لیتے ہوئے لکھا ہے:

اماالتوحید فقد ابرز له ثلاث مراتب عجیبة:ذلك انه ابتداه بآیة الکرسی ومابعدها الی قوله (**أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ**) وثنی بمحاجة ابراهیم والنمرود، وثلث بقصص العزیر وحماره،وابراهیم وطیره۔[117]

[116] اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔ لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۙ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۔

[117] طنطاوی جوہری، الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم (مصر: مصطفیٰ البابی الحلبی، 1340ء)، 1/195۔

Marfat.com

توحید کے تین عجیب و غریب مراحل ہیں: پہلے کی ابتدا آیت الکرسی سے ہوتی ہے۔اس کا تذکرہ ارشادِ الٰہی أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ تک ہے۔ اور دوسرا ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے مکالمے سے متعلق ہے۔اور تیسرے کا تعلق عزیر علیہ السلام اور ان کے گدھے اور ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پرندوں سے ہے۔

ان تین مراحلِ توحید کی تفصیل شیخ طنطاوی کے نزدیک کچھ اس طرح ہے کہ پہلا مرحلہ تقدیس و تعظیمِ باری تعالیٰ، اس کی عظمت اور جلالتِ شان، اس کی حکمت اور زمین و آسمان میں اس کے عجائب سے عبارت ہے۔ یہ صحابہ کا دورِ انیق اور اسلام کا ابتدائی عہد ہے، جس میں اقوامِ شرق و غرب مفتوح ہوئیں؛ جب ایمان و یقین ہر نوع کے جھگڑوں اور نزاعات سے پاک تھا۔ دوسرے مرحلے کا تعلق اس دور سے ہے جب مسلمانوں میں باہمی فرقہ بندیاں شروع ہو گئیں؛ ایک دوسرے کے مخالف شیعہ، سنی، معتزلی گروہ وجود میں آئے۔ تیسرے مرحلے کا تعلق امتِ مسلمہ کے مستقبل سے ہے، جب تخلیقِ عالم پر غور ہو گا اور خدا کی عجیب مخلوقات کے مطالعات سامنے آئیں گے، جیسے عزیر علیہ السلام کو کہا گیا کہ وہ اپنے گدھے کے گوشت، ہڈیوں، وغیرہ اعضائے جسم کا مشاہدہ کریں، اور جیسے خلیل اللہ علیہ السلام کو پرندوں کی بابت حکم دیا گیا کہ ان سے متعلق معلومات حاصل کریں، اور پھر انھوں نے ان کے پورے ڈھانچے کا گہرا مشاہدہ کیا۔ جب انھوں نے صنعتِ خداوندی کے عجائب دیکھے تو ان کا دل مطمئن ہو گیا۔ مستقبل قریب میں یہ اہلِ اسلام کا حال ہو گا۔ بخدا مسلمانوں میں بڑے بڑے فلاسفہ اور سائنس دان پیدا ہوں گے؛ وہ دوسری اقوام سے علم حاصل کریں گے۔[118]

البقرہ آیت ایک سو چھے[119] کے حوالے سے نسخ کی بحث میں جوہری نے لکھا ہے کہ ناسخ اور منسوخ اللہ کے بہت بڑے راز اور اس کی بہترین شعائیں ہیں، جو انسانیت پر چمک رہی ہیں۔ بلاشبہ یہ دونوں ترقی کے راز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ دکھایا کہ کس طرح رات اور دن ایک دوسرے کو

---

[118] جوہری، الجواہر فی تفسیر القرآن، 1/195۔

[119] مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

Marfat.com

منسوخ کرتے ہیں، اور واضح کیا کہ قابلِ کاشت زمین میں اختلاف کا ظہور موسموں کے تغیر کا نتیجہ ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! ہم نے واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ کس طرح زمین اور آسمان، رات اور دن، زمین میں بیج بونا اور زمین کا فصل کے نیچے ہونا، ایک دوسرے کو محو کرتا اور ہر ایک دوسرے کو راستہ دیتا ہے۔ میں نے زمین پر موجود اقوام کو ہدایت کی تو انھوں نے زیادہ جدید طریقوں کو جگہ دینے کی غرض سے پرانے طریقوں کو مٹانا شروع کر دیا۔[120]

ایک مقام پر جوہری نے "محکم" سے مختلف انواعِ حیوانات کی موجودگی اور ڈارونی نظریات کے بارے میں مختلف تصورات اور متشابہات سے ان کے اخلاف مراد لینے کا امکان بتایا ہے، اور اس سے قرآن اور کتابِ فطرت میں توافق کو موکد کرنے کی کوشش کی ہے۔[121] حروفِ مقطعات حم طس وغیرہ اس خدائی منصوبے کا حصہ ہیں کہ لوگوں کو لفظوں کو حروف میں بدلنے کی ضرورت سے آشنا کیا جائے، کیوں کہ زبان سیکھنے کا اس کے علاوہ کوئی طریقہ نہیں۔ اسی طرح سائنس اور صنعت و حرفت بھی اپنی بنیادوں کو لوٹتی ہیں۔[122]

البقرہ آیت سڑسٹھ[123] کی تفسیر علم الارواح کی جدید معلومات کے تناظر میں بیان کرتے ہوئے طنطاوی نے لکھا ہے:

> واما علم تحضير الارواح فانه من هذه الآية استخراجه ان هذه الآية تتلى والمسلمون يومنون بها حتى ظهر علم تحضير الارواح بامريكا اولاً ثم بسائر اروبا ثانيا۔۔۔واذا كان الابراهيم يطلب اليقين بالمعاينة فنحن

---

[120] جوہری، الجواہر فی تفسیر القرآن، 1/93۔

[121] جوہری، الجواہر فی تفسیر القرآن، 2/40-57۔۔

[122] جوہری، الجواہر فی تفسیر القرآن، 2/4-14۔

[123] وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً ۖ قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۖ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ۔

Marfat.com

اولیٰ والانبیا اعلم منا فکان یجب علی المسلمین ان یکونوا هم البادئین بعلم احضار الارواح لا امریکا۔[124]

ارواح کو حاضر کرنے کا علم اس آیت سے برآمد ہوتا ہے۔ یہ آیت پڑھی جاتی تھی اور مسلمان اس پر ایمان رکھتے تھے۔ پھر علمِ تحضیرِ ارواح پہلے امریکا اور بعد میں یورپ پہنچا... جب ابراہیم علیہ السلام چیزوں کا مشاہدہ کر کے یقین حاصل کرنا چاہتے تھے، تو ہم تو اس کے زیادہ محتاج ہیں کہ انبیا کے پاس علم ہم سے زیادہ ہوتا ہے۔ سو لازم ہوا کہ علمِ تحضیر الاروح کے بانی مسلمان ہوتے نہ کہ امریکا۔

آگے چل کر مفسر نے واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ آج کے مسلمانوں کو ان تاریخی واقعات سے سبق لینا اور تحقیق کرنی چاہیے۔ ارواح کو حاضر کرنے کا اگر علم نہ ہو تو ان لوگوں سے سیکھنا چاہیے جو اس میں دسترس رکھتے ہیں۔[125]

شیخ طنطاوی نے آیاتِ قرآنی کی سائنسی تعبیر کے حوالے سے جو تکلف برتا ہے اس کی بنا پر محققین ان کی تفسیرِ قرآن کو تفسیر سے زیادہ عوام الناس کے لیے بائیولوجی اور دیگر سائنسی علوم کی ایک گائیڈ سے تعبیر کرتے ہیں ۔ جے ایم ایس بلجن (Johannes Marinus Simon Baljon، 1919ء-2001ء)[126] کے الفاظ میں:

---

[124] جوہری، الجواہر فی تفسیر القرآن، 1/72۔

[125] جوہری، الجواہر فی تفسیر القرآن، 1/72-77۔

[126] جاوا (انڈونیشیا) کے علاقے میں ڈچ مشنری کے ہاں ولادت ہوئی۔ نیدرلینڈ کی قدیم ترین یونی ورسٹی ایٹرکسٹ (Utrecht) میں دینیات، عربی اور سنسکرت کی تعلیم حاصل کی۔ لندن یونی ورسٹی کے سکول آف اورینٹل اینڈ افریکن سٹڈیز سے عربی اور اردو پڑھی۔ 1949ء میں ایٹرکسٹ (Utrecht) یونی ورسٹی سے "The Reforms and Religious Ideas of Sir Sayyid Ahmad Khān" کے عنوان سے مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ لائیڈن یونی ورسٹی میں اسلامیات کے پروفیسر رہے۔ برصغیر کی مسلم فکر دلچسپی کی خصوصی میدان تھا۔ سرسید اور شاہ ولی اللہ وغیرہ پر قابلِ ذکر مقالات و مضامین کے علاوہ "Modern Muslim

Marfat.com

Without much exaggeration his commentary might be qualified as a manual for the general public on biology and other sciences...It is obvious that such a treatment of the Holy text has nothing to do with true interpretation.[127]

بلا کسی مبالغے کے طنطاوی کی تفسیر عوام الناس کے لیے بائیولوجی اور دیگر سائنسی علوم کی ایک گائیڈ کی حیثیت رکھتی ہے...اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن پاک کی تعبیر کے اس انداز کا اس کی واقعی تعبیر سے کچھ لینا دینا نہیں۔

یہ چند مثالیں تھیں، اور بھی کئی عرب علما نے مختلف حوالوں سے آیاتِ قرآنی کی تجدد پسندانہ تعبیرات کی ہیں۔ مثلاً بعض لوگوں نے زنا اور سرقہ وغیرہ اسلامی حدود سے متعلق لکھا ہے کہ قرآن نے اس طرح عمل کو نہیں کہا، جس طرح عام سمجھا جاتا ہے۔ چور کا ہاتھ کاٹنے یا زنا پر کوڑے اور رجم کی سزا کی حیثیت وجوبی نہیں، انتخابی ہے۔ اگر حاکم وقت ضروری سمجھے تو وہ یہ سزا دے سکتا ہے، شرع نے اسے پابند نہیں کیا۔ شدید سزاؤں پر یقین رکھنا اسلامی قانون کو تسلیم کرانے کی راہ میں حائل ہے، لہٰذا اس رکاوٹ کو دور کرنا چاہیے۔ ایک صاحبِ قلم کے الفاظ ہیں:

فلا یکون قطع ید السارق حدا مفروضاً، لا یجوز العدول عنه فی جمیع حالات السرقة، بل یکون القطع فی السرقة هو اقصی عقوبة فیها، و یجوز العدول عنه فی بعض الحالات الی عقوبات اخری رادعة، ویکون شانه فی ذالك شان كل المباحات التی تخضع لتصرفات ولی الامر، وتقبل التاثر بظروف كل زمان و

"Koran Interpretations 1880-1960" کے عنوان سے عرب و ہند کے مسلم سکالرز کی جدید قرآنی تعبیرات پر اہم اور وقیع تحقیق پیش کی۔

[127] Baljon, *Modern Muslim Koran interpretation*, 5-6.

Marfat.com

مکان۔ وھکذا فی حد الزنا سواءً کان رجماً ام جلداً۔
وھل لنا ان نذلل بھذا عقبة من العقبات التی تقوم فی
سبیل الاخذ بالتشریع الاسلامی، مع انا فی ھذه الحالة
لا نکون قد ابطلنا ولا الغینا حدا، وانما وسعنا الامر
توسیعا یلیق بما امتازت به الشریعة الاسلامیة۔[128]

چور کا ہاتھ کاٹنا ایسی ضروری حد نہیں، جس سے کسی حال میں انحراف ممکن نہ ہو، بلکہ ہاتھ کاٹنا چوری کی انتہائی سزا ہے؛ بعض حالات میں اس سے مختلف سزا دی جاسکتی ہے۔ یوں اس کی صورت دیگر مباحات کی سی ہو جاتی ہے، جو حاکم کی صوابدید پر منحصر ہوتی اور مختلف زمان و مکان میں مختلف ہو سکتی ہیں۔ یہی حال حدِ زنا کا ہے، چاہے وہ کوڑوں کی ہو یا رجم کی... کیا ہمیں نہیں چاہیے کہ ہم ان رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ کو دور کریں جو اسلامی قانون کو تسلیم کرانے میں سدِ راہ ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ ہم کسی حد کو باطل کرنے یا اسے لغو بنانے والے بھی نہ ہوں۔ ہم تو اس صورت میں بس توسع اختیار کرنے والے ہوں گے، جو اسلامی شریعت کا امتیازی وصف ہے۔

بعض عربوں نے اس دعوے کے ساتھ تفاسیر لکھیں کہ وہ قرآن کی تفسیر فقط قرآن سے پیش کریں گے، کیوں کہ قرآن اپنی تفسیر آپ ہے؛ اسے کسی اور کی تشریح کی حاجت نہیں، اور پھر اپنی رائے کے زور پر آیاتِ قرآنی کو آزادانہ تاویل کی سان پر چڑھایا۔ ایک صاحب نے "الھدایة والعرفان فی تفسیر القرآن بالقرآن" کے عنوان سے تفسیر لکھی اور دیگر تاویلات کے ساتھ ساتھ قوانینِ فطرت کے مغربی نظریے سے موافقت کی کوشش میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور آں جناب ﷺ کے قرآن میں مذکور معجزات سے انکار کرتے ہوئے انھیں بڑے شد و مد سے عام واقعات باور کرانے کی کوشش کی۔

وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ

---

[128] الدکتور محمد حسین الذہبی، التفسیر والمفسرون (القاہرہ: مکتبہ وہبہ، ب ت)، 3/388۔

Marfat.com

وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ[129]" کے حوالے سے حضرت عیسیٰ کے معجزات کی تاویل کرتے ہوئے لکھا:

> من هذا تعرف ان عيسیٰ نبی ارسله اللّٰه الی بنی اسرائیل لیشفی نفوسهم، و یحیی موت قلوبهم، فآیته فی دعوته و سیرته وهدایته۔ عاش و مات کغیره من الانبیا فی بشریته، فلم یکن خارقاً فی سنته۔[130]
>
> اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ حضرت عیسیٰ کو اللہ نے بنی اسرائیل کی جانب اس لیے بھیجا تھا کہ ان کے نفسوں کو شفا بخشیں اور ان کے مردہ دلوں کو زندہ کریں۔ آپ کا معجزہ آپ کی دعوت اور سیرت و ہدایت ہے۔ آپ نے عام انسانوں میں انھی کی طرح زندگی گزاری، اور انھی کی طرح فوت ہوگئے، کوئی خارق عادت امر وقوع پذیر نہیں ہوا۔

حضرت ابراہیم پر آگ ٹھنڈی ہو جانے کا مطلب ان صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے جانے سے بچ گئے اور ہجرت کر کے دوسری جگہ چلے گئے۔[131] آں جناب ﷺ کے اسریٰ کے تذکرے میں اسریٰ سے ہجرت اور مسجد اقصیٰ سے مسجدِ نبوی مراد ہے۔ لہٰذا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے جانے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے آپ ﷺ کو مکے سے مدینے ہجرت کرائی۔[132] پنگھوڑے میں اور بڑی عمر کو پہنچ کر جناب مسیح کے کلام کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپ چھوٹی عمر میں بھی بہادر و جری ہوں گے، اور بڑے ہو کر بھی باہمت۔[133]

---

[129] المائدہ 5:110۔

[130] ابوزید الدمنهوری، الهدایۃ والعرفان فی تفسیر القرآن بالقرآن (مصر: مصطفیٰ الحلبی، 1349ھ)، 97۔

[131] الدمنهوری، الهدایۃ والعرفان، 256۔

[132] الدمنهوری، الهدایۃ والعرفان، 219۔

[133] الدمنهوری، الهدایۃ والعرفان، 44۔

Marfat.com

ملائکہ سے دنیائے کائنات اور اس کے آدمی کو سجدہ کرنے سے مراد ہے: کائنات کا آدمی کے لیے مسخر ہو جانا۔ ابلیس سے متکبر شخص مراد ہے۔[134] سود جب حرام ہے، جب حد سے زیادہ اور اصل زر سے بڑھا ہوا ہو، ورنہ نہیں۔[135]

کچھ تجدد پسند تو استشراقی و مغربی اہل قلم کی تقلید میں بہت ہی دور تک گئے ہیں۔ محمد حسین ہیکل (1923ء-2016ء)[136] نے "حیاة محمد" کی تقدیم طبع ثانی میں اہل اسلام پر گہرے استشراقی اثرات اور اس کے نتیجے میں جدید مسلم اہل قلم کے استشراقی تحقیقات کو صحیح اور ناقابلِ تردید سمجھتے ہوئے انھیں آنکھیں بند کر کے مان لینے کے رجحان کے تذکرے میں[137] نام لیے بغیر ایک مصری عالم کا ذکر کیا ہے، جو مستشرقین کی تحقیقات کو اتنا معتبر سمجھتا ہے کہ ان کی روشنی میں قرآن میں تحریف و تبدیلی اور آں جناب ﷺ کے مرگی زدہ ہونے کو تسلیم کرنے میں بھی اسے کچھ قباحت محسوس نہیں ہوتی۔ وہ ہیکل کی کتاب پر اس بنا پر معترض ہوا اور اسے غیر علمی طریقِ تحقیق کا نتیجہ قرار دیا کہ اس میں مصنف نے گولڈ زیہر اور نولڈیکے وغیرہ جرمن مستشرقین کی تحقیقات کو بنیاد بنانے کی بجائے قرآن کو بنیاد بنایا، جس کے بارے میں یہ مستشرقین واضح کر چکے ہیں کہ آں جناب ﷺ کی وفات کے بعد اس میں ترمیم و تبدیلی ہو چکی ہے۔[138] اس شخص کے نزدیک آں جناب ﷺ کی وحی بھی آپ ﷺ کے مرضِ صرع کا نتیجہ تھی، جیسا کہ مستشرقین کی تحقیقات سے ثابت ہے:

---

134 الدمنھوری، الھدایۃ والعرفان، 7۔

135 الدمنھوری، الھدایۃ والعرفان، 53۔

136 مصر کے معروف مصنف، صحافی اور سیاستدان۔ آپ کی "حیاة محمد" کو کتبِ سیرت میں اہم مقام حاصل ہے۔

137 محمد حسین ہیکل کی جانب سے جدید عرب محققین اسلام پر گہرے استشراقی اثرات کا تذکرہ اس حوالے سے زیادہ دلچسپ ہے کہ آپ خود بھی عبدہ کے مکتبِ فکر سے محبت و تعلق کی شہرت رکھتے تھے، جس پر مغربی اثرات کا ان صفحات میں تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

138 محمد حسین ہیکل، حیاة محمد (القاہرہ: دار لمعارف، الطبعۃ الرابعۃ عشرۃ)، 45۔

Marfat.com

بحوث المستشرقين دلت كذالك على ان النبى كان يصاب بالصرع، وان ما كان يسميه الوحى الذى ينزل عليه انماكان اثراً لنوبات الصرع التى كانت تعتريه، وان اعراض الصرع كانت تبدو على محمد فكان يغيبه عن صوابه ويسيل منه العرق، وتعتريه التشنجات، و تخرج من فيه الرغوة، فاذا افاق من نوبته ذكر انه اوحى اليه وتلا على المومنين به ما يزعم انه من وحى ربه۔[139]

مستشرقین کی تحقیقات سے عیاں ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کو مرض صرع لاحق تھا۔ آپ ﷺ جس چیز کو وحی قرار دیتے تھے، وہ دراصل مرگی کے دوروں کا اثر ہوتا تھا، جس کے سبب آپ ﷺ لرزنے لگتے تھے۔ جب مرگی کی علامات ظاہر ہوتیں، تو آپ بے ہوش ہو جاتے؛ پسینہ بہنے لگتا؛ منہ سے جھاگ نکلنا شروع ہو جاتی۔ جب آپ اس کیفیت سے نکلتے تو فرماتے کہ مجھ پر وحی آئی ہے اور پھر مومنین کے سامنے اسے اس یقین سے تلاوت کرتے کہ وہ وحی ربانی ہے۔

الغرض مغربی و استشراقی اثرات کے تحت عالم عرب کے بہت سے دانش ور، سکالرز اور اہل تفسیر اسلام کے اصول و احکام اور آیاتِ قرآنی کی مغربی اصول و تہذیب سے مطابقت کرتی ہوئی تعبیر اور مغربی تہذیبی اصولوں پر مسلم معاشروں کی تعمیر و تشکیل پر زور دینے لگے۔ یہ لوگ مغرب اور مستشرقین سے اس درجہ متاثر تھے کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی کے بقول ان عرب اہل فکر و قلم کے اندر مغربی روح پوری طرح سرایت کر چکی تھی۔ وہ اسی کے دماغ سے سوچتے تھے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اسی کے دماغ سے سانس لیتے تھے۔ مستشرقین کے شاگرد عرب دانش ور اپنے مستشرق اساتذہ کی صدائے بازگشت بن کر انھی کے خیالات و نظریات پورے یقین و وثوق اور پورے جوش و سرگرمی کے ساتھ اپنے ملک میں پھیلانے کی کوشش کرتے۔ دنیا کے کسی گوشے میں اگر

[139] ہیکل، حیاۃ محمد، 45۔

Marfat.com

کوئی مستشرق کوئی نظریہ یا خیال پیش کرتا، تو عربوں میں نہ صرف اس کی حمایت کرنے والا بلکہ پورے خلوص اور پورے زورِ قلم کے ساتھ اس کا شارح و داعی کوئی نہ کوئی ادیب اور مفکر اسی وقت پیدا ہو جاتا۔ قرآن مجید کا انسانی تعبیر کا نتیجہ ہونا، دین و سیاست کی تفریق، اسلام کے نظمِ حکومت سے یکسر لاتعلقی، اسلام کا محض اعتقادات اور اخلاق و عبادات تک محدود ہونا، سیکولرزم کی دعوت، عربی زبان و ادب کے اولین مآخذ (شعر جاہلی وغیرہ) کی صحت و ثبوت سے انکار، حدیث و سنت کی حجیت و صحت کا انکار یا تشکیک، عورتوں کی آزادی اور مردوں کے ساتھ کلی مساوات، بے پردگی کی تلقین و تحریک، فقہ اسلامی کو رومن لا سے ماخوذ اور اس کی سپرٹ سے متاثر قرار دینا، قدیم تہذیبوں کے احیا کا نعرہ، عہدِ فرعونی کی تقدیس اور اس کی تہذیب، ادب اور کارناموں پر فخر، مقامی عامی زبان میں تصنیف و تالیف اور لاطینی حروف کو اختیار کرنے کی دعوت، مغربی اصول و قانون کی بنیاد پر قانون سازی، عربی قومیت سوشلزم و کمیونزم کی دعوت، ان سب چیزوں میں مغربی فکر کے گھنے سائے آپ کو اہلِ عرب کے دماغوں، ان کی تحریروں پر اپنے بازو پھیلائے ہوئے نظر آئیں گے۔ وہ ان پر اس طرح چھاگئے، جیسے بڑے درخت نوخیز پودوں کو اپنے سائے میں لے لیتے ہیں۔ مغربی فکر کا اثر ان پر اس طرح پڑتا نظر آتا ہے، جیسے کسی صاف شفاف آئینے میں آفتاب کا عکس۔[140]

مغربی اثرات اور اس کے نتیجے میں مفتی عبدہ کے نظریات نے ان کے شاگردوں، حلقۂ فکر کے افراد اور آگے چل کر ان سے اکتسابِ فیض کرنے والوں کو تجدد و مغربیت میں غلو اور اسلام کو اپنے من پسند نظریات کے مطابق ڈھالنے کی راہ دکھائی۔ البرٹ حورانی (Albert Fadlo Hourani، 1915ء-1993ء)[141] نے عبدہ کے نظریات اور ان کے نتائج و عواقب کا ذکر کرتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

---

[140] ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، 147-149۔

[141] لبنانی نژاد برطانوی مورخ و مستشرق۔ مانچسٹر میں پیدا ہوئے اور یہیں ایک تاجر کی حیثیت سے مقیم رہے۔ امریکن یونی ورسٹی آف بیروت (American University of Bayrūt) میں تدریس کے فرائض

Marfat.com

It was, of course, easy in this way to distort if not destroy the precise meaning of the Islamic concepts, to lose that which distinguished Islam from other religions and even from non-religious humanism....It was not an accident that, as we shall see , one group of his disciples were later to carry his doctrines of complete secularism.[142]

اس طریقے سے اسلامی نظریات کے مخصوص معانی کو تباہ و برباد نہیں، تو مسخ بلاشبہ کیا جا سکتا ہے۔ اس سے اسلام کا دوسرے مذاہب حتیٰ کہ لا مذہب ہیومنزم سے بھی کوئی امتیاز باقی نہیں رہ جاتا... جیسا کہ ہم دیکھیں گے، یہ محض اتفاق نہیں کہ عبدہ کے شاگردوں کا ایک گروہ بعد میں ان کے عقائد و نظریات کو مکمل سیکولرزم کی طرف لے گیا۔

سر سید احمد خاں اور ان کا حلقۂ فکر

سر سید احمد خاں

قرآن کی جس طرز کی متجددانہ تعبیر کی بنیاد عالم عرب میں مفتی محمد عبدہ نے رکھی تھی، برصغیر میں اس طرز کی متجددانہ تفسیرِ قرآن کے بانی سر سید احمد خاں (1817ء-1898ء) ہیں۔[143] اہل

انجام دیے۔ تاریخ عرب اور مشرقِ وسطیٰ سے متعلق "A history of the Arab peoples"، "Arabic thought in the Liberal age 1789-1939" وغیرہ مشہور کتابیں تحریر کیں۔

[142] Hourani, *Arabic thought in the liberal age*, 144-145.

[143] اسلام کی تجدد پسندانہ تعبیر کے حوالے سے برصغیر بلکہ، کہنا چاہیے، عالم اسلام کا سب سے بڑا اور نمایاں نام۔ (اس لیے کہ نہ صرف سر سید کی مذہبی تعبیرات اور ان کا فکری ارتقا عالم عرب کے مفتی محمد عبدہ سے تیس بتیس برس پہلے کا ہے بلکہ وہ مذہبی نصوص کی تجدد پسندانہ تعبیرات میں بھی عبدہ سے بہت آگے ہیں) سر سید کی تعلیم و تربیت روایتی طریق پر ہوئی، آپ کی شخصیت، تحریریں اور طرزِ عمل بھی شروع میں اسی نوع کا تھا۔ (اس

Marfat.com

مغرب اور مستشرقین سے تاثر کے نقطہ نظر سے سر سید عبدہ سے بہت آگے نظر آتے ہیں۔ انھوں نے قرآنی بیانات کو جدید تصورات سے ہم آہنگ کرنے کے لیے متفق علیہ تفسیری اصولوں کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ ان کی "تفسیر القرآن" میں، بقول سید عبد اللہ (1906ء-1986ء)[144]، روایات سے بغاوت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی نظر آتی ہے،[145] انھوں نے ورک آف

زمانے کی تحریروں میں آپ بالکل روایتی مذہبی نقطۂ نظر کے آدمی دکھائی دیتے ہیں) لیکن 1869ء-1870ء میں قیامِ انگلستان کے دوران مغربی تہذیب سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ کی فکر و شخصیت مکمل طور پر بدل گئی۔ آپ ہندوستان کی مسلم سوسائٹی میں مغربی اصول واقدار پر اصلاح و ترقی کے پرجوش داعی اور مبلغ بن گئے۔ آپ کی تصانیف میں "آثار الصنادید"، "اسبابِ بغاوتِ ہند"، "تاریخ سرکشی ضلع بجنور"، "سفر نامۂ لندن"، "خطباتِ احمدیہ"، "تفسیر القرآن"، "تبیین الکلام"، "احکام طعام اہل کتاب" اور دیگر بہت سی کتب شامل ہیں۔ مسلمانانِ برصغیر کی معاشرتی و تعلیمی ترقی کے لیے انتھک محنت کی۔ علی گڑھ کالج قائم کیا، جس نے مسلمانانِ برصغیر کے لیے تعلیمی اہمیت کے اعتبار سے عالمگیر شہرت حاصل کی۔ اس حوالے سے سر سید کی خدمات بلاشبہ غیر معمولی ہیں، جن کا اعتراف آپ کے سخت مخالفین کو بھی ہے۔ لیکن آپ کے بہت سے مذہبی نظریات ایسے ہیں کہ آپ کے پرجوش حامی اور مداح بھی بعض اوقات آپ کا دفاع کرنے سے گریز کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

144 اورینٹل کالج پنجاب یونی ورسٹی، لاہور کے سابق پرنسپل، اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ کے سابق صدر نشیں اور اردو کے نام ور محقق و ادیب۔ اردو کے ساتھ ساتھ عربی و فارسی اور انگریزی ادبیات میں بھی مہارت بہم پہنچائی تھی۔ ادبیاتِ فارسی میں ہندوؤں کے حصے پر انگریزی میں مقالہ لکھ کر ڈی لٹ کی ڈگری حاصل کی؛ یہ مقالہ اردو میں کئی مرتبہ طبع ہو چکا ہے۔ میر (1723ء-1810ء)، غالب (1797ء-1869ء) اور اقبال سے خصوصی شغف تھا۔ مطالعۂ اقبال کے حوالے سے صفِ اول کے محققین میں شمار کیے جاتے ہیں؛ اقبالیات سے متعلق "مطالعۂ اقبال"، "رمزِ اقبال" مقاصدِ اقبال"، "شیخ اکبر اور اقبال" اور "مسائلِ اقبال" وغیرہ کئی تصانیف یادگار چھوڑیں۔ دیگر کتابوں میں "نقدِ میر"، "ولی [ولی محمد ولی دکنی، 1667ء-1707ء] سے اقبال تک"، "سر سید احمد خاں اور اُن کے نام ور رُفقا کی اردو نثر کا فنی و فکری جائزہ"، وغیرہ شامل ہیں۔ اردو کی ترویج و ترقی کے لیے انتھک محنت کی۔

Marfat.com

گاڈ اور ورڈ آف گاڈ کی مطابقت کا اصول پیش کیا اور پھر قرآن میں کسی معجزے یا خوارق کے تذکرے کے روایتی تصور کو یکسر مسترد کر دیا۔[146] ان کے نزدیک قرآن اور دیگر کتبِ سماوی میں معجزات کا جو ذکر ہے، وہ تمثیلی و استعاراتی یا افسانوی رنگ لیے ہوئے ہے۔ڈاکٹر ٹرول (Christain W. Troll، پیدائش 1937ء)[147] کے مطابق سرسید کو انکارِ معجزات کی راہ

---

[145] سید عبداللہ، سرسید احمد خاں اور ان کے نامور رفقا کی اردو نثر کا فنی و فکری جائزہ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1994ء)، 30، 32۔

[146] معجزات کے امکان و وقوع کے تناظر میں سرسید اور عبدہ کے حوالے سے یہ تقابل معلومات افزا ہو گا کہ اس ضمن میں سرسید احمد خاں ان سے بہت بڑھ کر تجدد پسند واقع ہوئے ہیں۔وہ معجزات کی اپنی نئی تاویل پر اصرار کرتے دکھائی دیتے ہیں، جب کہ عبدہ کے خیالات وافکار سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ معجزات کی جدید تعبیر بس جدید ذہن کو مطمئن کرنے کے لیے کر رہے ہیں، اور فقط یہ کہ رہے ہیں کہ اس سے متعلق یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے! ان کے یہاں روایتی تعبیر کے کلی انکار یا اس کی تردید کا رجحان کم ہی دکھائی دیتا ہے۔ہاں مفتی کے شاگرد رشید رضا اس ضمن میں مفتی سے آگے بڑھتے دکھائی دیتے ہیں، جیسا کہ اوپر ان کی معجزانہ واقعات کی تعبیر کے مطالعے سے ظاہر ہو رہا ہے۔

[147] جرمن مستشرق۔ برلن میں پیدا ہوئے۔ بون یونی ورسٹی اور بیروت کی سینٹ جوزف یونی ورسٹی میں تعلیم حاصل کی۔ لاطینی، یونانی، عربی، فارسی، اردو، ترکی وغیرہ متعدد زبانیں سیکھیں۔ اردو زبان وادب میں بی اے آنرز کیا۔لندن یونی ورسٹی سے سرسید احمد خاں: فکرِ اسلامی کی تعبیر نو (Sayyid Ahmad Khān: A Reinterpretation of Muslim theology) کے عنوان سے مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ایران، بھارت اور پاکستان میں مقیم رہ کر یہاں کی فکر و ثقافت وغیرہ سے متعلق رسوخ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ بھارت کے ایک ادارے میں بارہ سال تک پڑھاتے رہے۔ برمنگھم، روم اور انقرہ وغیرہ مختلف علاقوں میں تدریسی خدمات انجام دی ہیں۔ فلسفہ اور مسلم علم الکلام، ڈاکٹر ٹرول کی دلچسپی کا خصوصی میدان ہے۔ جدید مسلم فکر اور الٰہیات و دینیات پر ان کی بہت سی کتابیں اور مقالات شائع ہو چکے ہیں۔ برصغیر کے جدید مذہبی رجحانات کے حوالے سے سرسید کے علاوہ شبلی، ابوالکلام آزاد (1888ء-1958ء)، جماعتِ اسلامی اور تبلیغی جماعت وغیرہ

Marfat.com

دکھانے میں معجزاتی عناصر پر ولیم میور کی تنقید نے نمایاں حصہ لیا۔ میور کی تقلید میں سر سید اس بات کے قائل ہو گئے کہ حضور کی پیدائش سے متعلق بیان کیے جانے والے معجزات سب شاعرانہ تخلیق ہیں۔[148] سر سید نے سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت کی تفسیر میں حضور کے معراجِ جسمانی سے متعلق تمام احادیث کو ناقابلِ اعتبار اور ان کے بیان کو خلافِ قانونِ قدرت قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ: "واقعات خلاف قانون فطرت کے وقوع کا ثبوت اگر گواہان روایت بھی گواہی دیں تو محالات سے ہے۔"[149] اور اس کے بعد تفصیلی بحث کر کے معراجِ رسول ﷺ کو خواب میں پیش آنے والا رویا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔[150] یہ صرف ایک مثال ہے، ورنہ وہ قرآن میں کہیں بھی معجزہ مذکور ماننے سے انکاری ہیں۔ اس سلسلے میں بنی اسرائیل کے عبورِ دریا اور موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے دیگر معجزات کی بھی انھوں نے عجیب و غریب اور دور از کار تاویلات کی ہیں۔[151] ان کا کہنا ہے کہ حضور ﷺ کے پاس کوئی معجزہ نہ تھا، اور حضور ﷺ کے

سے متعلق بھی مقالات تحریر کیے ہیں۔ قیامِ بھارت کے دوران "Islam in India" کے عنوان سے چار جلدیں شائع کیں؛ جن میں برصغیر کی جدید مذہبی فکر سے متعلق مغرب اور برصغیر کے معروف اہلِ علم کے مقالات پیش کیے گئے تھے۔

[148] ڈاکٹر سی ڈبلیو ٹرول، سر سید احمد خاں: فکر اسلامی کی تعبیر نو، ترجمہ۔ ڈاکٹر قاضی افضل حسین اور محمد اکرام چغتائی (لاہور: القمر انٹر پرائزز، 1998ء)، 206، 207۔

[149] قانونِ قدرت کے تصور اور اس کی تعبیر کے حوالے سے سر سید اور عبدہ کے خیالات کے تقابل سے معلوم ہوتا ہے کہ سر سید اسے معجزات و خوارق کے عدم وقوع پر دلائل تک ممتد کرتے ہیں، جب کہ عبدہ اس کو بالعموم سنت اللہ کی اس تعبیر تک محدود رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں قوموں کو جو عروج و زوال، انعام و عذاب دیتا ہے، وہ اس کے اس قانون کے مطابق ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص اور قوم کو وہی کچھ عطا کرتا ہے جس کی وہ اہل ہوتی، جس کے لیے وہ کوشش کرتی اور جس کے لیے وہ اپنا استحقاق بناتی ہے۔ (قانون قدرت سے متعلق عبدہ کی اس تعبیر کی تفصیلات کے لیے دیکھیے: آدم، اسلام اور تحریکِ تجدد مصر میں، 204-205)

[150] سر سید احمد خاں، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر (لاہور: دوست ایسوسی ایٹس، 1995ء)، 1075، 1197۔

[151] سر سید، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر، 162، 147، 413، 399، 426، 427۔

Marfat.com

پاس کوئی معجزہ نہ تھا۔ جن واقعات کو لوگ معروف معانی میں معجزات کہتے ہیں وہ در حقیقت معجزات نہ تھے، بلکہ قانونِ فطرت کے مطابق وقوع پذیر ہونے والے واقعات تھے۔[152] سر سید کے نزدیک نبوت ایک فطری چیز ہے۔ خدا اور پیغمبر میں بجز اس ملکۂ نبوت کے جس کو ناموسِ اکبر یا جبریلِ اعظم کہا جاتا ہے، کوئی ایلچی یا پیغام پہنچانے والا نہیں ہوتا۔ جس طرح تمام ملکاتِ انسانی کسی محرک کے پیش نظر اپنا کام کرتے ہیں، اسی طرح ملکۂ نبوت بھی کسی مخصوص امر کے پیش نظر فعال ہو جاتا ہے۔[153] وہ جس طرح جبرئیل کو ملکۂ نبوت کہہ کر اس کے خارجی وجود سے انکار کرتے ہیں، ایسے ہی تمام ملائکہ، شیطان اور جنات کا بھی خارجی وجود تسلیم نہیں کرتے۔[154] تخلیق و ہبوطِ آدم سے متعلق آیات کو ڈارونی ارتقائیت سے ہم آہنگ کرنے کے لیے آدم کے شخصی وجود سے انکار کرتے ہوئے بڑے زور دار الفاظ میں کہا:

> آدم کے لفظ سے وہ ذاتِ خاص مراد نہیں جس کو عوام اور مسجد کا ملا باوا آدم کہتے ہیں، بلکہ اس سے مراد نوعِ انسانی ہے۔[155]

---

[152] سر سید، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر، 580۔

[153] سر سید، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر، 90، 96، 565، 578۔

[154] سر سید، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر، 106، 108، 117، 613، 625۔

[155] سر سید، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر، 124۔ آدم کی تعبیر کے حوالے سے بھی سر سید عبدہ سے بہت بے باک نظر آتے ہیں، عبدہ نے اسے ہر نسل کا الگ مورثِ اعلیٰ یا ایسا فرد سمجھ لینے کی گنجائش پر اکتفا کیا تھا، جو مختلف اقوام یا سائنسی تحقیقات کے پیش کردہ تصورات کے موافق ہو، ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر کوئی شخص اس باب میں عام روایتی نقطۂ نظر ہی رکھتا ہو، تو بھی اسے غلط قرار نہیں دیا جا سکتا۔ (آدم، اسلام اور تحریک تجدد مصر میں، 201-202۔) لیکن سر سید یہاں اس روایتی تصور سے سخت بے زاری ظاہر کر رہے ہیں۔ یہاں یہ ذکر بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ رشید رضا کے "المنار" نے اس سوال کا کہ اگر کوئی شخص کسی قرآنی شخصیت کے وجود سے انکار کرتا ہے، تو کیا وہ مسلمان کہلانے کا مستحق ہے؟ جواب دیتے ہوئے لکھا تھا کہ اگر کوئی شخص کسی قرآنی شخصیت مثلاً آدم یا ابراہیم کے وجود سے انکار کرتا ہے، تو اسے کافر قرار دیا جائے گا، تاہم اس شخص کو کافر قرار نہیں دیا جا سکتا جو اس نوع کی قرآنی آیات مثلاً قصۂ آدم کی تعبیر مثالی انداز میں کرتا ہے۔ (آدم، اسلام اور تحریک تجدد

Marfat.com

سر سید حدیث، اجماع اور قیاس وغیرہ کو اصولِ دین میں شامل نہیں سمجھتے۔ انھوں نے بقول مولانا حالی(1837ء-1914ء)[156] ، اپنے جدید علمِ کلام کا موضوع اور اسلام کا حقیقی مصداق صرف قرآن مجید کو قرار دیا؛ اس کے سوا تمام مجموعہ احادیث کو اس دلیل سے کہ ان میں کوئی حدیث مثل قرآن کے قطعی الثبوت نہیں، اور تمام علما و مفسرین کے اقوال و آرا اور تمام فقہا و مجتہدین کے قیاسات و اجتہادات کو اس بنا پر کہ ان کے جواب دہ خود علما و مفسرین اور فقہا و مجتہدین ہیں، نہ کہ اسلام، اپنی بحث سے خارج کر دیا۔[157]

مولوی چراغ علی

جہاں تک سر سید کے معاصر ہم خیالوں اور متبعین کا تعلق ہے، ان میں سب سے پہلے مولوی چراغ علی(1844ء-1895ء)[158] کا نام آتا ہے۔ مولوی چراغ علی نے اپنی اہم ترین تصنیف انگریزی

مصر، 270۔) یعنی وہ شخص کافر قرار نہ پائے گا جو کسی قرآنی شخصیت سے کوئی ایسی شخصیت مراد لے لیتا ہے، جو جدید سائنسی معلومات سے موافقت کرتی دکھائی دیتی ہے اور جس سے قرآن کے بیان کی تکذیب لازم نہیں آتی، خواہ وہ شخصیت اس طرح کی نہ ہو، جیسی روایتاً بیان ہوتی رہی ہے۔

[156] اردو کے نام ور شاعر، ادیب، انشاپرداز اور نقاد۔ شاعری میں غالب اور مذہبی افکار میں سر سید سے استفادہ کیا۔ غزل، نظم، مرثیہ، قصیدہ وغیرہ مختلف اصنافِ شعر میں نہایت خوب صورت اشعار کہے۔ آپ کی نظم "مدوجزرِ اسلام" جو "مسدسِ حالی" کہلاتی ہے، اردو شاعری کی مشہور ترین نظموں میں سے ہے۔ شاعری کے علاوہ سوانح نگاری اور تنقید میں بھی منفرد کام کیے۔ سوانح میں "یادگارِ غالب"، "حیاتِ جاوید" اور "حیاتِ سعدی" اور تنقید میں "مقدمہ شعر و شاعری" کو بہت پذیرائی حاصل ہوئی۔

[157] مولانا الطاف حسین حالی، حیاتِ جاوید (لاہور: ہجرہ انٹر نیشنل، 1984ء)، 1/213۔

[158] مولوی چراغ علی کے اجداد کشمیر کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد ایک مدت سے سہارن پور میں آباد تھے۔ 1857ء کی جنگ آزادی سے قبل انھوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازمت اختیار کر لی تھی۔ 1856ء میں، جب کہ چراغ علی کی عمر بارہ برس تھی، ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد مولوی چراغ علی کا خاندان میرٹھ منتقل ہو گیا۔ 1872ء میں مولوی چراغ علی لکھنو کی جوڈیشل کمشنری میں منصری کی اسامی پر تعینات ہوئے۔ قیامِ لکھنو کے دوران انھوں نے شہر کی سماجی اور ثقافتی سرگرمیوں میں نمایاں حصہ لیا۔ لکھنو میں آمد سے

Marfat.com

زبان میں "سلطنتِ عثمانیہ اور دیگر مسلم ریاستوں میں مجوزہ قانونی، سیاسی اور سماجی اصلاحات" کے عنوان سے پیش کی، جو بنیادی طور میکلم میکال (Malcolm MacColl، 1831-1907)[159]

قبل ہی مولوی چراغ علی کو مذہبی مسائل سے از حد لگاؤ تھا۔(قاضی جاوید، سر سید سے اقبال تک (لاہور: تخلیقات، 1998)، 48-49۔) پادریوں اور مشنریوں کے اسلام پر اعتراضات کے تناظر میں مولوی چراغ علی مرزا غلام احمد قادیانی (1835ء-1908ء) میں کشش محسوس کرنے لگے؛ جو ان دنوں مسیحی پادریوں سے مناظروں میں مشہور ہو چکے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے مرزا کو "براہینِ احمدیہ" لکھنے میں مدد بھی دی تھی۔(سید عبداللہ، "سرسید کے ہم خیال علما کے دینی نظریے۔" اورینٹل کالج میگزین 15، شمارہ۔55 (1938ء):56۔) بعد ازاں چراغ علی کا جھکاؤ سر سید احمد خاں کی طرف ہونے لگا، اور دونوں کے درمیان شخصی تعلقات پیدا ہو گئے۔ مولوی چراغ علی کو سر سید کا پیرو اور متبع قرار دیا گیا ہے؛ لیکن اہلِ تحقیق کے مطابق، ان کا دماغ سر سید کے دماغ کا پھیکا عکس نہ تھا، بلکہ اس بات کا امکان زیادہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے متاثر ہوئے۔ دونوں میں چراغ علی عہد نامہ قدیم اور عبرانی زبان سے زیادہ واقف تھے۔ مزید بر آں جنات کو ایک قدیم قوم قرار دینے میں سر سید نے چراغ علی کا اتباع کیا تھا۔(عزیز احمد، برصغیر میں اسلامی جدیدیت، 95۔) تاہم یہ اپنی جگہ حقیقت ہے کہ مولوی چراغ علی نے سر سید کو اپنا رہنما بنایا؛ نظریہ فطرت اور قوانینِ فطرت کے حوالے سے مولوی صاحب عین سر سید کے پیرو ہیں۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کے مطابق گو سر سید کے تمام رفقا ان کے مقلد اور متبع کہلاتے ہیں، لیکن مولوی چراغ علی کو سر سید سے جو اتفاق رائے تھا، وہ شاید کسی اور کو نہ تھا۔ اس لحاظ سے اگر نیچری کے لفظ کا اطلاق سر سید پر ہو سکتا ہے، تو مولوی چراغ علی کو ان سے کم نیچری نہیں کہا جا سکتا۔(سید عبداللہ، "سرسید کے ہم خیال علما کے دینی نظریے۔"، 56۔) مولوی چراغ علی کو ہندوستان کے فاضل ترین لوگوں میں شمار کیا گیا ہے۔ مختلف علوم اور زبانوں سے غیر معمولی واقفیت بہم پہنچائی تھی۔ عربی اور فارسی کے علاوہ انگریزی، عبرانی، سریانی اور کلدانی زبانوں کے بھی شناور تھے۔ انگریزی اپنی ذاتی محنت سے سیکھی، مگر اس میں اتنی صلاحیت پائی کہ اپنی اہم ترین تحریریں اور افکار انگریزی میں پیش کیے۔

[159] برطانوی پادری، ماہر قانون، مصنف۔ مولوی چراغ علی نے زیر نظر کتاب کے تعارف کے ابتدائی الفاظ میں وضاحت کی ہے کہ یہ صفحات میکلم میکال کے اس مضمون کے جواب میں پیش کیے جا رہے ہیں جو

Marfat.com

ایسے مستشرقین کے ان اعتراضات کو رد کرنے کی غرض سے لکھی گئی تھی کہ اسلام میں تغیر پذیر انسانی صورتِ حال اور نسلِ انسانی کے سماجی، سیاسی اور تہذیبی ارتقا کے ساتھ مطابقت اختیار کرنے کی کوئی صلاحیت موجود نہیں۔ لیکن استشراقی اعتراضات کے جوابات میں مولوی صاحب کا رویہ نہایت معذرت خواہانہ ہو گیا؛ وہ اسلام کی توسع اور لچک پسندی کے تصور کی مبالغہ آمیز تعبیر کرتے ہوئے اسلام کو اس قدر تغیر پذیر باور کرانے لگے کہ گویا وہ جدید زمانے اور تہذیب کی ہر چیز قبول کرنے کو تیار ہے۔ فی الواقع انھوں نے اسلام کو ایسا بتانے کی کوشش کی جو نو آبادیاتی صاحبانِ اختیار و اقتدار اور مغربی اہلِ علم و فکر کے لیے زیادہ سے زیادہ قابلِ قبول ہو۔ مولوی صاحب نے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ قرآن کا سیاسی و سماجی یا قانونی ضابطوں سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کو محض فرد کی زندگی کے اخلاقی پہلو سے سروکار ہے۔ آں حضور ﷺ نے کوئی سماجی و قانونی ضابطہ مرتب کیا نہ ایسا کرنے کا حکم دیا۔ اس کے برعکس مسلمانوں کو ایسے نظام قائم کرنے کی اجازت دے دی گئی جو ان کے گرد و پیش ہونے والی سیاسی اور معاشرتی تبدیلیوں سے، وقت کے تقاضوں کے مطابق ہم آہنگی پیدا کر سکیں۔[160] کلاسیکی اسلامی قانون بنیادی طور پر شریعت نہیں بلکہ وہ رواجی قانون ہے،

"Contemporary Review" کے اگست 1881ء کے شمارے میں بعنوان: "Are reforms possible under Mussulman Rule" شائع ہوا۔

[160] اسلامی نظم ریاست و حکومت سے متعلق مولوی چراغ علی اور علی عبد الرازق کے افکار میں بہت زیادہ مماثلت ہے۔ مولوی چراغ علی اپنے یہ خیالات علی عبد الرازق سے قبل پیش کر چکے تھے۔ علی عبد الرازق کی کی کتاب "الاسلام و اصول الحکم" 1925ء میں شائع ہوئی، جب کہ مولوی چراغ علی کی "The proposed political, legal and social reforms in the Ottoman Empire and other Muhammdan States" 1883ء میں شائع ہو چکی تھی۔

Marfat.com

جس کے اندر ایامِ جاہلیت کے عربی اداروں کے باقی ماندہ اجزا و عناصر یا وہ احادیث شامل ہیں جو اکثر جعلی ہیں، اور غلط طور پر پیغمبرِ اسلام ﷺ کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔[161]

احادیث کو ساقط الاعتبار ٹھہرانے کے حوالے سے مولوی چراغ نے دلائل پیش کرتے ہوئے کہا کہ احادیث پیغمبر ﷺ کے الفاظ کو بعینہٖ پیش نہیں کر سکتیں؛ یہ صرف مفہوم پیش کرتی ہیں اور مفہوم میں تبدیلی کی جا سکتی ہے، لہٰذا احادیث قابلِ اعتبار نہیں۔[162] حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب احادیث جمع اور قلم بند کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ عام مسلمان ہیرو ورشپ کے جذبے سے مغلوب ہو کر اپنے پیغمبر ﷺ کی باتیں بڑھا چڑھا کر بیان کرتے تھے، اور انھیں مافوق الفطرت صفات سے متصف کرتے تھے۔ حضور ﷺ کے انتقال کے بعد احادیث کی فراہمی شروع ہوئی، تو احادیث کا دریا بہ نکلا۔ جھوٹ سچ واقعات اور قصے کہانیاں گڈمڈ ہو گئے۔ بہ وقتِ ضرورت خلیفہ یا امیر کو خوش کرنے کے لیے یا مختلف مذہبی اور تمدنی و سیاسی امور کو خلفا اور امیروں کی منشا کے موافق ثابت کرنے کے لیے زبانی احادیث کے حوالے پیش کیے جانے لگے۔ مطلق العنان بادشاہوں کی نفسانی خواہشات و جذبات اور ہر قسم کی لغویات اور کذب کے لیے آں جناب ﷺ کا نام مطعون کیا جانے لگا۔ مگر احادیث کی تنقید اور چھان بین کے لیے کوئی معیار قائم نہ ہوا، اور ایسے کسی عقلی اصول یا معیارِ صداقت کے قیام کی ضرورت بھی نہیں، کیوں کہ احادیث بجائے خود نا قابلِ اعتبار ہیں۔[163]

اسلامی فقہ نویں اور دسویں صدی کی اسلامی معاشرت کی عکاس ہے۔ روایتی اسلامی شریعت ممکن ہے ان چند محجر اسلامی معاشروں میں قابلِ عمل ہو، جو تبدیلی لانے سے انکار کرتے ہیں، لیکن اس

[161] Chirāgh Alī, *The proposed political, legal and social reforms in the Ottoman Empire and other Muhammdan States* (Bombay: Education Society's press, 1883), 10-12.

[162] مولوی چراغ علی، رسائل چراغ علی (حیدر آباد: کتب خانہ آصفیہ، 1918ء)، 99۔

[163] مولوی چراغ علی، اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام، ترجمہ۔ مولوی عبدالحق (حیدر آباد: کتب خانہ آصفیہ، 1911ء)، 19-20۔

Marfat.com

کی بعض شقیں ان مسلم ممالک میں، جو مغربی ممالک کے زیر اثر آ چکے ہیں، دقیانوسی ہو چکی ہیں۔ مثلاً ترکی، ہندوستان، الجزائر وغیرہ میں، ایک نئے شرعی نظریے کے وجود پذیر ہونے کی ضرورت ہے، جو موروثی شرعی قانون میں مکمل پارلیمانی تبدیلیاں لا سکے، اور شرعی قوانین میں پائی جانے والی تقاضاے وقت کے خلاف، موجودہ معیارات کے لحاظ سے ناکافی، غیر ترقی پذیر اور غیر انسانی شقیں خارج کر سکے۔ عیسائی حکومت کے زیرِ کنٹرول علاقوں میں مسلمانوں کو اجازت ہونی چاہیے کہ وہ اپنے کچھ قوانین کو بدیسی قوانین کے مطابق بنا سکیں۔[164] آج کی اسلامی قانون کو دورِ جاہلیت کے عربوں کے رواج کی روشنی پر کھا جانا چاہیے، جس میں بچوں کا قتل، غیر محدود تعدد ازواج اور عورتوں سے ہر ممکن طریقے سے جائز و ناجائز تمتع عام تھا۔ قرآن نے بتدریج عورتوں کے مرتبے کو بلند سے بلند تر بنا دیا؛ تعدد ازواج کو چار تک محدود کر کے عدل کا پابند بنا دیا، جسے جنسی تعلقات میں محبت کا مترادف سمجھنا چاہیے۔ مرد کے لیے بیک وقت ایک سے زیادہ عورتوں سے محبت میں عدل ممکن نہیں، لہٰذا قرآن کا مقصود تعدد ازواج کو نفسیاتی طور پر ناممکن بنا کر بتدریج منسوخ کرنا ہے۔ فقہا اسلامی قانون کے سلسلے میں مقصودِ قرآنی کو سمجھنے میں ناکام رہے ہیں۔ انھوں نے قرآن کی روح کو شرعی عمل سے دبا دیا، اور وہ ابتدائی مشرقی روایاتی رسمیں جاری کر دیں، جنھیں قرآن در حقیقت مذموم قرار دے چکا تھا۔[165]

مولوی چراغ علی کے نزدیک آں جناب ﷺ کا کردار ایک مصلح کا ہے، جس نے قدیم عربوں کے توہمات کی جگہ وحدانیت کو دے دی؛ عربوں اور دوسری قوموں کے اخلاقی معیار کو بلند کیا؛ تعدد ازواج کو محدود کر کے عورتوں کا مقدر سنوارا؛ غلامی کی حوصلہ شکنی کی اور بچوں کے قتل کا انسداد کیا۔[166]

---

[164] Chirāgh Alī, *The proposed political, legal and social reforms in the Ottoman Empire and other Muhammadan States*, xxvii-xxxviii, 95-100.

[165] Chirāgh Alī, *The proposed political, legal and social reforms*, 112-113.

[166] چراغ علی، تحقیق الجہاد، ترجمہ۔ غلام الحسنین (حیدر آباد: کتب خانہ آصفیہ، 1913)، 78۔

Marfat.com

ممتاز علی

سر سید کے ایک اور معاصر پیرو مولوی ممتاز علی (1860ء-1935ء)[167] ہیں۔ ممتاز علی نے عورتوں کی آزادی کے مسئلے کو خصوصیت سے موضوعِ بحث بنایا۔ وہ ان روایتی دلائل کو سختی سے مسترد کرتے ہیں، جن کے مطابق مرد جسمانی طور پر زیادہ مضبوط، زیادہ دانش مند، نسبتاً کم جذباتی اور کم توہم پرست ہوتا ہے، اور اس بنا پر وہ خدا کے خلیفہ اور نائب ہونے کا اعزاز رکھتا ہے، اور کتبِ سماوی اس کو عورت کے برعکس متعدد شادیاں کرنے کی اجازت دیتی ہیں، مگر عورت کو متعدد شوہر کرنے کی اجازت نہیں دیتیں، مردوں کو جنت میں حوروں کا وعدہ ہے، مگر عورتوں کے لیے اس نوع کا کوئی وعدہ نہیں۔ وہ مرد اور عورت کی مکمل مساوات کے قائل ہیں، بلکہ وہ عورت کی مرد پر فوقیت کے حامی ہیں۔ اپنی کتاب "حقوقِ نسواں" کا ایک باب انھوں نے عورتوں کے مقابلے میں مردوں کی فضیلت کو باطل ثابت کرنے کے لیے مختص کیا ہے۔ انھوں نے مردوں کی برتری کے تصور کی تردید کرتے ہوئے ثابت کرنے کی کوشش کی کے اس ضمن میں جتنے دلائل دیے جاتے ہیں، بے بنیاد ہیں۔ ان کے خیال میں مرد کو عورت سے زیادہ طاقت ور بتا کر اس کی برتری کا جواز پیدا کرنا اس بنا پر غلط ہے کہ مرد کے مقابلے میں عورت کی جس جسمانی کمزوری کا ذکر کیا جاتا ہے، وہ حقیقی نہیں، بلکہ آب و ہوا اور سماجی و تمدنی اثرات کا نتیجہ ہے۔ اقتدار و حکومت کو مرد اپنی برتری کی دلیل خیال کرتے ہیں، حالانکہ اس کا حصول کسی ایک مرد کے زورِ بازو سے ممکن نہیں ہوتا، بلکہ ساتھیوں کی طاقت سے ممکن ہوتا ہے۔ عنانِ حکومت اگر عورت کے ہاتھ میں ہو تو وہ مرد سے کسی طرح کم اہل نہیں ثابت ہوتی۔ اس حوالے سے مرد اور عورت کی مساوات کے اثبات

[167] مولوی ممتاز علی دیوبند کے فاضل تھے۔ بانی مدرسہ دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی (1833ء-1880ء) کی صحبت اٹھائی۔ گورنمنٹ ہائی سکول لاہور اور گورنمنٹ کالج لاہور سے بھی تعلیم حاصل کی۔ مختلف مسائل کے حوالے سے سر سید سے رابطہ ہوا، تو ان کے خیالات و افکار سے بہت متاثر ہوئے۔ عورتوں کے حقوق سے متعلق کام میں شہرت حاصل کی۔ "حقوقِ نسواں" کے نام سے کتاب لکھی۔ "تہذیبِ نسواں" کے نام سے پرچہ جاری کیا۔ ممتاز علی کے احوال اور کاموں کی تفصیلات کے لیے دیکھیے: نازنین اختر، "شمس العلما سید ممتاز علی کی شخصیت اور علمی، ادبی و صحافتی خدمات۔" (مقالہ پی ایچ ڈی اردو، پنجاب یونیورسٹی لاہور، 1986)

Marfat.com

کے لیے ممتاز علی نے رضیہ سلطانہ (1205ء-1240ء)[168] اور ملکۂ وکٹوریہ (Queen Victoria، 1819ء-1901ء)[169] وغیرہ کی مثالیں دی ہیں، جنھوں نے امورِ حکومت کو بخوبی سرانجام دیا۔ ممتاز علی مردوں کے تفوق کے لیے اس دلیل کو بھی قابلِ اعتنا نہیں سمجھتے کہ نبی صرف مردوں کو بنایا گیا۔ ان کی دلیل ہے کہ فریضۂ نبوت مردوں کو اس وجہ سے سونپا گیا کہ وہ خانگی ذمہ داریوں سے آزاد رہ کر یکسوئی سے دعوت کا کام کر سکیں۔ پھر یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ ایک لاکھ تیئیس ہزار نو سو ستر پیغمبروں میں سے ہم چند ایک کے حالات سے واقف ہیں۔ سو یہ حکم نہیں لگایا جا سکتا کہ کوئی عورت نبی نہیں رہی۔ سورہ النساء کی آیت چونتیس[170] میں قوامون اور فضل کے الفاظ کے تناظر میں عورت کے مقابلے میں مرد کے تفوق کی کلاسیکی تاویلات قرآن کی صحیح ترجمان ہونے کی بجائے ان ادوار کے مروجہ قوانین کی آئینہ دار ہیں۔ آیت کا مفہوم یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ عورتیں ان مردوں پر فوقیت رکھتی ہیں، جو ان کے لیے کام کرتے ہیں۔ بعض کی بعض پر فضیلت سے قرآن کی مراد بعض مردوں کی بعض مردوں پر فضیلت ہو سکتی ہے۔ اگر دوسرے بعض کا تعلق عورتوں سے ہو تو بھی تمام مردوں کی برتری ثابت نہیں ہوتی۔ قوام سے حاکم کی بجائے "قیام کرنے والا" مراد لینا چاہیے، جو کاروباری مصروفیات اور انتظام و انصرام کے باعث بیٹھنے کی فرصت نہیں پاتا۔ دنیا میں امیر و غریب، فیاض و بخیل ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت اور حسبِ معیشت و استطاعت عورتوں

---

168 سلطنت دہلی کے خاندانِ غلاماں کے حکمران شمس الدین التتمش (م 1236ء) کی بیٹی، سلطنت دہلی کی پہلی اور آخری خاتون حکمران۔ اسے سلطان التتمش نے اپنے بیٹوں پر ترجیح دیتے ہوئے اپنی جانشین نام زد کیا تھا۔ عرصۂ اقتدار 1236ء-1240ء ہے۔ نہایت بہادر خاتون تھی۔ کہا جاتا ہے کہ رضیہ سلطانہ کے نام سے پیدا ہونے والے سلطان کی بیوی کے تاثر کو ختم کرنے کی غرض سے، رضیہ سلطانہ کی بجائے رضیہ سلطان کہلانا پسند کرتی تھی۔

169 ملکۂ برطانیہ۔ ملکہ انڈیا بھی کہی جاتی ہے۔ عرصۂ اقتدار 1837ء-1901ء ہے۔ ملکۂ وکٹوریہ کا زمانہ سلطنتِ برطانیہ کے غیر معمولی عروج و طاقت کا عہد ہے۔

170 اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔

Marfat.com

کی خدمت کا حکم دیا۔[171] ممتاز علی کے خیال میں حوا کے مقابلے میں آدم کی تخلیقی اولیت اوراستحقاقی فوقیت یہودی اور عیسائی عقیدہ ہے، نہ کہ قرآنی۔ قرآن اس باب میں خاموش ہے؛ جس سے مردوں کی برتری کی یہ دلیل بھی باطل ٹھرتی ہے۔ تعدد ازواج کے اختیار سے بھی مردوں کی برتری ثابت نہیں ہوتی کہ اللہ نے اسے عدل کی شرط سے مشروط کر کے ناممکن العمل بنا دیا ہے۔ مرد طلاق کے اختیار کو برتری کا سبب خیال کرتے ہیں، حالانکہ آں جناب ﷺ نے اسے بدترین فعل قرار دیا ہے۔ عورت کو بھی خلع کا اختیار ہے، لیکن اسے شارع نے حاکم کے سپرد کر کے عورت کو اس دھبے سے بچا لیا ہے۔[172]

ممتاز علی کا خیال تھا کا مروجہ پردہ خواتین کی صحت و تعلیم میں رکاوٹ ہے۔ لہٰذا عورتوں کو چاہیے کہ مختلف امور کی انجام دہی میں اس غیر شرعی پردے کو ترک کر دیں۔ قرآنی تناظر میں دلیل دیتے ہوئے انھوں نے واضح کیا کہ پردے سے متعلق آیات قدیم عرب کی سماجی برائیوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں، لہٰذا اسی زمانے اور سماج سے متعلق ہیں؛ انھیں عام اور پابند بنانے والے احکام کی جگہ نہیں دینی چاہیے۔ مرد اور سے متعلق قرآنی آیات میں بنیادی طور پر احترام و آداب کی تعلیم ہے۔ سورہ احزاب میں جس پردے کا حکم ہے، اس کا تناظر یہ ہے کہ اہلِ عرب میں اس زمانے کے آوارہ منش عورتوں کو تنگ کرتے تھے، اس سے بچنے کے لیے انھیں خاص وضع میں باہر نکلنے کی تاکید کی گئی۔ یہ تاکید آج کی ہندوستانی عورتوں کے مروجہ پردے کے لیے کوئی دلیل نہیں۔ ہندوستان میں جو پردے کو یہ شکل دے دی گئی ہے کہ عورت کے سسرالی عزیزوں، شوہر کے پھوپھی زاد، ماموں زاد بھائیوں حتیٰ کے سسر سے بھی پردے پر زور دیا جاتا ہے، اور لڑکی کی والدہ، چچیاں پھوپھیاں، ممانیاں دامادوں سے پردہ کرتی ہیں، اس کو ختم ہونا چاہیے۔ وہ جیٹھ کو موت قرار دینے والی حدیث کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ اس میں موت سے مراد پردہ کرنے کی ضرورت پر زور دینا نہیں، بلکہ یہ باور کرانا ہے کہ جس طرح موت سے چھٹکارا ممکن نہیں، ایسے ہی عورتوں کا اپنے شوہروں کے بڑے بھائیوں کے سامنے آنا ناگزیر ہے۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ ہمیں عورتوں

[171] ممتاز علی، حقوق نسواں (لاہور: رفاہ عام، 1898ء)، 5-7۔

[172] ممتاز علی، حقوق نسواں، 7- 37۔

Marfat.com

کو مختلف تقریبات میں شریک کرنا چاہیے۔ اس سے مردوں کو شائستگی اختیار کرنے میں مدد ملے گی، کیوں کہ خواتین کی موجودگی میں وہ غیر شائستہ گفت گو وغیرہ سے اجتناب کریں گے۔ وہ لڑکیوں کے اچھے رشتوں کی تلاش کے حوالے سے تجویز دیتے ہیں کہ لڑکیوں کو شادی بیاہ وغیرہ تقریبات میں شریک کرایا جائے، تاکہ کنبہ برادری کے لوگ ان کی صورت و سیرت سے واقف ہو جائیں، اور رشتے طے کرنے اور شادیوں میں آسانی ہو۔ شادیوں کے ضمن میں لڑکیوں کی رضامندی کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے مولوی ممتاز علی نے کہا کہ بڑوں کو چاہیے کہ وہ چھوٹی عمر میں لڑکیوں کی شادیوں سے گریز کریں، نیز شادی کے لیے ان سے رضامندی لی جائے۔ شادی کی بنیاد محبت اور فطری انتخاب ہونی چاہیے، اور یہ جیسے مرد کا حق ہے عورت کا بھی ہے۔ اس اصول سے انحراف موجودہ معیارات کے مطابق غیر انسانی و غیر اخلاقی اور مختلف معاشروں کے مروجہ قوانین میں فقہا کی قانونی رخنہ اندازیوں کے ذریعے عورتوں کے خلاف ناجائز فوائد حاصل کرنے کے مترادف ہے۔[173]

عورت کی آزادی سے معاشرے کے اخلاقی معیارات کے ڈھیلے ہو جانے کے خطرے کا واویلا کیا جاتا ہے، حالانکہ خدا نے عورت کو آزاد اور مساوی درجے پر پیدا کیا ہے۔ بد اخلاقی کا تعلق عورت کی آزادی کی بجائے مرد کے مسخ شدہ جذبات سے ہے۔ سماج کے ناپسندیدہ عناصر سے عورتوں کو محفوظ رکھنے کے لیے انھیں پردہ کرانے کی بجائے ایسے عناصر کے خلاف تعزیری اقدامات ہونے چاہئیں۔ عورت اور مرد کی علاحدگی کے عادی معاشروں کو مخلوط معاشروں کے اخلاقی معیارات پر پورا اترنے کے لیے وقت چاہیے۔[174]

---

[173] ممتاز علی، حقوق نسواں، 64-119۔

[174] ممتاز علی، حقوق نسواں، 44- 94۔

Marfat.com

سید امیر علی

سر سید کے ایک اور نام ور معاصر ہم خیال سید امیر علی (1849ء-1928ء)[175] ہیں۔ یہ مولانا حالی کے مطابق مغربی اہل الرائے سے اسلام کی عذر خواہیوں اور توضیحات میں اور اسلامی معاشرتی اور مذہبی خیالات کی از سر نو تعمیر اور جدید خیالات کی ترویج میں سر سید احمد خاں کے پیرو تھے۔[176] ان کی مشہور تصنیف "روحِ اسلام" (The Spirit of Islam) نے صرف مغرب

[175] سید امیر علی کے والد کے اجدا میں سے ایک شخص نادر شاہ (شاہِ ایران، 1888ء-1747ء) کے دہلی پر حملے کے دوران ہندوستان آئے اور اودھ میں آباد ہو گئے تھے۔ آپ کے والد کٹک (اڑیسہ) میں قیام پذیر رہے۔ یہیں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد اپنے خاندان کو پہلے کلکتے اور پھر چنسورے لے گئے۔ آپ کے والد نے انگریز حکومت کی جانب سے خصوصی تعلیمی سہولیات حاصل کر لی تھیں۔ سید امیر علی نے کلکتہ یونی ورسٹی سے تعلیم حاصل کی اور غیر معمولی قابلیت و اہلیت بہم پہنچائی۔ مطالعے کا اتنا شوق تھا کہ بیس سال کی عمر میں شیکسپیئر، ملٹن (John Milton، 1608ء-1674ء) اور کیٹس (John Keats، 1795ء-1821ء) سمیت بہت سے انگریز شعرا اور ناول نگاروں کی اکثر تحریریں پڑھ ڈالی تھیں۔ 1869ء-1873ء کے دوران لندن میں قیام رہا اور وہاں کے لبرلزم کے اثرات قبول کیے۔ کلکتہ ہائی کورٹ کے جج اور کلکتہ یونی ورسٹی کے استاد کی حیثیت سے خدمات سر انجام دیں۔ 1877ء میں کلکتے میں "Central National Muhamedan Association" کے نام سے ایک سیاسی تنظیم قائم کی اور پچیس سال تک اس کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے لیے جد وجہد کی۔ 1904ء میں ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد لندن میں سکونت اختیار کر لی۔ 1908ء میں لندن مسلم لیگ کی بنیاد رکھی، جو آل انڈیا مسلم لیگ سے الگ اور خود مختار جماعت تھی۔ 1909ء میں جوڈیشل کمیٹی آف پریوی کونسل کے پہلے ہندوستانی ممبر بنے۔ 1910ء میں لندن میں پہلی مسجد کی بنیاد رکھی۔ انگلستان ہی میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ متعدد کتابیں تحریر کیں، جن میں "The Spirit of Islam" اور "A Short History of Saracens" نے بہت شہرت حاصل کی۔ "سپرٹ آف اسلام" کو کئی مغربی مصنفین کی جانب سے مغرب کے لیے اسلام کا بہترین تعارف اور اس کے اعتراضات کا موثر ترین دفاع قرار دیا گیا۔

[176] حالی، حیاتِ جاوید، 1/163۔

Marfat.com

ہی میں قبولیتِ عامہ حاصل نہیں کی بلکہ برصغیر اور مصر کے مغربی تعلیم یافتہ مسلمانوں پر بھی گہرے اثرات ڈالے۔[177] امیر علی کے ہاں اسلامی عقائد و تصورات کی اسی نوع کی تجدد پسندانہ تعبیرات ملتی ہیں، جو سرسید اور مکتبِ علی گڑھ کی پہچان ہیں۔ عزیز احمد (1914ء-1978ء) [178] کے مطابق وہ متقدمین سیرت نگاروں کی کتابوں سے وہی مواد اخذ کرتے ہیں، جو پیغمبرِ اسلام ﷺ کا ایسا مرقع پیش کرے جو جدید دور کے عظمتِ انسانی کے مغربی تصورات سے ہم آہنگ ہو۔ وہ مکتبۂ علی گڑھ کی طرح قرآن کے وقتی اور دائمی احکام میں امتیاز کے قائل ہیں، یعنی ایک تاویلی حل جسے تجدد پسند بار بار اختیار کرتے ہیں۔ جس حکم کو وہ وقتی سمجھتے ہیں اسے تاریخی

---

[177] احمد امین، زعماء الاصلاح فی العصر الحدیث (قاہرہ: 1948ء)، 139,145۔

[178] اردو کے معروف ادیب، شاعر اور ناول نگار۔ ریاست حیدر آباد سے تعلق رکھتے تھے۔ عثمانیہ یونی ورسٹی حیدر آباد اور لندن یونی ورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ شہزادی درِ شہوار (سلطنتِ عثمانیہ کے آخری خلیفہ عبدالمجید ثانی کی صاحبزادی، شہزادی خدیجہ خیریہ عائشہ، 1914ء-2006ء) کے پرائیویٹ سیکرٹری رہے۔ 1949ء میں پاکستان منتقل ہو گئے، اور یہاں شعبہ فلم و مطبوعات کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے کام کیا۔ 1957ء میں لندن یونی ورسٹی کے سکول آف اورینٹل اینڈ افریکن سٹڈیز سے وابستہ ہو گئے۔ 1962ء میں یونی ورسٹی آف ٹورنٹو، کینیڈا میں اسلامیات کے استاد مقرر ہوئے۔ کینیڈا ہی میں وفات پائی۔ عزیز احمد کو اردو کے علاوہ فارسی انگریزی، فرانسیسی، جرمن وغیرہ متعدد زبانوں پر دسترس حاصل تھی۔ فیوڈل سسٹم کے قباحتوں اور معاشرتی انصاف کی ضرورت کو نمایاں کرنے کے تناظر میں نہایت اہم ناول تحریر کرنے کے ساتھ ساتھ تاریخ اسلام اور برصغیر کی جدید مسلم فکر پر وقیع تحقیقات پیش کیں۔ اول الذکر تناظر میں آپ کے ناول "ہوس"، "آگ"، "گریز"، "ایسی بلندی ایسی پستی" اور "شبنم" اور موخر الذکر حوالے سے آپ کی کتابیں "Islamic Modernism in India and Pakistan", "An Intellectual History of Islam in India", "Studies in Islamic Culture in Indian Environment", "A History of Islam Sicily" غیر معمولی اہمیت کی حامل تحریریں ہیں۔

Marfat.com

رنگ دے کر قبول کر لیتے ہیں اور وہ خفیف سے خفیف جز جس میں وہ اسلامی عقیدے کی روح کار فرما خیال کرتے ہیں، اس کو انتخاب اور تشریح کے ذریعے دائمی قرار دے دیتے ہیں۔[179]

اپنے تجدد پسندانہ رویے کے تناظر میں امیر علی اہلِ سنت کے مقابلے میں معتزلہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس ضمن میں وہ اشعری (ابو الحسن الاشعری، 873ء-936ء یا 260ھ-324ھ)[180] اور غزالی (1058ء/448یا450ھ-1111ء/505یا508ھ)[181] سے بھی نالاں ہیں کہ انھوں

---

[179] عزیز احمد، بر صغیر میں اسلامی جدیدیت، 143، 136۔

[180] مسلم سنی کلامی مکتبِ فکر "اشاعرہ" یا "اشعری" کے بانی، مشہور مسلم متکلم اور فلسفی۔ فقہ میں شافعی المسلک تھے۔ آپ فلسفہ و کلام میں مشہور معتزلی فلسفی اور متکلم ابو علی محمد الجبائی (م 915ء) کے شاگرد تھے۔ روایات میں آیا ہے کہ آپ شروع میں خود بھی معتزلی عقائد کے حامل تھے، بعد ازاں خواب میں حضور ﷺ کی زیارت اور آپ ﷺ کی طرف سے اپنی سنت و احادیث کی حمایت کی تلقین کے نتیجے میں، معتزلہ کو چھوڑا، اور معتزلی عقائد کی تردید شروع کر دی۔ معتزلہ کے بالمقابل آپ کے کلامی مکتبِ فکر کو بہت شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔ آپ کی تصانیف تین سو کے قریب بتائی جاتی ہیں، لیکن ان میں سے صرف چند دستیاب ہیں، جن میں "مقالات الاسلامیین و اختلاف المصلین"، "کتاب اللمع فی الردعلی اهل الزیغ والبدع"، " کتاب الابانة عن اصول الدیانة" وغیرہ شامل ہیں۔

[181] مشہور مسلم مفکر، متکلم، فلسفی، فقیہ اور صوفی؛ حجۃ اسلام زین الدین امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الشافعی۔ تاریخ اسلام کی نہایت نمایاں اور متاثر کن شخصیت ہیں۔ مدرسہ نظامیہ بغداد میں مدرس رہے۔ فلسفے کا مطالعہ کیا اور اسلامی عقائد وغیرہ سے متعلق شکوک و شبہات کا شکار ہو گئے۔ کئی سال تک دشتِ الحاد و انحراف میں پھرا کیے۔ پھر تصوف و سلوک کی طرف مائل ہوئے، اور ایک عرصے تک روحانی تجربات و مشاہدات میں منہمک رہے۔ بالآخر تشکیک و الحاد کا خاتمہ ہوا اور اسلامی عقائد و مابعد الطبیعاتی امور پر یقین نہایت پختہ ہو گیا۔ تشکیک و الحاد سے یقینِ محکم کے مراحل تک کی یہ داستان آپ نے اپنی مشہور کتاب "المنقذ من الضلال " میں بیان کی ہے۔ فلسفے اور فلاسفہ پر نقد کے ضمن میں بھی آپ کا کام بہت اہمیت کا حامل ہے۔ آپ کا خیال تھا کہ عام فلسفی چیزوں کو جس انداز سے پیش کرتے ہیں، اس سے عام مسلمانوں کے عقائد میں خرابی پیدا ہو سکتی ہے۔ چناں چہ آپ نے فلسفیوں کے خلافِ اسلام افکار و نظریات کا فلسفیانہ اور عقلی بنیادوں پر نہایت زوردار محاکمہ کیا۔ فلسفہ اور

Marfat.com

نے معتزلہ کی مخالفت اور تردید کر کے اسلامی معاشرے کو معتزلی فکر کے غیر معمولی علمی و سائنسی نتائج سے محروم کر دیا۔ ان راسخ العقیدہ علما نے ایسا جمود طاری کیا کہ مسلم سوسائٹی اس کے نتائج بد آج تک بھگت رہی ہے۔ وہ ان بزرگوں کو سائنس اور فلسفے کی راہیں مسدود کرنے کے ذمے دار[182] قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے:

کلام کی تاریخ کا یہ غیر معمولی کارنامہ آپ نے "تهافة الفلاسفه" کے عنوان سے انجام دیا۔ مذکورہ کتابوں کے علاوہ امام غزالی نے "احياء علوم الدين "،"الاقتصاد فى الاعتقاد"،"فيصل التفرقة بين الاسلام والزندقة"،" منها ج العابدين " ،"المستصفى فى علم اصول الفقه "،"جواهر القرآن و دررہ "،" کیمیائے سعادت" وغیرہ متعدد تصانیف پیش کیں۔ آپ کی کتب آپ کے تبحرِ علمی اور مختلف علوم و فنون میں غیر معمولی درک و دسترس نے کی ناطق شہادتیں ہیں۔ آپ کی فکری بلندی اور علمی عظمت کو مشرق و مغرب میں وسیع پیمانے خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے؛ دنیا کے بڑے بڑے اداروں، جامعات اور سکالرز کی طرف سے آپ کی فکر پر تحقیقات کی گئی ہیں۔

[182] اگرچہ کئی فلسفہ اور سائنس مخالف راسخ العقیدہ علما کا بھی یہی خیال ہے کہ ان لوگوں نے فلسفے اور عقل کی مخالفت کی، لیکن ان بزرگوں کو سائنس و فلسفے اور جدید دریافتوں کی کوششوں کا مخالف سمجھنا راقم کے نزدیک ان کے ساتھ زیادتی ہے۔ ایسا سمجھنے والے دراصل اس زمانے کے جدید فلسفے اور علم کلام کے بعض غلط نتائج کی تردید کے حوالے سے ان کی کوششوں سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ وہ اس کی اہمیت ہی کے منکر ہیں، حالانکہ کسی علم کے غلط نتائج کا مقصد اس کی اہمیت سے انکار کسی طور قرار نہیں پا سکتا۔ ان بزرگوں نے تو خود ان علوم پر زور دیا، بلکہ معتزلہ کی تردید عقلی بنیادوں اور ان کے اپنے طرز بحث و استدلال کی روشنی ہی میں کی؛ اپنا اور اہل سنت کا موقف انھی بنیادوں پر ثابت کیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اسلام میں عقل کے استعمال پر جتنا زور دیا گیا ہے کسی اور مذہب میں نہیں دیا گیا۔ اسلام کوئی ایک بھی غیر عقلی یا عقل مخالف بات نہیں منواتا، ہاں یہ الگ بات ہے کہ کوئی بات کسی وقت کسی کی عقل میں نہ آ رہی ہو، تو وہ اسے غیر عقلی کہ دے۔ اس کے نزدیک معجزات وغیرہ بظاہر غیر عقلی باتیں بھی عین عقلی ہیں۔ راقم الحروف نے "الشریعۃ" میں شائع شدہ اپنے ایک تفصیلی مضمون میں بحث کر کے ثابت کیا تھا کہ اس نوع کے جن بزرگوں کو عقل و سائنس مخالف کہا جاتا ہے، وہ ہرگز اس کے مخالف نہیں، بلکہ ان کی تحریریں تو ان کو مہمیز لگاتی ہیں؛ بھلا جو مذہب خود عقلی و سائنسی ہو، اس پر پختہ ایمان رکھنے والے اور اس کے دفاع

Marfat.com

By their denunciations of science and philosophy, by their exhortations that besides theology and law no other knowledge was worth acquiring, they did more to stop the progress of the Moslem world than most other Moslem scholiasts. And up to this day their example is held forth as a reason for ignorance and stagnation.[183]

(اشعری اور غزالی نے) سائنس اور فلسفے کو ہدف تنقید و مذمت بنا کر اور اس بات پر زور دے کر کہ دینیات اور فقہ کے سوا کوئی علم مفید نہیں، دنیائے اسلام کی ترقی کو روکنے میں وہ کردار ادا کیا، جو دیگر مسلم شارحینِ اسلام سے بہت بڑھ کر ہے۔ ان کی مثال آج تک جہالت اور جمود کا باعث بنی ہوئی ہے۔

اسلام کو جدید زمانے کے تقاضوں کے سے ہم آہنگ کرنے سے متعلق اپنے نظریے کے تناظر میں سید امیر علی نے یہ باور کرانے کی کوشش کی اب، چوں کہ حالات بہت بدل چکے ہیں، اس لیے ابتدائی مسلم سوسائٹی کے مسائل کے حل کے لیے دیا گیا پروگرام قابلِ تقلید نہیں۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ کے مخاطبینِ اولین کے دلوں میں اپنے ہادی کا جو اکرام و احترام تھا، اس کا قدرتی تقاضا تھا کہ وہ اپنے آپ کو پورے طور پر اس رنگ میں رنگ لیتے، اس کے آئے دن کے طور طریقوں کا کامل اتباع کرتے، اس کی حوادث سے مملو زندگی کے واقعات کو ایک مستقل حیثیت دے دیتے اور

کے لیے زندگی وقف کر دینے والے عقل کی مخالفت کیسے کر سکتے ہیں! سو یہ بزرگ نہ عقل مخالف ہیں اور نہ سائنس اور فلسفہ مخالف۔ ان کی مخالفت فی الواقع اس ذہنیت سے ہے جو بس اپنی عقل ہی کو عقل مانتی ہے۔ ملاحظہ کیجیے: ڈاکٹر محمد شہباز منج، "فکرِ مغرب: بعض معاصر مسلم ناقدین کے افکار کا تجزیہ" الشریعہ 25، شمارہ 2 (2014ء): 25-34، شمارہ 3 (2014ء): 37-44۔

183 Sayyid Amīr Alī, *The Spirit of Islam or the life and teachings of Mohammed* (Calcutta: S.K Lahiri, 1902), 429.

Marfat.com

ایسے احکام اور قواعد و ضوابط کو جو ایک نوزائیدہ معاشرے کے ہنگامی مسائل سے متعلق بنائے گئے تھے، اپنے دلوں پر کالنقش فی الحجر کر لیتے، لیکن یہ خیال کرنا پیغمبرِ اسلام ﷺ کے ساتھ ناانصافی ہے کہ اس عظیم ترین مصلح، عقل کی حاکمیت کے سب سے بڑے حامی، یہ اعلان کرنے والے نے کہ اس کائنات پر ایک ضابطہ قوانین لاگو ہے اور دائمی ارتقا آئینِ فطرت کا بنیادی تقاضا ہے، کبھی یہ سوچا ہو گا کہ اور تو اور ایسی ہدایات بھی جو ایک نیم مہذب قوم کی عارضی ضرورتیں پوری کرنے کی غرض سے دی گئی تھیں، رہتی دنیا تک لیے ناقابلِ تغیر سمجھی جائیں گی۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ سے بڑھ کر کسی شخص کو اس بات کا احساس نہ تھا کہ اس ترقی پذیر دنیا میں، جس کے اجتماعی و اخلاقی مظاہر ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں، نت نئی ضرورتیں پیدا ہوتی رہیں گی اور یہ ممکن ہے کہ اس پر جو آسمانی ہدایات نازل ہوئیں، وہ تمام ممکن حالات پر منطبق نہ ہو سکیں۔ یہ عظیم شخص اپنے وقت کے مسائل سے پوری طرح واقف تھا؛ یہ جانتا تھا کہ جن لوگوں سے اس کا سابقہ تھا وہ کس طرح اجتماعی و اخلاقی مایوسی کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔ چناں چہ اپنے خداداد تعمقِ نظر اور وسعتِ فکر کی بدولت اس نے اس بات کا ادراک کر لیا، بلکہ کہنا چاہیے پیش گوئی کی کہ ایک ایسا وقت بھی آئے گا جب اتفاقی و عارضی ہدایات کو کلی ہدایات سے متمایز کرنا ضروری ہو گا۔[184]

سید امیر علی کا کہنا ہے کہ مجتہدین، علماے فقہ اور رواۃ میں سے اکثر و بیشتر ایسے تھے، جنھوں نے اپنے مفادات یا بادشاہوں کو خوش کرنے کی خاطر پیغمبرِ اسلام ﷺ کے ارشادات کو ایسے معانی پہنائے، جو اصل مفاہیم کی ضد تھے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اکثر و بیشتر قواعد ضوابط، جو آج مسلمانوں کے دلوں پر حاکم ہیں، نصوصِ قرآنی پر مبنی نہیں۔ مسلمانوں کی ترقی فرسودہ روایات سے نجات حاصل کرنے سے ممکن ہو گی، اسی طرح جیسے یورپ کی ترقی کلیسا کی بیڑیاں اتار پھینکنے سے ممکن ہوئی تھی۔ مذہبی زندگی کی تجدید کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں کے ذہن اس غلامی سے آزاد ہو جائیں، جس کی زنجیروں میں وہ صدیوں کی لفظی تعبیروں اور تقلید کے نظریے کی بنا پر جکڑے ہوئے ہیں۔ وہ ظاہریت جو عبادت کرنے والے کے دل سے خطاب نہیں کرتی، ترک کرنی پڑے گی۔ خارجی آداب کو باطنی جذبات کے تابع کرنا ہو گا اور اخلاق کے سبق دلوں پر نقش کرنے ہوں

---

[184] سید امیر علی، روحِ اسلام، ترجمہ۔ محمد ہادی حسین (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1992ء)، 304-305۔

Marfat.com

گے۔ یہ سب کچھ اس وقت ہو گا، جب حضور ﷺ کے سکھائے ہوئے فرائض کے بارے میں نئے سرے سے ذوق و شوق پیدا ہو گا۔ دنیائے اسلام میں اصلاح اس وقت شروع ہو گی، جب اس امر کا اعتراف کیا جائے گا کہ کلامِ الٰہی چاہے کسی زبان میں ہو کلامِ الٰہی ہی رہتا ہے، اور خدا کا ذکر چاہے کسی زبان میں ہو خدا کو قبول ہوتا ہے۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے خود اپنے ایک متبع کو اپنی زبان میں نماز کی اجازت دے دی تھی، یہی نہیں بلکہ اس بات کی بھی آپ ﷺ نے اجازت دی تھی کہ قرآن پاک کی تلاوت اپنی زبان میں کر لیا کریں۔[185]

آیتِ مبارکہ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ[186] کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سید امیر علی نے فرشتوں اور شیطان کے خارجی وجود کو باطل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ اس آیت میں بیان کردہ واقعے کو اسلوب بیان کی ساحری اور شاعرانہ بلاغت سے تعبیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> فرشتوں کے خدا کی طرف سے جنگ کرنے کے تصور میں جو شاعرانہ عنصر ہے اس کے نقش و نگار کو قرآن میں موئے قلم کی جن سادہ جنبشوں سے ابھارا گیا ہے، وہ خوب صورتی اور بلاغت میں زبور کی بلیغ ترین عبارتوں کا مقابلہ کرتی ہے، اور دونوں میں ایک ہی طرح کی شعریت ہے۔[187]

سید امیر علی نے اس ضمن میں مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ملائکہ ایک داخلی تصور ہے؛ جن چیزوں کو آج ہم قوانینِ فطرت کہتے ہیں پرانے لوگ انھی کو فرشتے یعنی آسمانی کارپرداز خیال کرتے تھے۔ شیطان سے متعلق حضور ﷺ کے اقوال کا تجزیہ کریں تو بھی ایک موضوعی تصور سامنے آتا ہے، جسے آپ ﷺ نے اپنے پیروکاروں کے فہم کے مطابق الفاظ کا جامہ

---

[185] امیر علی، روحِ اسلام، 307-309۔

[186] الانفال 8:9۔

[187] سید امیر علی، روحِ اسلام، 152۔

Marfat.com

پہنایا۔ جب کسی نے آپ سے سوال کیا کہ شیطان کہاں ہے؟ تو آپ ﷺ نے اپنے دل کی طرف اشارہ کیا کہ یہاں![188]

سید امیر علی حشر جسمانی اور جنت و دوزخ کے حسی نعما و آلام کے تصور کی تردید کرتے ہیں۔ انھوں نے آیاتِ قرآنی يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ. ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً. فَادْخُلِي فِي عِبَادِي. وَادْخُلِي جَنَّتِي.[189] کے حوالے سے اسلام کے تصورِ حیاتِ بعد الممات پر بحث میں اس کے بارے میں لوگوں کے مختلف تصورات پر تفصیلی گفت گو کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اخروی جزو و سزا کا حسی تصور اصلاً اسلامی نہیں، بلکہ دیگر اقوام سے مسلمانوں کے ہاں در آیا۔[190] انھوں نے مغربی مصنفین کی کتابوں سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب کبھی عیسائی دنیا میں کوئی ہیجان پیدا ہوا ہے یا کوئی بڑی آفت پیش آئی ہے، ناصرہ کے عظیم پیغمبر کے معجزانہ ظہورِ ثانی کی امیدوں نے اس میں ایک ہنگامہ برپا کر دیا ہے۔ لیکن خدا کی ولایت کا تصور مرورِ زمانہ اور فکرِ انسانی کی ترقی کے زیر اثر یا تو ایک روحانی سانچے میں ڈھل گیا ہے یا بالکل معدوم ہو گیا ہے۔ اگر کہیں وہ کسی حد تک باقی بھی ہے، تو اس نے اپنے عقیدت مندوں کے ماحول کا رنگ اختیار کر لیا ہے۔ یہودی، مجوسی زرتشتی اور عیسائی سب کے سب حشر جسمانی کے معتقد تھے۔ ابتدائی موسویت کے سادہ و ناتراشیدہ خیالات کی جگہ کلدانی زرتشتیت سے اخذ کیے ہوئے زیادہ معین خیالات نے لے لی تھی۔ ہم جانتے ہیں کہ ایرانیوں کے یہاں قدیم کوہستانی طرزِ پرستش اور ابتدائی معلمین کی سیدھی سادھی تعلیم کیوں کر بابل کے کرشموں کی بدولت جزا و سزا کے ایک پیچیدہ نظام میں تبدیل ہو گئی، اور کلدانی فلسفہ کیوں کر مجوسی زرتشتیت کے بطون میں

---

[188] امیر علی، روح اسلام، 153–154۔

[189] الفجر 89: 27–30۔

[190] حیرت ہے سید امیر علی ایسا ذہین اور فاضل شخص حشر جسمانی اور حسی جزا و سزا کے خلاف ایسی سطحی دلیل پیش کر رہا ہے! اسلام کا کہیں دعویٰ ہی نہیں کہ اخروی زندگی سے متعلق اس کے عقائد و نظریات بالکل نئے اور انوکھے ہیں اور قدیم معاشروں اور مذاہب میں کسی بھی طرح موجود یا معروف نہیں تھے۔ کسی تصور کا محض پہلے معاشروں اور مذاہب میں پایا جانا اس کے غلط ہونے کی دلیل کیسے ہو سکتا ہے!

Marfat.com

سرایت کر گیا! ابتدائی عیسائیت نے جو مسیح کی مادی بادشاہی کے فوری قیام پر مبنی تھی، کلدانی، مجوسی، زرتشتی اور اسکندریائی منبعوں سے، جنھوں نے پرانے خیالات کو یکسر بدل ڈالا تھا، خیالات اخذ کیے۔ یہودی، عیسائی، زرتشتی، سب کے دلوں میں یہی توقع تھی کہ آیندہ زندگی میں انھیں مادی جزائیں سزائیں دی جائیں گی۔[191] عیسائیوں کے یہاں کلیسا کا پھیلایا ہوا یہ خیال کسی زمانے میں عام تھا کہ پیغمبرِ اسلام ﷺ کے نزدیک عورتیں روح سے معرا ہوتی ہیں۔ یہ خیال اب رفع دفع ہو چکا ہے، مگر یہ خیال ابھی تک قائم ہے کہ رسولِ عربی ﷺ نے اپنے ماننے والوں سے حسی لذات کی جنت اور عیش و عشرت کے مختلف مدارج کا وعدہ کیا۔ حالانکہ یہ خیال بھی پہلے خیال کی طرح جہالت اور تعصب کا نتیجہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ درمیانی دور کی سورتوں میں، جب کہ معلم اسلام ﷺ نے ابھی شعورِ دینی کا درجۂ کمال[192] حاصل نہیں کیا تھا، اس بات کی ضرورت تھی کہ عقبیٰ اور جزا و سزا کے تصورات کو ایسے الفاظ کا جامہ پہنایا جائے، جو سیدھے سادھے بادیہ نشینوں کی سمجھ میں آسکیں۔ جنت و جہنم کے واقعیت نما نقشے، جو زرتشتیوں، صابیوں اور تلمودی یہودیوں کی پادر ہوا قیاس آرائیوں پر مبنی تھے، پڑھنے والے کی توجہ ضمنی حاشیہ آرائیوں کے طور پر اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ لیکن ان کے بعد قرآن کا جوہرِ خالص آتا ہے، یعنی کمالِ عجز و محبت سے خدا کی عبادت۔ حوریں زرتشتی نژاد ہیں۔ اسی طرح جنت بھی زرتشتی الاصل ہے، البتہ جہنم عذابِ الیم کے مقام کی حیثیت سے ایک تلمودی تخلیق ہے۔ ان کی واقعیت نما منظر کشی

---

[191] سید امیر علی، روح اسلام، 314-326۔

[192] پیغمبر علیہ السلام کے حوالے سے شعورِ دینی کے ارتقا اور اس کے پہلے خام اور پھر پختہ ہونے کا یہ نظریہ انتہائی عجیب ہے۔ یہ بات تو بلاشبہ درست ہے کہ امت کے شعوری ارتقا کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے معاشرتی و سیاسی وغیرہ امور میں تدریج و تسہیل کا اصول اپنایا گیا۔ لیکن اس رائے کو ہم جسارت کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے کہ نبی جس کا دل وحی الٰہی کا مہبط ہوتا ہے اور زبان حق کی ترجمان، اس پر نازل ہونے والی وحی کو ایک داخلی کیفیت سمجھتے ہوئے یہ خیال کیا جائے کہ اس کا شعورِ دینی کبھی خام ہوتا ہے، کبھی نیم پختہ اور کبھی پختہ، اور اصول و عقائد میں بھی وہ پہلے ایک اصول یا عقیدے کے بارے میں بتاتا ہے اور بعد میں شعورِ دینی کی پختگی پر اس کو ایک دوسری شکل میں پیش کر دیتا ہے۔

Marfat.com

سے یہ سمجھنا کہ حضور ﷺ اور آپ کے پیرو کار میں سے پختہ کار کیا کسی ظاہر سے ظاہر پسند نے بھی ان کو واقعی مبنی برِ حسیت سمجھا، محض ایک افترا ہے۔ وہ شراب جو بدمست نہیں کرتی اور وہ حوریں جو قریب نہیں آتیں، لذاتِ حسی کی علامتیں کیسے ہو سکتی ہیں![193] حیاتِ بعد الممات کے اسلامی تصور پر بحث کے آخر میں سید امیر علی اس ضمن میں اپنا ذاتی عقیدہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن کے غائر مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ شعورِ مذہبی کے جن ارتقائی مراحل سے گزرے حضرت محمد ﷺ کو بھی وہی مدارج پیش آئے۔ حضرت عیسیٰ کے مذہبی ارتقا کے دوران ان کے اندازِ فکر میں جو عظیم تغیر رونما ہوا، وہ نہ صرف آسمانی بادشاہت کے اس تصور سے ظاہر ہے، جو انھوں نے اپنی ارضی زندگی کے آخر میں پیش کیا، بلکہ غیر اسرائیلیوں کے بارے میں ان کے لہجے میں جو تبدیلی ہوئی اس سے بھی اس تغیر کا پتہ چلتا ہے۔ ابتداءً ان کی تبلیغ صرف اسرائیلیوں تک محدود تھی، لیکن جب ان کے مذہبی شعور نے نشو نما پائی تو ان کی ہمدردیوں میں وسعت پیدا ہو گئی۔ یہی حضرت محمد ﷺ کے مذہبی ارتقا کا حال ہے۔ قرآن کی جن سورتوں میں جنت کے مرصع نقشے کھینچے گئے ہیں، قطع نظر اس کے کہ وہ نقشے مجازی تھے یا معنوی، وہ سب سورتیں مکی تھیں یا جزوی طور پر مکے میں نازل ہوئیں۔[194] اس موضوع پر جو روایتیں اس زمانے

---

[193] امیر علی، روح اسلام، 326۔

[194] قرآن تو مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق لفظ لفظ اللہ کا کلام ہے۔ حضور ﷺ کلام خود تخلیق نہیں کرتے تھے۔ پھر یہ ارتقا حضور ﷺ کا مذہبی ارتقا کیسے ہوا! یہ تو خود صاحب کلام کا مذہبی ارتقا قرار پاتا ہے، جو ظاہر ہے کہ کسی بھی صورت درست نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ کے مذہبی ارتقا کا نظریہ فی الواقع قرآن کو لفظ لفظ کلام الٰہی رہنے ہی نہیں دیتا، صرف اس تصور کے لیے گنجایش چھوڑتا ہے کہ قرآن پیغمبر کو اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ فطری شعور کا نتیجہ ہے، اس لیے کہ ارتقا فطری شعور ہی میں ہو سکتا ہے، خارج سے لفظ لفظ نازل ہونے والے کلامِ الٰہی میں نہیں، الا یہ کہ کسی مضبوط دلیل سے یہ ثابت کر دیا جائے کہ خود اللہ تعالیٰ نے مابعد الطبیعیاتی تصورات کو کبھی حسی انداز سے پیش کیا اور کبھی روحانی انداز سے، اور اس پر کوئی مضبوط دلیل پیش نہیں کی جا سکتی، کیوں کہ قرآن میں یہ ارتقا کہیں واقع دکھائی نہیں دیتا۔ مکی سورتوں میں جنت وغیرہ کے جو نقشے ہیں، ان کے بالکل مماثل مدنی سورتوں میں بھی موجود ہیں۔

Marfat.com

میں عام تھیں حضور ﷺ اپنے شعورِ مذہبی کے اوائل میں ان میں چند ایک کو مانتے تھے، لیکن جب آپ ﷺ کی روح میں کامل بیداری آگئی اور خالقِ کائنات کے ساتھ آپ ﷺ کا رابطہ زیادہ گہرا ہو گیا، تو ان کے وہ خیالات جو پہلے مادیت کا پہلو لیے ہوئے تھے، سراسر روحانی ہو گئے۔ آپ ﷺ کی ذہنی نشو نما نہ صرف مرورِ زمانہ اور آپ ﷺ کے شعورِ مذہبی کے ارتقا کے دوش بدوش ہوئی، بلکہ آپ ﷺ کے متبعین نے روحانی تصورات کو سمجھنے میں جو ترقی کی، اس کے قدم بہ قدم بھی ہوئی، چناں چہ بعد کی سورتوں میں روحانی پہلو مادی پر اور روح جسم پر غالب نظر آتی ہے۔[195]

تعددِ ازدوج کے حوالے سے سید امیر علی نے لکھا کہ قدیم زمانے میں آئے دن کی قبائلی جنگوں کے باعث مردوں کی آبادی میں جو کمی واقع ہو جایا کرتی تھی، جس سے عورتوں کے عددی تناسب کا پلہ بھاری ہو جایا کرتا تھا، کچھ اس کے سبب سے اور کچھ اس وجہ سے کہ قبائلی سرداروں کو، جو مرد ہوتے تھے، مطلق اختیار حاصل تھا، یہ دستور وجود پذیر ہوا، جسے ہمارے ترقی یافتہ زمانے میں بجا طور پر ایک ناقابلِ برداشت خرابی سمجھا جاتا ہے۔ قرآن کی جو آیت[196] چار بیویوں کی اجازت دیتی ہے اس کے فوراً بعد ایک ایسا جملہ ہے، جو اس آیت کے دائرۂ اطلاق کو مناسب طور پر محدود کر دیتا ہے۔ دنیائے اسلام کے اکابر مفکرین نے بالخصوص اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ لفظ "عدل" کے معنی محاورۂ قرآنی میں کیا ہیں؟ مذکورہ آیت میں موجود جملہ شرطیہ کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا۔ "عدل" سے صرف مکان، لباس اور دوسری خانگی ضروریات میں مساوات مراد نہیں بلکہ محبت، شفقت اور عزت کے معاملے میں بھی مکمل مساوات مراد ہے، اور چوں کہ جذبات کے معاملے میں مکمل عدل و انصاف ممکن نہیں، لہٰذا قرآن کا یہ حکم فی نفسہٖ ایک ممانعت ہے۔ یہ تفسیر

[195] امیر علی، روحِ اسلام، 330-331۔

[196] فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (النساء4:3)

Marfat.com

زمانۂ حال کی نہیں بلکہ تیسری صدی ہجری میں کی گئی؛ خلیفہ المامون (786ء-833ء)[197] کے عہد میں اولین حکماے معتزلہ نے یہ راے ظاہر کی کہ تکمیل یافتہ شریعتِ قرآنی وحدتِ ازواج کا تقاضا کرتی ہے۔ ان کے نزدیک ایک عورت کے ساتھ عقد بر قرار ہونے کی صورت میں دوسری عورت سے نکاح شرعاً ناجائز تھا۔ لیکن خلیفہ متوکل (جعفر بن محمد المعتصم باللہ المتوکل علی اللہ، 822ء-861ء)[198] کے مجنونانہ تعصب نے جو مظالم کروائے انھوں نے اس تعلیم کی اشاعت کو روک دیا۔ تاہم ترقی یافتہ مسلم جماعتوں میں رفتہ رفتہ یہ تصور پختہ ہوتا جارہا ہے کہ یہ چیز تعلیماتِ محمدی ﷺ کے بھی اسی قدر منافی ہے، جس قدر جدید تمدن و ترقی کے۔ وہ دن دور نہیں جب پیغمبرِ اسلام ﷺ کے اپنے ارشادات سے رجوع اس مسئلے کا فیصلہ کر دے گا کہ مسلمان ارشاداتِ نبوی پر عمل کریں یا فقہا کی تفسیروں پر، جنھوں نے اپنے من مانے خیالات منوانے کی خاطر یا جن خلفا و سلاطین کے وہ بندگانِ فرمان تھے، ان کی خود سرانہ آرا کی تایید کے لیے شارع کے ارشادات کا مطلب عمداً ماؤف کیا۔ یورپ اس عمل سے گزر چکا ہے، اسے چاہیے کہ دینِ محمدی ﷺ کو نشانۂ ملامت بنانے کی بجائے جدید اسلام کی ان کوششوں کا تحمل و ہمدردی سے مشاہدہ کرے، جو وہ قدما پرستی کے بندھنوں سے چھٹکارا پانے کے لیے کر رہا ہے۔ جب پرانے خیالات کی غلامی سے آزادی حاصل ہوگی، تو ہر مسلم ملک کے اربابِ فقہ کے لیے یہ ممکن ہو جائے گا ایک مستند فتوے کے ذریعے اپنی اپنی مملکت میں تعددِ ازواج کو ممنوع قرار دے دے۔[199]

---

[197] ساتواں عباسی خلیفہ۔ عرصۂ اقتدار 813ء-833ء ہے۔ اس کا زمانہ شان و شوکت، عظمت و طاقت اور علم و ادب کے اعتبار سے مسلمانوں کا سنہری دور کہلاتا ہے۔ خلقِ قرآن کے معتزلی تصور کے حق میں مامون نے شدت پسندانہ رویہ اپنایا اور علما کو اس عقیدے پر مجبور کرنے کی کوشش کی۔

[198] بنو عباس کا دسواں خلیفہ۔ زمانۂ اقتدار 847ء-861ء ہے۔ المتوکل نے نظریۂ خلقِ قرآن کے حق میں اپنے ماقبل عباسی خلفا کی طرف سے علما پر ڈھائے جانے والے مظالم کے خاتمے کی کوشش کی۔

[199] امیر علی، روحِ اسلام، 358، 368، 370، 371۔

Marfat.com

محمد علی لاہوری

ذرا آگے چل کر سر سید کے مکتبِ خیال سے متعلق ایک نام محمد علی لاہوری (1874ء-1951ء)[200] کا آتا ہے۔ محمد علی لاہوری نے مولانا ابوالحسن علی ندوی کے بقول سر سید کے لٹریچر اور ان کے تفسیرِ قرآن کے اسلوب کو پورے طور پر جذب کر لیا تھا۔ مولوی نورالدین (1841ء-1914ء)[201] کے درسِ تفسیر اور صحبت نے اس رجحان اور ذوق کو مزید تقویت پہنچائی۔ وہ اس طبقے

---

[200] محمد علی لاہوری قادیانی جماعت کی لاہوری شاخ کے امیر تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی (1835ء-1908ء) کے کے بعد حکیم نورالدین (1841ء-1914ء) کو مرزا قادیانی کے خلیفہ کی حیثیت حاصل رہی، اور جماعتِ احمدیہ یا قادیانیت میں تفرقہ رونما ہوا، اگرچہ اسی زمانے میں جماعت سے تعلق رکھنے والے دو افراد، محمد علی لاہوری اور خواجہ کمال الدین (1870ء-1932ء)، جماعتِ احمدیہ کے ان خیالات سے متعلق تحفظات رکھتے تھے، جو اسے عام مسلمانوں سے دور لے جا رہے تھے۔ حکیم نورالدین کا انتقال ہوا تو محمد علی اور خواجہ کمال الدین نے دیگر ساتھیوں کے ساتھ خود کو احمدیہ مسلم جماعت سے، جس کے امیر مرزا کے بیٹے بشیر الدین (1898ء-1965ء) منتخب ہوئے تھے، الگ کر لیا اور احمدیہ انجمن شاعتِ اسلام یا لاہوری احمدیہ جماعت کی بنیاد رکھی۔ لاہوری احمدیوں کے پہلے امیر یہی محمد علی ہیں، جنھیں مولانا محمد علی اور مولوی محمد علی لاہوری بھی کہا جاتا ہے۔ لاہوری احمدیوں کا دیگر احمدیوں سے بنیادی اختلاف یہ ہے کہ وہ عام احمدیوں کی طرح مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتے، بلکہ مجدد و مسیح مانتے ہیں؛ عام احمدی مرزا قادیانی کو نبی نہ ماننے کی بنا پر عام مسلمانوں کی تکفیر کرتے، جب کہ لاہوری تکفیر تو نہیں کرتے، البتہ مسیح موعود کو نہ ماننے کی بنا پر گنہگار تصور کرتے ہیں، تاہم احمدی جماعت کے لٹریچر کی بنیاد پر یہ بھی کہا گیا ہے کہ علاحدگی سے قبل لاہوری جماعت کے افراد بھی مرزا کے نبی ہونے کا اقرار کرتے رہے تھے۔ تعلیمی کیریر میں امتیازی حیثیت کے حامل محمد علی لاہوری ایم اے انگلش اور ایل ایل بی تھے۔ وہ 1897ء میں مرزا غلام احمد قادیانی سے متاثر ہوئے ہو کر جماعتِ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ مرزا غلام احمد نے محمد علی کو 1902ء میں شروع ہونے والے انگریزی مجلے "Review of Religion" کا ایڈیٹر مقرر کیا۔ محمد علی لاہوری نے اردو اور انگریزی میں متعدد کتابیں لکھیں، جن میں ان کی اردو اور انگریزی تفسیریں بھی شامل ہیں۔

[201] مرزا غلام احمد قادیانی کے پہلے خلیفہ۔ 1908ء میں مرزا صاحب کی وفات کے بعد قادیان کے تمام احمدیوں نے انھیں متفقہ طور ان کا جانشین منتخب کیا۔ مولوی نورالدین نے عربی، فارسی اور عبرانی کے ساتھ ساتھ طب کی

Marfat.com

اور گروہ کے بہترین نمایندے ہیں جن کو جدید تعلیم یافتہ طبقے میں اشاعتِ قرآن کا شوق ہے، لیکن اس کی ذہنی ساخت اور گذشتہ تعلیم و تربیت غیبی حقائق اور ماوراے عقل واقعات کو قبول کرنے سے ابا کرتی ہے۔ اس نے جدید نظریات و تصورات کو مسلمات و بدیہیات کے طور پر تسلیم کر لیا ہے اور کسی بھی چیز کے، خواہ وہ مذہبی تعلیم ہی کیوں نہ ہو، ردو قبول کے لیے معیار و میزان سمجھ لیا ہے۔ لیکن چوں کہ وہ نسلی یا ذہنی لگاؤ کے سبب اسلام و قرآن سے بھی دست بردار نہیں ہونا چاہتا اس لیے غیبی اور مافوق الفطرت واقعات کی تعبیر اس انداز سے کرتا ہے کہ جدید نظریات سے متصادم نہ ہو اور اس کے تسلیم کرنے میں ذہن پر زیادہ بار نہ پڑے۔[202]

تعلیم بھی حاصل کی۔ 1876ء میں ریاست جموں و کشمیر کے مہاراجہ رنبیر سنگھ (1830ء-1885ء) نے انھیں اپنے شاہی طبیب کا عہدہ پیش کیا، جس پر وہ مہاراجہ پرتاپ سنگھ (1848ء-1925ء) کے زمانے میں 1892ء تک فائز رہے۔ کشمیر میں قیام کے دوران ہی ان کا سرسید احمد خاں سے بھی رابطہ ہوا اور مرزا قادیانی سے بھی۔ سرسید نے توارت کی اسلامی نقطۂ نظر سے تفسیر لکھنے کے لیے حکیم نورالدین کا انتخاب کیا تھا۔ کشمیر میں قیام کے دوران مولوی نورالدین کی عیسائیوں اور ہندوؤں وغیرہ سے بحثیں رہتیں۔ ایک دن انھوں نے مرزا قادیانی کی "براہین احمدیہ" دیکھی تو بہت متاثر ہوئے، اور اس کے مصنف سے ملنے کا فیصلہ کیا۔ قادیان پہنچے؛ مرزا صاحب سے ملاقات ہوئی، تو مولوی نورالدین نے بیعت کی خواہش ظاہر کی۔ مرزا صاحب نے جواب دیا کہ ابھی انھیں بیعت کا حکم نہیں ملا۔ 1889ء میں مرزا نے جماعتِ احمدیہ کی بنیاد رکھی اور بیعت شروع کی، تو سب سے پہلے مولوی نورالدین بیعت ہوئے۔ مولوی نورالدین کشمیر سے قادیان منتقل ہو گئے، اور تمام عمر یہیں رہے۔ مولوی نورالدین نے جماعت احمدیہ میں اتحاد برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کیا، ان کے انتقال کے ساتھ ہی احمدی دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ احمدی مشن کے حوالے سے حکیم صاحب نے انتھک محنت کی۔ ان کے خطبات اور تصانیف کو احمدیوں میں بہت مقبولیت حاصل رہی ہے۔ "حقائق الفرقان" کے نام سے تفسیرِ قرآن کے ساتھ ساتھ ان کی دیگر تصانیف بھی ملتی ہیں، جن میں "فصل الخطاب مقدمہ اہل کتاب"، "ردِ الوہیتِ مسیح"، "تصدیق براہین احمدیہ"، "ردِ تناسخ"، "خطباتِ نور" وغیرہ شامل ہیں۔

[202] مولانا ابوالحسن علی ندوی، قادیانیت: مطالعہ و جائزہ (کراچی: مجلس نشریات اسلام، 1981ء)، 180-182۔

Marfat.com

محمد علی لاہوری کی تفسیر میں مختلف مسائل سے متعلق جگہ جگہ ایسی تعبیرات ملتی ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ جدید مغربی نظریات اور سرسید کے تصورِ تعبیرِ دین کی روشنی میں تفسیر پیش کر رہے ہیں۔ وہ معجزات و خوارق کا انکار کرتے ہوئے ان کی دوراز کار تاویلات کرتے ہیں۔ مثلاً البقرہ آیت پچاس[203] کی تفسیر میں بنی اسرائیل کے عبورِ دریا سے متعلق سرسید کا جوار بھاٹے والا اندازِ استدلال اپناتے ہوئے اسے ایک عام واقعہ ثابت کرنے کی کوشش میں موقف اختیار کیاہے کہ دریامیں بنی اسرائیل کے لیے رستے بن جانے کا کہیں ذکر نہیں، نہ کہیں یہ بتایا گیاہے کہ دریاکیسے پھٹ گیا! ہاں بائبل میں اتنا آیاہے کہ: "خداوند نے بہ سبب پوربی آندھی کے تمام رات میں دریا کو چلایا اور دریا کو سکھادیا۔" حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو نکال کر دشتِ سینا میں لائے۔ دریا درمیان میں کہاں حائل ہوا؟ بائبل اور مفسرینِ بائبل نے اسے موجودہ نہر سویز کے کچھ اوپر بحیرہ قلزم کا شمالی حصہ قرار دیاہے۔ ممکن ہے وہاں سمندر کا کوئی تنگ حصہ ہو جہاں سے، جیسا کہ بائبل کہتی ہے، پانی کے آندھی یا جوار بھاٹے سے ہٹ جانے کے سبب خشک رستہ نکل آیا ہو۔ دریاؤں میں یہ بسا اوقات ہو جاتا ہے کہ ایک وقت دریا پایاب ہوتا ہے اور آناً فاناً ایک ایسی خطرناک رو آتی ہے کہ سیلاب آجاتا ہے۔[204] اسی واقعے سے متعلق آیت فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ[205] کی تفسیر میں لکھاہے کہ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اپنے عصا یا اپنی جماعت کے ساتھ سمندر میں چل پڑ۔ فلق کا لفظ صبح کے نمودار ہونے پر بھی بولا جاتاہے، سمندر کا پھٹنا نہیں ہے کہ پانی ہٹ کر الگ ہوگیا۔ فرق الگ ہوئے ہوئے ٹکڑے کو کہتے ہیں اور فرقہ اس جماعت کو کہا جاتا ہے جو دوسرے لوگوں سے الگ ہو جائے۔ طود بڑے پہاڑ کو بھی کہتے ہیں اور پشتے یا تودے کو بھی۔ کل فرق سے مراد پانی کے قطعات بھی ہو سکتے ہیں اور دونوں فریق یا جماعتیں بھی۔ دوسری

---

[203] وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ۔

[204] محمد علی لاہوری، بیان القرآن (لاہور: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، 1377ھ) 1/62:2/1244:3 (1342ھ)/1391-1392۔

[205] الشعراء 63:26۔

Marfat.com

صورت میں مراد یہ ہوگا کہ فرعون کے پہنچتے پہنچتے بنی اسرائیل سمندر عبور کر گئے اور سمندر کے دونوں کناروں پر یہ دونوں جماعتیں بڑے تودے کی طرح نظر آنے لگیں۔ محمد علی لاہوری نے اس حوالے سے اپنے موقف کی تائید میں نپولین بونا پارٹ سے متعلق یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ بحیرہ قلزم کے اسی مقام سے غروبِ آفتاب کے وقت، جب کہ سمندر پیچھے ہٹا ہوا تھا، ساتھیوں سمیت داخل ہوا۔ ادھر تاریکی شروع ہوئی اور پانی بڑھنا شروع ہو گیا، یہاں تک کہ راستہ ملنا مشکل ہو گیا۔ آخر اس نے کچھ آدمی روانہ کیے اور جدھر جدھر سے پانی گہرا ہوتا گیا، اس طرف سے رخ ہٹا کر اس جانب کا رخ کیا جدھر پانی کم ہوتا چلا گیا۔ اگر یہ تجویز نہ سوجھتی تو لشکر سمیت غرق ہو جاتا۔[206] وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخَافُ دَرَكًا وَلَا تَخْشَىٰ[207] کی تفسیر میں لکھا:

> معلوم ہوا کہ اور لوگ بھی وہاں سے چلتے تھے، کیوں کہ طریق اسی کو کہا جاتا ہے جس پر لوگ چلیں اور یہی وجہ ہے کہ فرعون بھی اسی رستے پر چل پڑا۔ اگر وہ سمندر کی دیواریں بن کر غیر معمولی خشک جگہیں ہوتیں تو ان پر طریق کا لفظ بولا جاتا نہ فرعون کبھی ان پر چلنے کی جرت کرتا۔[208]

وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ[209] کے ضمن میں محمد علی لاہوری نے خیال ظاہر کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو بارہ چشمے معجزانہ طور پر نہیں بلکہ کسی خاص پہاڑ سے ملے تھے، جس پر جانے کی اللہ نے انھیں ہدایت فرمائی تھی۔ بائبل کے مطابق ایلیم کے مقام پر بارہ چشمے تھے، اور یہ آج تک عیونِ موسیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ اگرچہ پتھر کے شق ہونے سے چشمے کا نکل آنا بھی ایک معمولی واقعہ ہے، لیکن بارہ قبیلوں کے ان چشموں پر آباد ہونے کے لیے یہی معنی زیادہ موزوں ہیں

---

[206] لاہوری، بیان القرآن، 3/1391-1392۔

[207] طٰہٰ 20:77۔

[208] لاہوری، بیان القرآن، 2/1244۔

[209] البقرہ 2:60۔

Marfat.com

کہ جماعت کے ساتھ پہاڑ پر چلے جاؤ۔ اگلی آیت[210] میں جب کھانا مانگنے کا ذکر آتا ہے تو ہدایت ہوتی ہے کہ شہر میں اتر کر کھیتی باڑی کرو، اور دونوں واقعات کا یکجا بیان بتاتا ہے کہ ہر دو کی ایک ہی نوعیت ہے۔[211] البقرہ آیت بہتر اور تہتر[212] کے حوالے سے عام مفسرین یہ خیال کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے اپنے چچا کو پوشیدہ طور پر قتل کر دیا تھا اور اس کا راز جاننے کے لیے گائے ذبح کر کے اس کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم سے لگانے کے لیے کہا گیا تھا، لیکن قتل کے کے اس قبیل کے واقعات تو قوموں میں ہر روز ہوتے رہتے ہیں، قرآن کو اس کے ذکر کی ضرورت نہ تھی۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کسی عظیم الشان نبی کے قتل کی طرف اشارہ ہے، اور وہ نبی حضرت مسیح علیہ السلام ہیں۔ اس ضمن میں قرائن واضح ہیں؛ ایسا نبی جس کے قتل میں اختلاف ہوا، وہ مسیح علیہ السلام ہی ہیں۔ گویا قوم یہود کی بے اعتدالیوں کا نقشہ کھینچا ہے کہ ایک طرف تو گائے تک کو ذبح کرنے میں اس قدر لیت و لعل کرتے ہیں اور دوسری طرف ایک عظیم الشان نبی کو قتل کرنے میں اس قدر دلیری ہے! بعضھا کی ضمیر فعلِ قتل کی طرف جاتی ہے، یعنی بعض قتل سے اس کو مار دو یا فعلِ قتل اس پر پورا وارد نہ ہونے دو۔ چناں چہ ضمیر کا قتل کی طرف جانا، جو ضمیر فعل سے مفہوم ہے، بحر المحیط میں بھی تسلیم کیا گیا ہے اور یہی سچ ہے کہ حضرت مسیح پر پورا فعل قتل وارد نہیں ہوا۔ جو چور صلیب دیے گئے تھے، ان کی ہڈیاں توڑی گئیں، مگر آپ کی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں۔ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى کہ کر بتا دیا کہ جسے تم مردہ سمجھے تھے، اسے اللہ نے زندہ رکھا۔ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ سے واضح ہے کہ جس طرح اللہ نے اپنا کلمہ بلند کرنے کی وجہ سے مسیح

---

[210] وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآىِٕهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۭ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ۭ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ (البقرہ2:61)

[211] لاہوری، بیان القرآن، 1/69-70۔

[212] وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ۭ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ. فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ۭ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔

Marfat.com

کو زندہ رکھا اسی طرح اگر تم اعلاے کلمۃ اللہ کا کام کرو گے تو تم ایسی مردہ قوم کو زندگی عطا کر دے گا۔[213]

محمد علی لاہوری کے مطابق مسیح کے زندہ ہونے اور وفات نہ پانے کا تصور غلط ہے، جس کی اسلام میں کوئی بنیاد نہیں۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ[214] کے تحت لکھا ہے کہ توفاہ اللہ کے قبضِ نفس یا روح کے سوا کوئی معنی کسی بھی لغت میں نہیں آئے۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ سے واضح ہے کہ توفّی کی موت اور نیند کے سو کوئی تیسری صورت نہیں۔ لہٰذا متوفیك کے معنی روح قبض کرنے والے اور موت دینے والے کے سوا کچھ نہیں۔ یہ معنی چوں کہ اس عقیدے کے خلاف تھے، جو عیسائیوں میں مروج ہونے کی بنا پر بربنائے غلطی مسلمانوں میں مروج ہو گیا تھا، کہ حضرت مسیح زندہ ہیں، نیز اس عقیدے کو نزولِ ابنِ مریم کی پیش گوئی کی حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے تقویت بھی مل گئی تھی، اس لیے مختلف طریقوں سے ان معنی سے بچنے کی کوشش کی گئی۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ وفاتِ مسیح کا عقیدہ کوئی نیا عقیدہ ہے، جسے اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، حالانکہ قرآن و حدیث میں حیاتِ مسیح کا مطلق ذکر نہیں، بلکہ دونوں جگہ آپ کی وفات کا ذکر ہے۔ آئمۂ اربعہ میں سے امام مالک (711ء-795ء یا 93ھ-179ھ)[215] بالتصریح وفاتِ مسیح کے قائل ہیں۔ باقی تینوں

---

[213] لاہوری، بیان القرآن، 1/78-79۔

[214] آل عمران 3:55۔

[215] مالکی فقہ کے بانی، امام مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی۔ فقہ و حدیث میں آپ کی عظمت مسلمہ ہے؛ بڑے بڑے نامور لوگ آپ کے حلقۂ درس میں شامل ہونا سعادت سمجھتے تھے۔ موطا کی تالیف اور اس کی فقہی انداز سے ترتیب آپ کا ایسا کارنامہ ہے، جس کی نظیر دنیائے فقہ میں کہیں نہیں ملتی؛ موطائے مالک کی فقہی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ شاہ ولی اللہ (1703ء-1762ء) نے اسے مالکی، حنفی، شافعی اور حنبلی

Marfat.com

اماموں نے اس معاملے میں خاموشی اختیار کی ہے۔ مسلمان اس حقیقت پر غور نہیں کرتے کہ حیاتِ مسیح کے عقیدے سے عیسائی کیا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس عقیدے کی رو سے تو مسیح الان کما کان کے مصداق قرار پاتے ہیں، جن کے جسم خاکی میں کوئی تغیر نہیں آتا، حالانکہ یہ مخلوق کی نہیں خالق کی صفت ہے۔[216] آیتِ مذکورہ بالا کے حوالے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہ حضرت مسیح نے اپنی طبعی موت سے وفات پائی، لکھا ہے:

> دراصل اس آیت میں حضرت مسیح کو کل چار وعدے دیے گئے ہیں، جو بجواب کفار ہیں، جن کا ذکر پچھلی آیت میں الفاظ مکر و میں صاف طور پر فرمایا ہے۔ ان چار وعدوں میں سے پہلا وعدہ ہے کہ تمھیں طبعی موت سے وفات دوں گا۔ دوسرا وعدہ ہے کہ تمھارا اپنی طرف رفع کروں گا، یعنی تمھیں اپنا قرب عطا فرما دوں گا، تیسرا وعدہ ہے کہ ان الزامات سے جو تم پر لگائے جائیں گے تم کو پاک وصاف کروں گا۔ اور چوتھا وعدہ ہے فوقیت، یعنی حضرت مسیح کے نام لیوا آپ کے منکروں پر بذریعہ دلائل یا قہری طور پر غالب رہیں گے۔[217]

قرآن کی طرف سے مسیح کو مقتول یا مصلوب ہونے کی نفی[218] کی توجیہ میں لکھا ہے کہ کسی شخص کے متعلق یہ کہنے سے کہ وہ مقتول یا مصلوب نہیں ہوا، اس کی موت کی مطلق نفی کیسے مراد لی جا سکتی ہے! اس سلسلے میں ایک بے سروپا قصہ گھڑا گیا کہ مسیح کی بجائے ان کی طرح کا ایک اور شخص صلیب پر چڑھا دیا گیا، حالانکہ قرآن میں کسی دوسرے کے مقتول یا مصلوب ہونے کا اشارہ

چاروں فقہوں کی جڑ اور بنیاد کہا ہے۔ شاہ ولی اللہ کی رائے تھی، اور یہ بڑی صائب رائے ہے، کہ اگر موطاے مالک کو درسِ حدیث کی بنیاد بنایا جائے تو مسالک کے باہمی اختلافات کو کم کیا جا سکتا ہے۔

[216] لاہوری، بیان القرآن، 1/ 331-332۔

[217] لاہوری، بیان القرآن، 1/ 334۔

[218] وَّ قَوۡلِهِمۡ اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِيۡحَ عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ‌ۚ وَمَا قَتَلُوۡهُ وَمَا صَلَبُوۡهُ وَلٰـكِنۡ شُبِّهَ لَهُمۡ‌ؕ وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ لَفِىۡ شَكٍّ مِّنۡهُ‌ؕ مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ‌ۚ وَمَا قَتَلُوۡهُ يَقِيۡنًا‌ (النساء 4:157۔)

Marfat.com

تک نہیں پایا جاتا۔ انجیل کے متعدد تاریخی حوالوں سے محمد علی لاہوری نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مسیح صلیب پر چڑھائے گئے، مگر مصلوب نہیں ہوئے بلکہ زندہ اترے، البتہ صلیب پر چڑھنے کی وجہ سے مصلوب یا مقتول کے مشابہ ہو گئے۔[219]

محمد علی لاہوری نے طول طویل بحث کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش بھی کی ہے کہ حضرت مسیح کشمیر آئے اور بعد از وفات یہاں دفن ہوئے۔ ان کے مطابق حضرت عیسیٰ شام کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی پھرتے رہے، چناں چہ وہ کشمیر اور افغانستان بھی آئے۔ کشمیر میں حضرت عیسیٰ کا آنا تاریخ سے بھی ثابت ہے۔ سری نگر محلہ یار خان میں ایک قبر ہے جو یوز آسف کی قبر کے نام سے موسوم ہے، اور جسے نبی صاحب کی قبر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ نہ صرف زبانی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے، بلکہ تاریخ اعظمی کشمیر جسے لکھے ہوئے ڈیڑھ سو سال گزر چکا ہے، میں اس کا ذکر یوں آیا ہے کہ یہ قبر عام طور پر ایک نبی کی قبر مشہور ہے، جو کشمیر میں کسی دوسرے ملک سے آیا اور اس کا نام یوز آس تھا۔ اب یہ امر غور طلب ہے کہ آں حضرت ﷺ کے بعد تو کوئی نبی ہوا نہیں، اور نہ کسی ولی کی قبر نبی کی قبر کہلا سکتی تھی، اور نبی کا لفظ عربی اور عبرانی زبانوں کا ہے، پس لازماً یہ کوئی عبرانی نبی ہیں۔ عرصہ جو روایات میں بیان ہوا ہے، وہی ہے جو حضرت عیسیٰ کے زمانے سے ملتا ہے۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ یوز یا یوس (کیوں کہ ز س سے بدل جاتا ہے) اور یسوع باہم ملتے ہیں۔ یہ دلائل ایک زبردست قرینہ ہیں کہ یہ قبر کسی اور نبی کی نہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔[220]

آل عمران آیت ایک سو چار[221] کی تفسیر میں مرزا قادیانی کو صدی کا مجدد قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس زمانے میں دعوتِ اسلام کے کام سے اکثر مسلمان غافل ہو رہے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو اپنی جناب سے الہام کیا کہ وہ اس غرض کے لیے ایک جماعت تیار کریں۔ چناں چہ آپ نے اعلان کیا کہ میرے آنے کی غرض اشاعتِ

---

[219] لاہوری، بیان القرآن، 1/575-576۔

[220] لاہوری، بیان القرآن، 1/310؛2/1323۔

[221] وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔

Marfat.com

اسلام اور اعلاے کلمۃ اللہ ہے۔ آپ جماعت میں داخل ہونے والوں سے اسی کا عہد لیتے ہیں۔ جس قدر یہ جماعت ترقی کرے گی، اسی قدر دعوتِ اسلام کا کام ترقی کرے گا۔[222]

محمد علی لاہوری کے تفسیری افکار میں سے چند مزید اس نوعیت کے ہیں: حضرت مسیح معجزانہ طور پر نہیں بلکہ مریم اور یوسف کے صنفی تعلق سے عام بچوں کی طرح پیدا ہوئے ہوئے تھے۔[223] آپ کے تخلیقِ طیر سے استعارۃً ایسے لوگ مراد ہیں جو زمین اور زمینی چیزوں سے اوپر اٹھ کر خدا کی طرف پرواز کر سکیں۔ احیاے موتی سے روحانی مردوں کا احیا مراد ہے، کیوں کہ جسمانی طور پر مر جانے والوں کا اس دنیا میں دوبارہ آنا قرآن کی اصولی تعلیم کے خلاف ہے۔[224] آں حضور ﷺ کو معراج جسدِ عنصری کے ساتھ نہیں بلکہ ایک ایسے نورانی جسم کے ساتھ ہوا، جو اللہ تعالیٰ حالتِ کشف میں اپنے برگزیدہ بندوں کو عالمِ روحانی کی سیر کے لیے عطا کرتا ہے؛ جسد عنصری کے ساتھ اس زمین کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جانا تقاضاے بشریت کے خلاف ہے۔ قرآن نے معراج کے حوالے سے دل سے دیکھنے کی بات کی ہے، اگر جسم جاتا تو آنکھوں سے دیکھنے کی بات ہوتی۔[225]

حضرت سلیمان علیہ السلام[226] کے حوالے سے علمنا منطق الطیر سے پرندوں کی بولیاں جاننا نہیں بلکہ پرندوں کی نامہ بری مراد ہے۔ نملہ کوئی چیونٹی نہیں بلکہ وادی نملہ کی باسی قوم تھی۔ ہدہد پرندہ نہیں بلکہ حضرت سلیمان کے محکمہ خبر رسانی کا آدمی تھا۔ عفریت من الجن قوی الجثہ انسان تھا۔ حضرت سلیمان کی ماتحتی میں کام کرنے والے جن ان غیر قوموں کے لوگ

---

[222] لاہوری، بیان القرآن، 1/368۔

[223] لاہوری، بیان القرآن، 1/1314-1315۔

[224] لاہوری، بیان القرآن، 1/320-326۔

[225] لاہوری، بیان القرآن، 2/1108؛ 3/1776۔

[226] بنی اسرائیل کے عظیم و معروف پیغمبر اور بادشاہ۔ زمانۂ حیات دسویں صدی قبل مسیح ہے۔ قرآن کی رو سے آپ کی حکومت انسانوں ہی نہیں، جنات و حیوانات پر بھی تھی۔ جہاں آپ چاہتے، ہوا آپ کا تخت اٹھا کر لے جاتی۔ پرندوں اور حشرات الارض کی بولیاں تک جانتے تھے۔ آپ کا زمانہ بنی اسرائیل کے عروج و اقبال کا دور ہے۔

Marfat.com

تھے، جنھوں نے بنی اسرائیل کی ماتحتی کا جوا اٹھایا ہوا تھا۔[227] اہلِ عرب جن کا لفظ خاص انسانوں کے لیے بھی استعمال کرتے تھے۔ بڑے لوگوں کو اس بنا پر جن کہا جا سکتا ہے کہ وہ عام لوگوں کی نظروں سے عموماً چھپے رہتے ہیں۔[228] حضور ﷺ کا مکے سے باہر جا کر تنہائی میں جنوں سے ملاقات کرنا اس بات کی تایید کرتا ہے کہ یہ جن دراصل باہر سے آئے ہوئے لوگ تھے، نہ کہ غیر مرئی ہستیاں۔ اگر وہ غیر مرئی ہستیاں ہوتیں تو مکے میں ملنے سے کوئی امر مانع نہ تھا، علاحدگی اور تنہائی کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ کفار انھیں تکلیف نہ دیں۔[229] اصحابِ کہف والرقیم کے قصے میں دراصل عیسائیت کی تاریخ بتائی گئی ہے۔ عیسائیت کی ابتدائی حالت غار سے اور آخری حالت رقیم سے متعلق ہے، یعنی پہلے رہبانیت اور پھر تجارتی اغراض۔[230] اصحابِ کہف کے جانشین جو دنیا میں غرق ہو کر اصحاب الرقیم بنے، اپنی دنیوی جدوجہد کے لحاظ سے وہ ایقاظ ہیں کہ نہ صرف جاگتے ہیں بلکہ کمال درجے کی مستعدی اور ذہانت دکھا رہے ہیں، لیکن حقیقت سے بے خبر ہونے کے لحاظ سے وہ سوئے ہوئے ہیں، اور دنیا میں دائیں بائیں ہر جانب پھر بھی رہے ہیں اور کوئی جگہ نہیں جسے انھوں نے چھوڑا ہو۔[231] اصحابِ کہف کی تعداد والی آیت کا حل مشکلات میں سے ہے، شاید آیندہ کبھی اس کی حقیقت کھل جائے۔ ایک ممکن توجیہ یہ ہے کہ عیسائی طاقتیں دنیا میں آٹھ رہی ہیں: امریکا، برطانیہ، فرانس، ہسپانیہ، آسٹریا، جرمنی، اٹلی، روس، اور کبھی چار ہی کو سب طاقت کا مالک سمجھا جاتا ہے، یعنی امریکا، برطانیہ، فرانس اور روس، اور کبھی جرمنی اور اٹلی ساتھ مل کر چھ بن جاتی ہیں، اور بلاشبہ ان میں ایک باقی سب کی حفاظت کا کام بھی دیتی ہے۔[232] قرآن کا بیان کہ اس میں اختلاف نہیں ان لوگوں پر اتمام حجت ہے، جو اس میں نسخ کے قائل ہوئے

[227] لاہوری، بیان القرآن، 3/1408-1536: 2/1278۔

[228] لاہوری، بیان القرآن، 1/712۔

[229] لاہوری، بیان القرآن، 3/1711-1712۔

[230] لاہوری، بیان القرآن، 2/1158۔

[231] لاہوری، بیان القرآن، 2/1163۔

[232] لاہوری، بیان القرآن، 2/1167۔

Marfat.com

ہیں۔ نسخ کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی بعض آیات کو بعض سے تطبیق نہیں دی جا سکتی۔ قرآن میں نسخ کے لفظ سے نسخِ شرائع سابقہ مراد ہے، کچھ روایات میں نسخِ قرآنی کا ذکر ہے، مگر ان میں کوئی بھی حضور ﷺ تک نہیں پہنچتی۔[233] جنت اس دنیا کی زندگی کی جنت ہے۔ جسمانی لحاظ سے یہ جنت آدمی کو یوں حاصل ہوتی ہے کہ زمین میں اللہ نے وہ سب سامان پیدا کر رکھے ہیں، جن سے انسان کی بھوک اور پیاس دور ہوتی اور لباس و مکان ملتا ہے۔ ایک طرف دنیا میں سامان موجود ہیں اور دوسری طرف انسان کو وہ طاقت عطا کی گئی ہے، جس سے وہ ان کو اپنے کام میں لاتا اور مسجودِ ملائک بنتا ہے۔ جوں جوں اس کا علم بڑھتا ہے، طاقت بڑھتی جاتی ہے، اور یوں تدریجاً اس کی راحت کے سامان بڑھتے جاتے ہیں۔ انسان کے لیے آرام و راحت یا حالتِ سکون صرف خورد و نوش اور لباس و رہایش سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے ایک روحانی سکون کی بھی ضرورت ہے، اور وہی اس کی حقیقی جنت ہے۔ روحانی سکون اس وقت تک رہتا ہے، جب تک آدمی بدی کا ارتکاب نہیں کرتا، بدی کے ارتکاب کے ساتھ ہی یہ سکون ختم ہو جاتا ہے۔ جنتِ روحانی یہ ہے کہ آدمی معصومیت کے مقام پر فائز ہو۔ اللہ نے ہر انسان کو فطرتاً بے گناہ پیدا کر کے یہ مقام دے دیا ہے۔ اس لیے حکم ہوتا ہے کہ فطرتاً ہم نے تمھیں جنت دے دی ہے، اب تم خود اس کو ضائع نہ کر دینا۔[234]

غلام احمد پرویز

غلام احمد پرویز (1903ء-1985ء)[235] مغربی فکر سے تاثر اور سرسید کے زاویۂ فکر کو اختیار کر کے مخصوص تناظر میں اسے مزید وسعت دینے میں بہت نمایاں ہیں۔ عزیز احمد نے انھیں

---

[233] لاہوری، بیان القرآن، 1/ 101، 542-102۔

[234] لاہوری، بیان القرآن، 1/ 49۔

[235] بھارتی پنجاب کے قصبے بٹالہ میں پیدا ہوئے۔ بھارت میں سیکریٹریٹ میں ملازمت اختیار کی۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان آ گئے۔ علامہ اقبال سے بہت متاثر تھے۔ مسلم لیگ کی حمایت کی غرض سے علامہ اقبال کے ایما پر سید نذیر نیازی نے "طلوعِ اسلام" کے نام سے رسالہ جاری کیا، تو غلام احمد پرویز نے اس کے لیے بہت سے مضامین لکھے۔ بعد ازاں اس رسالے کی ذمے داری غلام احمد پرویز کے پاس آ گئی۔ اس میں انھوں نے اپنے تئیں فکرِ اقبال

Marfat.com

سر سید سے لے کر لمحۂ موجود تک کے تمام جدید پسندوں میں مغربی نقطۂ نظر کے سب سے زیادہ قریب قرار دیا ہے۔[236] حدیث کی حجیت و ثقاہت کے حوالے سے انھوں جس طرح استشراقی فکر سے ہم آہنگی اختیار کی اس کا مختصر ذکر اوپر گزر چکا ہے، لیکن یہ صرف ایک پہلو تھا۔ انھوں نے نہایت وسیع پیمانے پر مغربی نتائج فکر سے تطابق کی کوشش کی ہے۔[237] اس سلسلے میں ان کے یہ الفاظ قابلِ ملاحظہ ہیں:

> میں نے انسانی فکر کی اڑھائی ہزار سالہ کدوکاوش کا مطالعہ قرآن کی روشنی میں کیا (یا قرآن کا مطالعہ اس فکر کی روشنی میں کیا) تو قرآن کا ایک ایک دعویٰ زندہ حقیقت بن کر میرے سامنے آگیا۔[238]

کے تناظر میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے فکری اور تحقیقی و تصنیفی کام کرنا شروع کیا۔ 1955ء میں ملازمت سے ریٹائرمنٹ لے کر طلوع اسلام ہی کے نام سے ادارہ بنایا اور تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گئے۔ طلوعِ اسلام میں مضامین کے ساتھ ساتھ بہت سی کتابیں لکھیں، جن میں "مفہوم القرآن"، "مطالب الفرقان"، "انسان نے کیا سوچا"، "من و یزداں"، "ابلیس و آدم"، "مقامِ حدیث"، "معراجِ انسانیت"، "ختم نبوت اور تحریکِ احمدیت"، "کتاب التقدیر"، "طاہرہ کے نام خطوط" وغیرہ شامل ہیں۔ اپنے نظریات و افکار کے لیے قرآن اور فکرِ اقبال کو رہنما بتاتے تھے۔ روایتی فکر سے سخت اختلاف کیا۔ اپنے افکار و نظریات کی بنیاد صرف قرآن کو قرار دیتے تھے۔ فکرِ اقبال سے رہنمائی کے دعوے دار تھے۔ احادیث کو بالعموم فرضی و جعلی اور ناقابل اعتبار و حجت باور کرانے کی کوشش کی۔ معجزات و خوارق، فرشتوں، وجودِ آدم، تقدیر، آخرت اور جنت و جہنم وغیرہ کی روایتی تعبیرات کو مسترد کرتے ہوئے، ان کی ایسی تعبیرات کرنے کی کوشش کی جو عام مغربی تصورِ عقل و مشاہدہ سے ہم آہنگ ہوں۔

[236] عزیز احمد، برِ صغیر میں اسلامی جدیدیت، ترجمہ۔ ڈاکٹر جمیل جالبی (لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، 1989ء)، 322-323۔

[237] پرویز اور سر سید پر مغربی فکر کے اثرات اور اس کے نتیجے میں ان کی جانب سے سامنے آنے والے تفسیری افکار کا راقم نے الگ سے تفصیلی مطالعہ کیا ہے، جو ان شاء اللہ جلد ہی کتابی شکل میں نذرِ قارئین کیا جائے گا۔

[238] غلام احمد پرویز، انسان نے کیا سوچا (لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، 1991ء)، 15۔

Marfat.com

مذکورہ تناظر میں پرویز نے متعدد موضوعات پر کلام کیا ہے۔ جدید مغرب میں چوں کہ کائنات کے عام مشاہد قوانین میں کسی بھی طرح کی ماورائی مداخلت (جس سے خدا کا قادرِ مطلق ہونا ثابت ہوتا ہے) کو جہالت و وہم پرستی قرار دیا گیا تھا۔[239] چناں چہ پرویز صاحب بھی ایسے تصور کو غلط سمجھتے ہیں جس میں خدا کو اختیارِ مطلق حاصل ہو، اور وہ کسی قاعدے اور ضابطے کا پابند نہ ہو۔[240] رسول اللہ ﷺ کو پرویز صاحب نے اپنی تعبیراتِ قرآنی میں نظامِ حکومت اور مرکزی اتھارٹی کا ہم معنی قرار دیا ہے۔[241] ملائکہ سے ان کے نزدیک مراد فطرت کی قوتیں ہیں۔ قصۂ آدم میں ملائکہ کے آدم کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا جو ذکر ہے، اس سے مراد در حقیقت فطرت کی قوتوں کا بنی نوع انسان کے لیے مسخر کیا جانا ہے۔[242] شیطان کوئی موجود فی الخارج ہستی یا شخصیت نہیں بلکہ انسان کے اپنے فیصلوں، ارادوں اور جذبات سے عبارت ہے۔[243] جنات سے قرآن کی مراد جنگلی، صحرائی اور خانہ بدوش انسان ہیں۔[244] جہنم قرآن کی رو سے کسی گڑھے یا ایسے مقام کا نام نہیں، جس میں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں اور مجرموں کو اس میں جھونک دیا جائے، بلکہ دراصل یہ انسان ہی کے قلبِ سوزاں کی کیفیت اور اعمالِ بد کے نتیجے میں اس کے اندر پیدا ہو جانے والے اضطرابِ پیہم اور کربِ مسلسل کا نام ہے۔[245] جنت ایسی مثالوں سے عبارت ہے، جو قرآن کے اولیں مخاطب عربوں کے لیے متاثر کن تھیں۔ گھنے باغات جن میں صاف شفاف چشمے ہوں اور ان کا ٹھنڈا پانی چاروں طرف بہ رہا ہو، درخت پھلوں سے لدے، دودھ اور شہد کی ایسی افراط کہ گویا ان کی نہریں بہ رہی ہوں، اعلیٰ درجے کے قالین اور صوفے بچھے ہوئے محلات، جن

239 *Supernatural Religion*, II/480.

240 غلام احمد پرویز، مطالب الفرقان (لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، س ن) 5/12۔

241 پرویز، مطالب الفرقان، 4/384۔

242 پرویز، مطالب الفرقان، 2/67-70۔

243 پرویز، مطالب الفرقان، 2/50-52۔

244 پرویز، مطالب الفرقان، 2/41-42۔

245 پرویز، مطالب الفرقان، 1/327-328۔

Marfat.com

میں حریر و اطلس کے پردے آویزاں، بلوریں آفتابے، چاندی سونے کے ظروف، لطیف گوشت، خوش ذائقہ مشروبات، ہم مزاج، ہم رنگ، یک آہنگ احباب کی محفلیں۔ تپتے ہوئے صحراؤں کے باسی عربوں کی زندگی ظاہر ہے اسی طرح کی مثالوں سے سجائی جا سکتی تھی۔[246] انسان اشرف المخلوقات نہیں۔[247] آدم سے کوئی خاص انسان یا بشر مراد نہیں۔ قصۂ آدم خود نوعِ انسانی کی سر گذشت ہے۔[248] معجزہ قانونِ فطرت کے خلاف ہے، اور قرآن کی رو سے کوئی واقعہ خلافِ قانون فطرت رونما نہیں ہو سکتا، بنابریں معجزات کا وجود بروئے قرآن غلط ہے۔[249] چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ایک انتہائی سزا ہے، جس کے عملی اطلاق کا موقع قریب قریب ناممکن ہے، اور قطع ید سے در حقیقت مراد ایسا طریق اختیار کرنا ہے کہ چور چوری سے باز آ جائیں۔[250] تعدد ازواج ایسی شرائط سے مشروط ہے کہ یہ قریباً ناممکن العمل ہو کر رہ جاتا ہے۔[251] قرآن نے دراصل ایک وقت میں ایک ہی بیوی کا اصول مقرر کیا ہے؛ اگر کسی وقت بیوی سے نباہ کی صورت نہ رہے تو قرآن کی رو سے اس کی موجودگی میں دوسری بیوی کی اجازت نہیں، ہاں البتہ اس کی جگہ دوسری بیوی لائی جا سکتی ہے۔[252] معیشت کے مسئلے کا حل مارکسی فکر میں پنہاں ہے۔[253] رزق کا معاملہ خدا نے اپنے ہاتھ میں نہیں رکھا؛ یہ مذہبی پیشوائیت کی فریب کاری ہے جو عوام کو اس غلط عقیدے کی افیون دے کر نظامِ سرمایہ داری کی جڑیں مضبوط کرتی رہتی ہے۔ صاحبِ اقتدار گروہ وسائلِ پیداوار اپنی ملکیت میں لے لیتا ہے اور پھر دوسرے انسانوں کو روٹی کا محتاج بنا کر ان سے اپنا ہر حکم منواتا

---

[246] پرویز، مطالب الفرقان، 1/ 333-334۔

[247] پرویز، مطالب الفرقان، 2/41۔

[248] پرویز، مطالب الفرقان، 2/62۔

[249] پرویز، مطالب الفرقان، 4/93۔

[250] پرویز، مطالب الفرقان، 4/ 503-510۔

[251] پرویز، مطالب الفرقان، 3/348۔

[252] پرویز، مطالب الفرقان، 3/346۔

[253] پرویز، مطالب الفرقان، 1/115-116، 132۔

Marfat.com

ہے۔ جب بھوکے انسان اس کے خلاف صداے احتجاج بلند کرتے ہیں، تو مذہبی پیشوائیت انھیں یہ کہ کر سلا دیتی ہے کہ رزق کی تقسیم خدا نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے؛ وہ جسے چاہتا ہے امیر بنا دیتا جسے چاہتا ہے غریب رکھتا ہے؛ جسے چاہتا رزقِ فراواں عطا کر دیتا ہے؛ جسے چاہتا ہے بھوکا رکھتا ہے، کوئی انسان اس فرق کو مٹا نہیں سکتا۔[254]

مرزا غلام احمد قادیانی

مرزا غلام احمد قادیانی (1835ء-1908ء)[255] نے چوں کہ مہدی، مسیح اور نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس لحاظ سے وہ تجدد پسند ہی نہیں، بلکہ ایک بالکل نئے مذہب کے بانی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ البتہ انھیں اس ذیل میں اس لیے شمار کیا جا سکتا ہے کہ وہ سر سید اور ان کے مکتبِ خیال کے افکار و نظریات سے متاثر رہے۔ شیخ محمد اکرام (1908ء-1971ء)[256] کے مطابق مولوی چراغ

---

[254] پرویز، مطالب الفرقان، 1/ 107۔

[255] مرزا غلام احمد قادیانی پنجاب کے شہر گورداسپور کے قصبے قادیان کے ایک جاگیر دار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ہندوؤں اور عیسائیوں وغیرہ سے اسلام کی حمایت و حقانیت کے حوالے سے مناظروں میں شہرت حاصل کی۔ 1889ء میں تحریک احمدیت کی بنیاد رکھی، جس کا مقصد اسلام کی تجدید و تبلیغ کرنا بیان کیا گیا۔ 1891ء میں مرزا نے مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ بعد ازاں ان کی طرف سے نبوت کے دعاوی بھی سامنے آئے۔ ان دعووں سے قبل راسخ العقیدہ علما کی جانب سے ان کی حمایت اور تعریف و توصیف بھی ہوا کرتی تھی۔ لیکن اس نوعیت کے دعووں نے ان کے خلاف ایک شدید ردعمل پیدا کر دیا، اور انھیں کافر و دجال اور خارج از اسلام قرار دیا گیا۔ پھر ان کے خلاف اور آں جناب ﷺ کی ختمِ نبوت کے تحفظ کے حوالے سے ایک زبردست عوامی تحریک برپا ہوئی، جس کے نتیجے میں پاکستان کے آئین کی رو سے مرزا قادیانی اور ان کے پیروکاروں کو سرکاری سطح پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔

[256] پاکستانی مورخ و محقق۔ گورنمنٹ کالج لاہور اور آکسفورڈ یونی ورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ انڈین سول سروس میں شمولیت اختیار کی۔ قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان کی وزارتِ اطلاعات میں آفیسر رہے۔ اعلیٰ انتظامی عہدوں کی بھاری ذمے داریوں کے ساتھ ساتھ نہایت اہم علمی و تحقیقی کام بھی کیے۔ مسلمانانِ برصغیر کی مذہبی و ثقافتی تاریخ کے حوالے سے ان کی کتابوں "آبِ کوثر"، "رودِ کوثر" اور "موجِ کوثر" کو بہت پذیرائی ملی۔ شبلی اور غالب کے

Marfat.com

علی سے مرزا کی خط و کتابت تھی اور جہاد سے متعلق وہ مولوی صاحب کے ہم خیال تھے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق انھوں نے سر سید کے خیالات کی پیروی کی۔[257] نئی نبوت کی گنجایش بھی اہلِ تجدد نے فراہم کر دی تھی۔ بنا بریں یہ بات ناقابلِ فہم نہیں کہ مرزا قادیانی نے اس سلسلے میں انھی کے خیالات سے استفادہ کیا۔ تاہم قادیانیت کے ظہور میں نو آبادیاتی نظام اور انگریزوں کا کردار غیر معمولی ہے۔ مرزا کا عقیدہ تھا کہ اسلام کے دو حصے ہیں: ایک کا تعلق خدا سے ہے اور دوسرے کا امن امان قائم کرنے والی حکومت سے۔ امن امان قائم کرنے والی حکومت چوں کہ اس وقت حکومتِ برطانیہ ہے، لہٰذا اس سے سرکشی اسلام سے سرکشی کے مترادف ہے۔ ان میں انگریز پرستی کا جذبہ اس قدر شدید تھا کہ وہ اس معاملے میں اپنے مخالفین کو احمق و نادان بلکہ حرامی اور بدکار قرار دیتے تھے۔[258]

عرب میں عبدہ اور برصغیر میں سر سید احمد خاں اور ان کے پیروکاروں اور مکتب خیال کے افراد کو ان کی مغرب پسندانہ تعبیرِ اسلام کی بنیاد پر مغربی تہذیب و اقدار کے علم بردار اور مسلم معاشروں میں اصلاحات کے مغربی پروگرام کے موید و مددگار قرار دیا جاتا ہے۔ لارڈ کرومر (Evelyn Baring, 1st Earl of Cromer، 1841ء–1917ء)[259] نے اسی تناظر میں کہا تھا کہ یہ

سوانح اور پاک و ہند کی فارسی شاعری کا مجموعہ بھی شائع کیا۔ پنجاب یونی ورسٹی نے ڈی لٹ کی ڈگری دی۔ ایران اور پاکستان کی حکومتوں کی طرف سے تمغے اور اعزازات بھی ملے۔

[257] شیخ محمد اکرام، موجِ کوثر (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1992ء)، 178۔

[258] قاضی جاوید، سر سید سے اقبال تک (لاہور: تخلیقات، 1998ء)، 93۔

[259] مصر کا برطانوی ناظم اعلیٰ۔ یہ عالم اسلام میں برطانوی سامراجیت کے بڑے معماروں میں سے ایک تھا۔ یہ ایک ایسے جدید مصر کی تعمیر و تشکیل کا سب سے بڑا داعی تھا، جو اسلام کے برائے نام رشتے کے ساتھ مغربی اصول اقدار کا حلقہ بگوش اور علم بردار ہو۔ مصر میں اس کا عرصۂ اقتدار و اختیار 1883ء تا 1907ء ہے۔ لارڈ کرومر نے عبدہ اور ان کے پیروکاروں اور ان کے نظریات و افکار کی ہر ممکن حمایت و مدد کی کوشش کی۔ اس نے مصر کی لبرل قوم پرست پارٹی حزب الوفد کے رہنما سعد زغلول (1859ء–1927ء) کو، جو عبدہ کے نہ صرف عزیز طالب علم تھے بلکہ عبدہ کو پیر و مرشد کی طرح خیال کرتے اور ان کے نظریات کی ترویج کو ترقی کا واحد راستہ قرار دیتے تھے، کو

Marfat.com

حضرات اس بات کا استحقاق رکھتے ہیں کہ ان کی ہر ممکن مدد اور حوصلہ افزائی کی جائے، کیوں کہ وہ یورپی مصلح کے فطری اتحادی ہیں۔ لارڈ کرومر نے مصر میں مغربی ضروریات و مفادات کے نقطۂ نظر سے عبدہ کی اہمیت بیان کرتے اور انھیں مذہبی اصلاحات کے حوالے سے ہندوستان کے سرسید احمد خاں کے مماثل قرار دیتے ہوئے کہا:

The political Importance of Muhammad ʿAbduh's life lies in the fact that he may be said to have been the founder of a school of thought in Egypt very similar to that established in India by Sayyid Ahmad, the creator of Alīgaṛh College... They are too much tainted with a suspicion of heterodoxy to carry far along with it the staunch, conservative Moslem... Their task is therefore one of great difficulty. But they deserve all the encouragement and support which can be given to them. They are the natural allies of the European reformer.[260]

محمد عبدہ کی زندگی کی سیاسی اہمیت اس حقیقت سے عیاں ہے کہ انھیں مصر میں اسی طرح کے مکتبِ خیال کے بانی کہا جاسکتا ہے، جس طرح کا مکتبِ خیال علی گڑھ کے بانی سرسید احمد خاں نے ہندوستان میں قائم کیا... یہ مکتبِ فکر جدت پسندی کے شکوک و شبہات سے اس درجہ لبریز ہے کہ راسخ العقیدہ اور قدامت پسند مسلمان اس کے ساتھ زیادہ دور تک نہیں چل سکتا... ان لوگوں

وزیر تعلیم بھی مقرر کیا تھا۔ کرومر نے جدید مصر کے حوالے سے دو جلدوں میں "Modern Egypt" کے عنوان سے کتاب بھی تحریر کی۔

[260] The Earl of Cromer, *Modern Egypt*(New york: Macmillan, 1908), 2/ 180.

Marfat.com

کا کام بڑا مشکل ہے۔ لیکن یہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کی بھرپور مدد اور
حوصلہ افزائی کی جائے۔ یہ یورپی مصلح کے فطری اتحادی ہیں۔

اوپر کی بحث سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ مستشرقین نے اہلِ اسلام کو اپنے دین سے متعلق شکوک شبہات میں مبتلا کرنے، تجدد و مغربیت اختیار کرنے اور عہدِ نو کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کو جدید مغربی نقطہ نظر سے ہم آہنگ کرنے پر مائل کرنے کی بساط بھر کوشش کی ہے۔ ان کی یہ کوشش بے نتیجہ نہیں رہی۔ ان کی فکر نے عالمِ اسلام میں بہت سے لوگوں کے عقل و شعور اور روح و بدن میں نفوذ حاصل کر لیا۔ مسلمانوں میں ایسے بہت سے افراد سامنے آنے لگے، جنھوں نے اپنی قوموں کو لفظ و معنی اور حقیقت و شکل ہر اعتبار سے مغربی سانچے میں ڈھلنے کی دعوت دی۔ اسلامی احکام و تعلیمات سے بے زاری پیدا ہونے لگی، یا ان کی ایسی تعبیرات پیش کی جانے لگیں جو مغربی معیارات سے زیادہ سے زیادہ مطابقت رکھتی ہوں۔ یہ لوگ اسلامی عقائد و احکام میں سے ہر اس عقیدہ و حکم کو تاویل کی سان پر چڑھانے یا بدل ڈالنے میں مصروف ہو گئے جو اپنی اصلی شکل میں جدید مغربی یا مغرب سے متاثر ذہن کے لیے قابلِ قبول دکھائی نہ دیا۔ یوں بقول کینٹول سمتھ یہ معذرت خواہ نہ صرف اپنے بلکہ بہت سے دیگر مسلمانوں کے ایمان و یقین میں انتشار و تزلزل کا سبب بنے۔[261] ڈاکٹر رفیع الدین (1904ء-1969ء)[262] کے مطابق تجدد

[261] Smith, *Islam in Modern History*, 122.

[262] معروف پاکستانی نقاد، سکالر، ماہر اقبالیات۔ جموں میں پیدا ہوئے، پرنس آف ویلز کالج جموں اور سری پرتاپ کالج سری نگر میں عربی اور فارسی کے استاد رہے۔ تقسیم ہند کے بعد لاہور منتقل ہو گئے۔ انسٹیٹوٹ آف اسلامک کلچر لاہور میں ریسرچ آفیسر اور اقبال اکیڈمی کراچی، اسلامک ایجوکیشن کانگرس لاہور میں ڈائریکٹر کی حیثیت سے خدمات سر انجام دیں۔ جدید دور کی ضروریات اور تقاضوں کے تناظر میں اسلام کی تعبیر و تشریح، فلسفیانہ اور سائنسی محاذ پر اسلامی عقائد و افکار کے دفاع، علومِ قرآنی اور فکرِ اقبال کی ترویج و اشاعت کے حوالے سے انتھک محنت کی۔ "قرآن اور علم جدید" اور "حکمتِ اقبال" کے علاوہ "Ideology of the Future", "First principles of Education", "Fallacy of Marxism", "The meaning and purpose of

Marfat.com

پسندوں کی خواہش اجتہاد بالعموم ان کی اسلام سے محبت کا نتیجہ ہونے کی بجائے الٹا اس سے بے زاری اور دیگر افکار و نظریات سے محبت کا ثمر ہے۔ اجتہاد کی اس خواہش کا مقصد اسلام کی بنیادی و حقیقی تصورات کی دریافت و وضاحت نہیں بلکہ اسے دیگر نظریات کے قریب تر لانا ہے تا کہ ان نظریات کے حامل اور دلدادگان کو مطمئن کیا جا سکے۔ یہ شریعت کے اندر سے فطری ارتقا کے نتیجے میں سامنے آنے والا اصلی اجتہاد نہیں بلکہ امکانی حد تک اپنے پسندیدہ دیگر افکار و خیالات کو اسلام کا مقام دینا ہے۔[263]

"Islamic Research", "Potential Contribution of Islam to World Peace" وغیرہ متعدد اہم تصانیف یادگار چھوڑیں۔

[263] Dr. Rafī u-d-Dīn, "The task of Islamic Research", *The Pakistan times*, Lahore, August 2, 1963.

Marfat.com

استشراق، تجدد اور راسخ العقیدگی: چند تاثرات و معروضات

Marfat.com

Marfat.com

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ استشراق، تجدد اور راسخ العقیدگی سے متعلق اپنا طالب علمانہ تجزیہ اور چند تاثرات و معروضات پیش کر دی جائیں۔ ان معروضات میں ان سوالات کے طالب علمانہ جوابات عرض کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ استشراق اور مغربی فکر کو دنیائے اسلام میں کس قدر کامیابی ملی؟ تجدد کس پیمانے پر عالمِ اسلام میں راہ پا سکا؟ اس کی کامیابی یا ناکامی اور اس کی بنیادیں کیا ہیں؟ اپنی تاریخ سے استشراق اور تجدد کو کیا سبق ملتا ہے؟ راسخ العقیدہ اسلامیت کا استشراق اور تجدد سے متعلق عمومی رویہ کیا ہے اور کیسا ہونا چاہیے؟ اپنی ان معروضات و تاثرات کو ہم چند نکات کی شکل میں عرض کرتے ہیں:

استشراق اور تجدد کی محدود کامیابی اور اس کا سبب

استشراق اور تجدد نے اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود مسلم معاشروں میں وسیع پیمانے پر کامیابی حاصل نہیں کی۔ اس کو فقط ایک محدود طبقے میں کامیابی ملی، اور وہ بھی اس وجہ سے نہیں کہ اہلِ تجدد نے بڑے شرحِ صدر کے ساتھ اسے قبول کر لیا تھا، بلکہ اس وجہ سے کہ ان میں سے بہت سے لوگ اپنے مغرب اور مغربی مطالعات سے فوری تاثر کی بنا پر یہ سمجھے تھے کہ موجودہ حالات کے تناظر میں یہ ایک زوردار لہر ہے، جس کے آگے بند باندھنے کی ضرورت ہے تاکہ اسلام اور مسلمانوں کو الحاد و دہریت کے خطرے سے بچایا جائے۔ گویا اکثر تجدد پسندوں نے استشراقی تحقیقات اور مغربی علم و سائنس کے مظاہر کا مقابلہ کرنے کے لیے بہ امر مجبوری اس کو اختیار کیا، ورنہ وہ خود بھی اس سے کوئی زیادہ مطمئن نہ تھے، اور نہ ہی اسے اپنے نہاں خانۂ دل میں اسلام کی حقیقی تعبیر خیال کرتے تھے۔ اس بات کا حقیقت ہونا ان تاثرات اور تاویلات سے عیاں ہے، جو اہلِ تجدد کے ہاں ان کی مذہبی تعبیرات اور اس کے جواز کے حق میں دلائل سے سامنے آتی ہیں۔ مثلاً مفتی عبدہ، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، اپنی اکثر و بیشتر تاویلات میں یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ روایتی تعبیر بھی اختیار کی جا سکتی ہے اور جدید علم و سائنس کے تناظر میں اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے! مثال کے طور پر آدم سے متعلق تعبیر میں انھوں نے موقف اختیار کیا تھا کہ اس سے ہر نسل کا الگ مورثِ اعلیٰ بھی مراد ہو سکتا ہے اور اگر کوئی روایتی تعبیر کے مطابق ایک ہی شخص کو سب بنی نوع انسان کا باپ سمجھتا ہے، تو وہ بھی اس کے لحاظ سے درست ہے۔ اور سر سید کے کا یہ

Marfat.com

اقرار منقول ہے کہ انھوں نے اپنی تفسیر لکھی ہی ان لوگوں کے لیے تھی، جو جدید مغربی علم و نظریات سے متاثر تھے، اور ان کے اسلام سے بھاگ جانے کا اندیشہ تھا۔ جے ایم ایس بلجن نے شیخ طنطاوی کی تفسیری تجدد پسندی پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ کہنے کے بعد کہ یہ متن کی صحیح ترجمانی نہیں، اس حقیقت کو نمایاں کیا ہے کہ ان کے زمانے کے حالات کو دیکھیں تو ان کی اس تعبیر کا جواز نظر آتا ہے، یعنی انھوں نے بہ امر مجبوری اسے اختیار کیا، اس لیے قابلِ ملامت نہیں۔ بلجن کے الفاظ ہیں:

> It is obvious that such a treatment of the Holy text has nothing to do with true interpretation. But, when we are blaming the commentator for it, we must, to fair, not lose sight of the fact that in his days the Egyptian were getting information about Western knowledge for the first time on a wider scale. In that situation the best chances of its introduction were to be expected, if a connection could be made with the sacred Scripture, so that people might become less suspicious of it.[1]

> یہ بالکل واضح ہے کہ قرآنِ پاک کی ایسی تعبیر کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، لیکن مفسر کو اس پر ملامت کرتے ہوئے ہمیں اس حقیقت کو پیشِ نگاہ رکھنا نہ بھولنا چاہیے کہ ان کے زمانے میں اہلِ مصر مغربی علم سے متعلق پہلی دفعہ وسیع پیمانے پر واقفیت حاصل کر رہے تھے۔ ان حالات میں اس کے تعارف کی بہترین صورت یہی ہو سکتی تھی کہ اس علم کا تعلق قرآن پاک سے بنایا جائے، تاکہ لوگ کم سے کم متشکک ہوں۔

---

[1] Baljon, *Modern Muslim Koran interpretation*, 6.

Marfat.com

راسخ العقیدگی کے مقابلے میں تجدد کی ناکامی اور اس کا سبب

تجدد کی محدود کامیابی کا مطلب فی الاصل اس کی ناکامی ہے۔ اس ناکامی کی بنیادی وجہ، راقم کے نزدیک، تجدد و مغربیت کا آخرت کی نسبت دنیوی و مادی ترقی پر زور اور اسے غیر معمولی اہمیت دینا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آخرت کی یاد اور دنیا کی بے ثباتی، سطحیت اور ناپائیداری پر توجہ آدمی کو سب سے بڑھ کر صوفی اور اس سے کم عام راسخ العقیدہ اور خدا رسیدہ قسم کا انسان بناتی ہے، ایک تجدد پسند ہر گز نہیں۔ ماڈرنزم خود کو رنگینیِ زندگی کی طرف لے جاتی، یا خود کے لیے یا اوروں کے لیے اس کو آسان تر بنانے کے طریقے تجویز کرتی ہے۔ جن تجدد پسند اہلِ فکر کا ہم نے ذکر کیا، ان میں نمایاں ترین یعنی سر سید احمد خاں، محمد عبدہ، رشید رضا، جب تصوف اور راسخ العقیدگی کے دور میں تھے، خود ان کے اپنے بیانات سے ظاہر ہے، ان پر نیکی و ورع کا غلبہ تھا، اور وہ دنیوی چیزوں کو چنداں اہمیت نہ دیتے تھے؛ نہ صرف دنیوی حرص و طمع سے خود دور و نفور تھے، بلکہ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے تھے، لیکن جونہی ان کی زندگی میں دنیوی اور مادی ترقی کی اہمیت داخل ہوئی، انھوں نے لوگوں کو اس کی اہمیت اور اس کے حصول پر توجہ دینے کی دعوت دینا شروع کر دی۔ اسلام بلاشبہ دنیا سے اپنا حصہ فراموش نہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے[2] لیکن اس کا زور آخرت پر ہے[3]؛ وہ اس دنیا کو کھیل تماشا[4] متاعِ قلیل[5] اور دھوکے کا سامان[6] قرار دیتا اور دنیا کے بجائے اخروی کامیابی کے حصول کی طرف متوجہ کرتا ہے،[7] جس سے ظاہر ہے کہ اس کی مطلوب زندگی اور طرزِ عمل وہی ہے، جس میں موخر الذکر طریق کی جھلک ہو، اور یہ جھلک صحیح تصوف اور راسخ العقیدگی سے پیدا ہوتی ہے۔ ہاں اس میں بھی غلو قابلِ مذمت ہی ہے۔ لہٰذا عوام الناس میں مذہبی حوالے

---

[2] وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا (القصص 77:28)

[3] وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ۔ (العنکبوت 64:29)

[4] وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ (العنکبوت 64:29)

[5] مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى (النساء 77:4)

[6] وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (آل عمران 185:3)

[7] وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (المطففین 26:83)

Marfat.com

سے مقبولیت دنیوی ترقی و خوشحالی کی دعوت دینے والے کی بجائے اس کی ہوتی ہے، جو اس کی بے حیثیتی کو واضح کرتا اور اخروی کامیابی کی کوشش پر ابھارتا ہے۔ اس میں شک نہیں کے عوام الناس خود اکثر و بیشتر مادی ترقی و خوشحالی کی کوشش میں بڑے منہمک ہوتے ہیں، لیکن اہل مذہب میں سے وہ انھی لوگوں کو پسند کرتے ہیں، جو مادیت کی بجائے روحانیت کو اپناتے اور اس کا درس دیتے ہیں۔ آخرت کا دھیان آدمی میں خدا خوفی، عجز و انکسار اور نیکی و تقویٰ کے خصائص پیدا کرتا ہے، جب کہ دنیا اور اس کی ترقی و خوشحالی میں انہماک ان اخلاقی خوبیوں کو سخت نقصان پہنچاتا ہے۔ بہ الفاظِ دیگر ایک راسخ العقیدہ مسلمان ایک تجدد پسند مسلمان کی نسبت اسلامی اخلاقیات پر زیادہ عامل ہوتا ہے۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں، جب وہ کہتے ہیں کہ تجدد و مغربیت کی اشاعت و فروغ میں ایک بنیادی مسئلہ اس کی اخلاقیات کی کمزوری ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کمزوری کا ذکر کرتے اور مغربیت کے علم برداروں کو اس کے خاتمے کی کوشش پر متوجہ کرتے ہوئے اس بات کا بھی اقرار کیا ہے کہ اس مقصد کے لیے جس نوع کے کام کی ضرورت تھی تجدد اس میں ناکام رہا اور روایت پسندی مضبوط ہوئی:

> The basic trouble with Westernism was its lack of morale and ethic which alone could give it strength. Only some form of effective Modernism could confer upon it the required morale and ethic and root it in the new soil...This effective Modernism is failed to devolope ...strengthen of fundamentalism was the weakness of Westernism itself.[8]

> مغربیت کے ساتھ بنیادی مسئلہ اس کے مورال اور اخلاقیات کی کمزوری ہے اور یہی ایسی چیز تھی جو اسے قوت پہنچا سکتی تھی۔ صرف موثر ماڈرنزم ہی اس مطلوبہ مورال اور اخلاقیات کو یقینی بنا سکتی اور نئی سرزمین میں اس کی تخم

---

[8] Fażlur-r-Raḥmān, *Islam*, 222-223.

Marfat.com

ریزی کر سکتی تھی... یہ موثر ماڈرنزم پنپنے میں ناکام رہی... روایت پسندی کی مضبوطی بذاتہ مغربیت کی کمزوری تھی۔

اہلِ تجدد کی تحقیقات بھی جینوئن نہیں

اگرچہ اسی دعوے کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ یہ اوریجنل ہے، لیکن فی الوقع تجدد پسندوں کا کام بھی اوریجنل نہیں، اس لیے کہ ان کے نتائج فکر کم و بیش وہی ہیں، جو مستشرقین پیش کرتے آ رہے ہیں۔ نیز متاخر تجدد پسند جینوئن ریسرچ کے بڑے بڑے دعووں کے باوجود سرسید، عبدہ، طٰہٰ حسین وغیرہ سے کچھ بہت مختلف تحقیقات پیش نہیں کر سکے۔ اس طرح وہ بھی مقلد ہی قرار پاتے ہیں۔ اگر گولڈزیہر، سرسید، مفتی عبدہ کے نظریات کی ہم نوائی ہی جدید تجدد پسندوں کی ہائر کریٹیسزم (Higher Criticism) کے نتائج ہیں، تو پھر ان کی کریٹیسزم ہائر کیوں نہیں جو ابو حنیفہ (699ء/80ھ-767ء/150ھ)[9]، غزالی، ابن تیمیہ (1263ء/661ھ-1328ء/728ء)[10] کے تتبع میں آگے بڑھتے ہیں! مغربی فکر و تہذیب سے موافقت اختیار کرنے والوں کا

[9] پورا نام نعمان بن ثابت بن زوطا بن مرزبان ہے؛ ابو حنیفہ آپ کی کنیت ہے۔ تاریخ فقہِ اسلامی کی غیر معمولی شخصیت ہیں؛ علمی و فقہی اعتبار سے جو مقام و نام پایا، خال خال لوگوں ہی کے حصے میں آیا ہے۔ اپنے علمی تبحر کی بنا پر امام اعظم کا لقب پایا۔ طلبہ تو طلبہ اساتذہ بھی آپ کے حلقۂ درس میں شامل ہوتے۔ مشکل سے مشکل علمی مسائل کو یوں حل کرتے کہ بڑے اساتذہ اور ماہرینِ فن عش عش کر اٹھتے۔ فقہ میں آپ کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اہلِ سنت کے سب سے بڑے مکتبِ فقہ (حنفی) کے ساتھ ساتھ آپ خود علم فقہ کے بانی بھی ہیں۔ حقیقت ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو علم فقہ نہ ہوتا۔ آپ وہ پہلے شخص ہیں، جنھوں نے مصادرِ شریعت سے استنباطِ مسائل کے قواعد و ضوابط وضع کیے، اور اس استنباط کو ایک منظم و مرتب شکل میں پیش کرنے کا سامان کیا۔ علم فقہ کا کوئی طالب علم امام ابو حنیفہ سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔

[10] مشہور مسلم متکلم اور فقیہ؛ تقی الدین ابو العباس احمد بن شہاب الدین عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن الخضر بن محمد بن الخضر بن علی بن عبد اللہ ابن تیمیہ الحرانی۔ حنبلی مکتبِ فقہ کے اہم ترین لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ بہت سے مسائل میں دیگر مدارسِ فقہ ہی نہیں، حنبلی مدرسۂ فقہ سے بھی الگ راہ اختیار کی۔ عقائد کے باب میں بھی متعدد مسائل میں عام مسلم عقیدے سے مختلف آرا کا اظہار کیا۔ ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں

Marfat.com

کام اور یجنل اور تخلیقی سے زیادہ اِس فکر و تہذیب کو راہ دینے اور برداشت کا ماحول پیدا کرنے والا دکھائی دیتا ہے۔ کینٹویل سمتھ کے الفاظ میں:

> In many instances the harmonizing was permissive rather than creative. It allowed a person to be both a Muslim and westernized liberal without conflict; but also without generating a new synthesis that might incite to constructive new dreams and new adventures.[11]

جو تصور قرآن و حدیث کے ظاہری الفاظ سے سمجھ آتا ہے، اسی کے مطابق سمجھنا چاہیے، جس سے اللہ کا جہت و مکان اور جسم سے تعلق قرار پاتا ہے۔ علم کلام اور متکلمین کو نشانۂ تنقید بنایا اور اسے معتزلہ، جہمیہ اور اشعریہ کا غلط نظام استدلال باور کرایا۔ تصوف بالخصوص ابن عربی کے افکار کی پرزور تردید کی۔ توسل اور زیارتِ قبورِ اولیا اور رسول اللہ ﷺ کے روضۂ انور کی زیارت کے لیے سفر کو بدعت قرار دیا، ایک وقت کی تین طلاقوں کے ایک ہی شمار کرنے پر اصرار کیا۔ منگولوں کے مملوکوں پر حملے میں موقف اختیار کیا کہ منگول صحیح مسلمان نہیں ہیں؛ ان کے خلاف مملوکوں کی حمایت میں جنگ جہاد ہے، جو جائز ہی نہیں فرض ہے۔ ابن تیمیہ کی زندگی ہی میں بڑے بڑے علما نے ابن تیمیہ کے افکار کی سخت تردید کی۔ دوسری طرف ابن تیمیہ نے اہل علم کے وسیع حلقے کو متاثر کیا۔ محمد بن عبد الوہاب (1703ء-1792ء) اور ان کے بعد کے وہابی و سلفی علما پر ابن تیمیہ کے گہرے اثرات واضح طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ ابن قیم (1292ء/691ھ-1350ء/751ھ) اور ابن کثیر (1300ء/701ھ-1373ء/774ھ) ایسے مشہور علما ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں۔ ابن تیمیہ نے "الصارم المسلول علی شاتم الرسول"، "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح"، "السیاسة الشرعية فی اصلاح الراعی والرعية"، "منهاج السنة النبوية"، "العقيده الواسطية" وغیرہ بہت سی کتب و رسائل تحریر کیے۔ آپ کے بہت سے رسائل و تصنیفات کو "مجموع الفتاوى" میں جمع کر دیا گیا ہے، جو چھتیس جلدوں میں شائع ہوا ہے۔

[11] Smith, *Islam in Modern History*, 58.

Marfat.com

بہت سی صورتوں میں (مسلم لبرلز کی مغربی فکر و تہذیب سے) توافق کی کوشش تخلیق کی بجائے اجازت و برداشت کا پہلو لیے ہوئے ہوتی ہے۔ یہ آدمی کو بلا کسی تصادم کے مسلمان اور مغرب پسند لبرل رہنے کی اجازت دیتی ہے۔ لیکن یہ کوئی ایسا تخلیقی کام نہیں کرتی جو نئے خواب بونے اور تعمیر و تخلیق کی نئی منزلوں کو لے جانے والا ہو۔

متاخر اہلِ تجدد کے ہاں متقدم اہلِ تجدد کی تحقیقات ہی کا مصدر و منبع ہونا اظہر من الشمس ہے۔ سر سید احمد خاں اور مفتی محمد عبدہ کے بعد آنے والے اہلِ تجدد انھی دو شخصیات کے خوشہ چیں ہیں۔ اہلِ عرب میں مفتی عبدہ کے بعد آنے والے اہلِ تجدد کا مفتی سے اخذ و اکتساب میلکم ایچ کر (Malcolm H. Kerr) کے ہاں یوں نمایاں ہوتا ہے:

...it needs to be recognized that his ideas provided a better basis for apologetics and polemics than for social reform and cultural rebirth.[12]

ماننا چاہیے کہ عبدہ کے نظریات نے معاشرت و ثقافت کی بہتری اور اصلاح کی نسبت معذرت خواہوں کے لیے بہتر بنیادیں فراہم کیں۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی کتاب "اسلام" کے جائزے میں مریم جمیلہ نے ڈاکٹر صاحب کے نتائج فکر کے اور یجنل ہونے کی تردید اور ان کے اہلِ استشراق و تجدد کے نتائج فکر سے مماثل ہونے کا ذکر کرتے ہوئے زیر بحث نکتے کو خوب نمایاں کیا ہے۔ ان کے الفاظ دلچسپ اور قابلِ ملاحظہ ہیں:

Even by his own standards of scholarship, Dr. Fażlur-r-Rahmān has failed to accomplish his avowed purpose. His chapter on the Holy Quran is largely the anti-supernaturalism of Sir Sayyid Aḥmad Khān; his discussion about ḥadīth and the

---

[12] Kerr, *Islamic Reforms,* 105.

Marfat.com

development of Sharia are virtually identical to Schacht's theories; his analysis of Islamic history down to modern times is taken directly from H.A.R Gibb; his modernist apologetics are the same as contained in Amīr Alī's Spirit of Islam and his projection of Islam into the present and future is no different from Smith's Islam in Modern History... if a scholar of the caliber of Dr. Fażlur-r-Rahmān ....is so utterly incapable of producing any work of the slightest originality, creativity and independent thinking, what can be expected of his less intelligent followers?[13]

علم و تحقیق کے اپنے معیار کے مطابق بھی ڈاکٹر فضل الرحمن اپنے بیان کردہ مقصد [اجتہاد اور آزادانہ بحث و تحقیق اور اس کے لیے ساز گار فضا] کے حصول میں ناکام ہوئے ہیں۔ قرآن پاک پر آپ کا باب اکثر و بیشتر مافوق الفطرت کی اسی نوع کی مخالفت ہے، جیسی سر سید احمد خاں کے یہاں ملتی ہے۔ حدیث اور شریعت کے ارتقا سے متعلق آپ کی بحث شاخت کے نظریات سے مماثل ہے۔ عصر حاضر تک کی اسلامی تاریخ براہِ راست ایچ اے آر گب سے ماخوذ ہے۔ آپ کی جدید عذر خواہیاں ویسی ہی ہیں، جیسی سید امیر علی کی "سپرٹ آف اسلام" میں پائی جاتی ہیں۔ اسلام کے حال اور مستقبل سے متعلق آپ کے تجزیے سمتھ کی "اسلام اِن ماڈرن ہسٹری" سے مختلف نہیں ہیں... اگر ڈاکٹر فضل الرحمن... ایسی اہلیت کا حامل شخص بھی ذرا سا

[13] Jamīla, *Islam and Modernism*, 121.

Marfat.com

اور یجنل، تخلیقی اور آزادیِ فکر و خیال پر مبنی کام پیش کرنے کے قابل نہیں، تو
آپ کے آپ سے کم ذہین متبعین سے کیا توقع کی جاسکتی ہے!

تجدد حقیقی تعبیر سے بہت دور لے جاتا ہے

تجدد آدمی کو استشراقی و مغربی فکر سے زیادہ سے زیادہ توافق کی راہ دکھاتا اور رفتہ رفتہ مذہب کی حقیقی تعبیر سے بہت دور لے جاتا ہے۔ تجدد کی حوصلہ افزائی کرنے والے تجدد پسندوں کی کوششوں کو ناکافی سمجھتے اور انھیں باور کراتے ہیں کہ انھوں نے بہت کم کوڑا کرکٹ صاف کیا ہے؛ ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ تاہم وہ اس میدان میں کام کرنے والوں کو بالکل بے حوصلہ بھی نہیں کرنا چاہتے۔ وہ اس باب میں ان کے لیے تعریفی کلمات کہتے ہیں کہ انھوں نے جدید نظریات وثقافت کے مکمل اخذ و قبول کی راہ ہموار کر دی۔ اس بات کا اندازہ پروفیسر ہارٹن (Maximilian Joseph Heinrich Horten، 1874ء–1945ء)[14] کے عبدہ کی اصلاحی کوششوں کی قدر و قیمت سے متعلق اس تبصرے سے ملتا ہے، جسے چارلس سی آدم نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ ہارٹن کا کہنا ہے:

> ہم مورخین مغرب کو جو مشرق کے ذہنی ارتقا کا مطالعہ کرنے کے عادی
> ہوتے ہیں، بے حد افسوس ہے کہ اس موقع پر جب زمانۂ حاضر کی ثقافت
> نفوذ کر رہی ہے، اسلام میں بو علی سینا [980ء–1037ء[15]] ایسا کوئی مفکر

---

[14] جرمن مستشرق۔ یونی ورسٹی آف بون اور سینٹ جوزف یونی ورسٹی آف بیروت سے فلسفے، دینیات اور مشرقی زبانوں کی تعلیم حاصل کی۔ بون یونی ورسٹی میں مشرقی زبانوں کے پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ہارٹن کے مطابق عربی و اسلامی فلسفے، الٰہیات اور تصوف پر ہندی افکار کے اثرات ہیں۔ اسلامی فلسفہ و تصوف اور ان سے متعلق نام ور مسلم سکالرز کے نظریات اور تحقیقی و تصنیفی سرمایے کے حوالے سے ہارٹن نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

[15] ابو علی الحسین بن عبداللہ بن الحسن بن علی بن سینا۔ عالم اسلام کے عظیم ترین مفکرین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ فلسفے اور طب وغیرہ متعدد علوم میں بیش قیمت تحقیقات پر مشرق و مغرب میں غیر معمولی پذیرائی ملی؛ ملک الاطبا، المعلم الثانی اور الشیخ الرئیس ایسے القاب سے نوازے گئے۔ ارسطو کے بعد سب سے بڑے فلسفی

Marfat.com

اعظم پیدا نہ ہوا، جو ثقافت کے نئے مسائل سے دست و گریباں ہوتا؛ قدیم ثقافت کے مردہ و افسردہ اجزا پر غالب آتا؛ اس کے عمدہ اور ٹھوس بنیادی اصولوں کو ترقی دیتا اور دنیا کے علوم حاضرہ کے کم از کم بڑے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتا... جہاں جہاں محمد عبدہ نے فلسفے اور الہیات کے مسائل کو نئے انداز سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے، انھیں صرف جزوی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ ابھی بہت سا کوڑا کرکٹ باقی ہے، جو نئی عمارت کے لیے جگہ نکالنے کی غرض سے دور کرنا پڑے گا... یہ واقعہ ہے کہ مفتی محمد عبدہ جدید فکر و ثقافت کی معقول بنیاد کی طرف ترقی کرنے میں صرف ابتدائی مرحلے پر پہنچ سکے۔ جب اسلام ثقافتِ جدیدہ کو پوری طرح اخذ و جذب کرلے گا، تو اس کے بعد ہی منطق، فلسفہ اور دینیات کے متعلق قطعی اور مکتفی تصانیف پیش کی جاسکیں گی۔[16]

پروفیسر ہارٹن یہاں اس کے سوا عبدہ سے اور کیا توقع کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ انھوں نے اس حوالے سے جو احتیاط ملحوظ رکھی، وہ نہ رکھتے اور پورے طور پر مغربی تہذیب اور افکار و نظریات کو جذب کرلیتے! گویا مستشرقین کے نزدیک کامیابی مکمل مغربی تہذیب اختیار کرنے میں ہے۔ اس

قرار دیے گئے ہیں۔ مغرب میں ابوی سینا (Avicenna) کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ کتب کی تعداد ساڑھے چار سو کے قریب بتائی جاتی ہے، جن میں دو سو چالیس دستیاب ہیں۔ دستیاب کتابوں میں ڈیڑھ سو فلسفے اور چالیس طب سے متعلق بیان کی گئی ہیں۔ معروف کتابوں میں "کتاب الشفاء"، "القانون فی الطب"، "الاشارات والتنبیہات"، "النجاۃ فی المنطق والالٰہیات" وغیرہ شامل ہیں۔ "القانون فی الطب" مغرب میں اٹھارھویں صدی تک میڈیکل کے نصاب کا حصہ رہی؛ طب یونانی میں اس کی اہمیت آج تک مسلّمہ ہے۔ "الشفا" طبیعاتی و مابعد الطبیعاتی علوم کا انسائیکلوپیڈیا کہی جاتی ہے؛ دنیائے فلسفہ میں ایک ہزار سال سے معروف و مقبول چلی آرہی ہے۔ طب، فلسفے اور طبیعات کے ساتھ ساتھ دیگر علوم مثلاً ریاضیات، فلکیات، کیمیا وغیرہ میں بھی ابن سینا نے نہایت قابلِ قدر تحقیقات پیش کیں۔

[16] آدم، اسلام اور تحریک تجدد مصر میں، 154-156۔

Marfat.com

علی سے مرزا کی خط و کتابت تھی اور جہاد سے متعلق وہ مولوی صاحب کے ہم خیال تھے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق انھوں نے سر سید کے خیالات کی پیروی کی۔[257] نئی نبوت کی گنجایش بھی اہلِ تجدد نے فراہم کر دی تھی۔ بنابریں یہ بات ناقابلِ فہم نہیں کہ مرزا قادیانی نے اس سلسلے میں انھی کے خیالات سے استفادہ کیا۔ تاہم قادیانیت کے ظہور میں نو آبادیاتی نظام اور انگریزوں کا کردار غیر معمولی ہے۔ مرزا کا عقیدہ تھا کہ اسلام کے دو حصے ہیں: ایک کا تعلق خدا سے ہے اور دوسرے کا امن امان قائم کرنے والی حکومت سے۔ امن امان قائم کرنے والی حکومت چوں کہ اس وقت حکومتِ برطانیہ ہے، لہٰذا اس سے سرکشی اسلام سے سرکشی کے مترادف ہے۔ ان میں انگریز پرستی کا جذبہ اس قدر شدید تھا کہ وہ اس معاملے میں اپنے مخالفین کو احمق و نادان بلکہ حرامی اور بدکار قرار دیتے تھے۔[258]

عرب میں عبدہ اور برصغیر میں سر سید احمد خاں اور ان کے پیروکاروں اور مکتبِ خیال کے افراد کو ان کی مغرب پسندانہ تعبیرِ اسلام کی بنیاد پر مغربی تہذیب و اقدار کے علم بردار اور مسلم معاشروں میں اصلاحات کے مغربی پروگرام کے موید و مددگار قرار دیا جاتا ہے۔ لارڈ کرومر (Evelyn Baring, 1st Earl of Cromer، 1841ء–1917ء)[259] نے اسی تناظر میں کہا تھا کہ یہ

سوانح اور پاک و ہند کی فارسی شاعری کا مجموعہ بھی شائع کیا۔ پنجاب یونی ورسٹی نے ڈی لٹ کی ڈگری دی۔ ایران اور پاکستان کی حکومتوں کی طرف سے تمغے اور اعزازات بھی ملے۔

257 شیخ محمد اکرام، موجِ کوثر (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1992ء)، 178۔

258 قاضی جاوید، سر سید سے اقبال تک (لاہور: تخلیقات، 1998ء)، 93۔

259 مصر کا برطانوی ناظمِ اعلیٰ۔ یہ عالمِ اسلام میں برطانوی سامراجیت کے بڑے معماروں میں سے ایک تھا۔ یہ ایک ایسے جدید مصر کی تعمیر و تشکیل کا سب سے بڑا داعی تھا، جو اسلام کے برائے نام رشتے کے ساتھ مغربی اصول اقدار کا حلقہ بگوش اور علم بردار ہو۔ مصر میں اس کا عرصۂ اقتدار و اختیار 1883ء تا 1907ء ہے۔ لارڈ کرومر نے عبدہ اور ان کے پیروکاروں اور ان کے نظریات و افکار کی ہر ممکن حمایت و مدد کی کوشش کی۔ اس نے مصر کی لبرل قوم پرست پارٹی حزب الوفد کے رہنما سعد زغلول (1859ء–1927ء) کو، جو عبدہ کے نہ صرف عزیز طالب علم تھے بلکہ عبدہ کو پیر و مرشد کی طرح خیال کرتے اور ان کے نظریات کی ترویج کو ترقی کا واحد راستہ قرار دیتے تھے، کو

Marfat.com

حضرات اس بات کا استحقاق رکھتے ہیں کہ ان کی ہر ممکن مدد اور حوصلہ افزائی کی جائے، کیوں کہ وہ یورپی مصلح کے فطری اتحادی ہیں۔ لارڈ کرومر نے مصر میں مغربی ضروریات و مفادات کے نقطہ نظر سے عبدہ کی اہمیت بیان کرتے اور انھیں مذہبی اصلاحات کے حوالے سے ہندوستان کے سرسید احمد خاں کے مماثل قرار دیتے ہوئے کہا:

> The political Importance of Muhammad ʻAbduh's life lies in the fact that he may be said to have been the founder of a school of thought in Egypt very similar to that established in India by Sayyid Ahmad, the creator of Alīgaṛh College... They are too much tainted with a suspicion of heterodoxy to carry far along with it the staunch, conservative Moslem... Their task is therefore one of great difficulty. But they deserve all the encouragement and support which can be given to them. They are the natural allies of the European reformer.[260]

> محمد عبدہ کی زندگی کی سیاسی اہمیت اس حقیقت سے عیاں ہے کہ انھیں مصر میں اسی طرح کے مکتبِ خیال کے بانی کہا جاسکتا ہے، جس طرح کا مکتبِ خیال علی گڑھ کے بانی سرسید احمد خاں نے ہندوستان میں قائم کیا... یہ مکتبِ فکر جدت پسندی کے شکوک و شبہات سے اس درجہ لبریز ہے کہ راسخ العقیدہ اور قدامت پسند مسلمان اس کے ساتھ زیادہ دور تک نہیں چل سکتا... ان لوگوں

وزیر تعلیم بھی مقرر کیا تھا۔ کرومر نے جدید مصر کے حوالے سے دو جلدوں میں "Modern Egypt" کے عنوان سے کتاب بھی تحریر کی۔

[260] The Earl of Cromer, *Modern Egypt*(New york: Macmillan, 1908), 2/ 180.

Marfat.com

کا کام بڑا مشکل ہے۔ لیکن یہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کی بھرپور مدد اور
حوصلہ افزائی کی جائے۔ یہ یورپی مصلح کے فطری اتحادی ہیں۔

اوپر کی بحث سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ مستشرقین نے اہلِ اسلام کو اپنے دین سے متعلق شکوک شبہات میں مبتلا کرنے، تجدد و مغربیت اختیار کرنے اور عہدِ نو کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کو جدید مغربی نقطہ نظر سے ہم آہنگ کرنے پر مائل کرنے کی بساط بھر کوشش کی ہے۔ ان کی یہ کوشش بے نتیجہ نہیں رہی۔ ان کی فکر نے عالمِ اسلام میں بہت سے لوگوں کے عقل و شعور اور روح و بدن میں نفوذ حاصل کر لیا۔ مسلمانوں میں ایسے بہت سے افراد سامنے آنے لگے، جنھوں نے اپنی قوموں کو لفظ و معنی اور حقیقت و شکل ہر اعتبار سے مغربی سانچے میں ڈھلنے کی دعوت دی۔ اسلامی احکام و تعلیمات سے بے زاری پیدا ہونے لگی، یا ان کی ایسی تعبیرات پیش کی جانے لگیں جو مغربی معیارات سے زیادہ سے زیادہ مطابقت رکھتی ہوں۔ یہ لوگ اسلامی عقائد و احکام میں سے ہر اس عقیدہ و حکم کو تاویل کی سان پر چڑھانے یا بدل ڈالنے میں مصروف ہو گئے جو اپنی اصلی شکل میں جدید مغربی یا مغرب سے متاثر ذہن کے لیے قابلِ قبول دکھائی نہ دیا۔ یوں بقول کینٹول سمتھ یہ معذرت خواہ نہ صرف اپنے بلکہ بہت سے دیگر مسلمانوں کے ایمان و یقین میں انتشار و تزلزل کا سبب بنے۔[261] ڈاکٹر رفیع الدین (1904ء-1969ء)[262] کے مطابق تجدد

[261] Smith, *Islam in Modern History*, 122.

[262] معروف پاکستانی نقاد، سکالر، ماہر اقبالیات۔ جموں میں پیدا ہوئے، پرنس آف ویلز کالج جموں اور سری پرتاپ کالج سری نگر میں عربی اور فارسی کے استاد رہے۔ تقسیم ہند کے بعد لاہور منتقل ہو گئے۔ انسٹیوٹ آف اسلامک کلچر لاہور میں ریسرچ آفیسر اور اقبال اکیڈمی کراچی، اسلامک ایجوکیشن کانگرس لاہور میں ڈائریکٹر کی حیثیت سے خدمات سر انجام دیں۔ جدید دور کی ضروریات اور تقاضوں کے تناظر میں اسلام کی تعبیر و تشریح، فلسفیانہ اور سائنسی محاذ پر اسلامی عقائد و افکار کے دفاع، علومِ قرآنی اور فکرِ اقبال کی ترویج و اشاعت کے حوالے سے انتھک محنت کی۔ "قرآن اور علم جدید" اور "حکمتِ اقبال" کے علاوہ "Ideology of the Future", "First principles of Education", "Fallacy of Marxism", "The meaning and purpose of

Marfat.com

پسندوں کی خواہش اجتہاد بالعموم ان کی اسلام سے محبت کا نتیجہ ہونے کی بجائے الٹا اس سے بے زاری اور دیگر افکار و نظریات سے محبت کا ثمر ہے۔ اجتہاد کی اس خواہش کا مقصد اسلام کی بنیادی و حقیقی تصورات کی دریافت و وضاحت نہیں بلکہ اسے دیگر نظریات کے قریب تر لانا ہے تا کہ ان نظریات کے حامل اور دلدادگان کو مطمئن کیا جا سکے۔ یہ شریعت کے اندر سے فطری ارتقا کے نتیجے میں سامنے آنے والا اصلی اجتہاد نہیں بلکہ امکانی حد تک اپنے پسندیدہ دیگر افکار و خیالات کو اسلام کا مقام دینا ہے۔[263]

"Islamic Research", "Potential Contribution of Islam to World Peace" وغیرہ متعدد اہم تصانیف یادگار چھوڑیں۔

[263] Dr. Rafi´u-d-Dīn,"The task of Islamic Research",*The Pakistan times*, Lahore, August 2, 1963.

Marfat.com

استشراق، تجدد اور راسخ العقیدگی: چند تاثرات و معروضات

Marfat.com

Marfat.com

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ استشراق، تجدد اور راسخ العقیدگی سے متعلق اپنا طالب علمانہ تجزیہ اور چند تاثرات و معروضات پیش کر دی جائیں۔ ان معروضات میں ان سوالات کے طالب علمانہ جوابات عرض کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ استشراق اور مغربی فکر کو دنیائے اسلام میں کس قدر کامیابی ملی؟ تجدد کس پیمانے پر عالمِ اسلام میں راہ پا سکا؟ اس کی کامیابی یا ناکامی اور اس کی بنیادیں کیا ہیں؟ اپنی تاریخ سے استشراق اور تجدد کو کیا سبق ملتا ہے؟ راسخ العقیدہ اسلامیت کا استشراق اور تجدد سے متعلق عمومی رویہ کیا ہے اور کیسا ہونا چاہیے؟ اپنی ان معروضات و تاثرات کو ہم چند نکات کی شکل میں عرض کرتے ہیں:

استشراق اور تجدد کی محدود کامیابی اور اس کا سبب

استشراق اور تجدد نے اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود مسلم معاشروں میں وسیع پیمانے پر کامیابی حاصل نہیں کی۔ اس کو فقط ایک محدود طبقے میں کامیابی ملی، اور وہ بھی اس وجہ سے نہیں کہ اہلِ تجدد نے بڑے شرحِ صدر کے ساتھ اسے قبول کر لیا تھا، بلکہ اس وجہ سے کہ ان میں سے بہت سے لوگ اپنے مغرب اور مغربی مطالعات سے فوری تاثر کی بنا پر یہ سمجھے تھے کہ موجودہ حالات کے تناظر میں یہ ایک زوردار لہر ہے، جس کے آگے بند باندھنے کی ضرورت ہے تاکہ اسلام اور مسلمانوں کو الحاد و دہریت کے خطرے سے بچایا جائے۔ گویا اکثر تجدد پسندوں نے استشراقی تحقیقات اور مغربی علم و سائنس کے مظاہر کا مقابلہ کرنے کے لیے بہ امرِ مجبوری اس کو اختیار کیا، ورنہ وہ خود بھی اس سے کوئی زیادہ مطمئن نہ تھے، اور نہ ہی اسے اپنے نہاں خانۂ دل میں اسلام کی حقیقی تعبیر خیال کرتے تھے۔ اس بات کا حقیقت ہونا ان تاثرات اور تاویلات سے عیاں ہے، جو اہلِ تجدد کے ہاں ان کی مذہبی تعبیرات اور اس کے جواز کے حق میں دلائل سے سامنے آتی ہیں۔ مثلاً مفتی عبدہ، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، اپنی اکثر و بیشتر تاویلات میں یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ روایتی تعبیر بھی اختیار کی جا سکتی ہے اور جدید علم و سائنس کے تناظر میں اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے! مثال کے طور پر آدم سے متعلق تعبیر میں انھوں نے موقف اختیار کیا تھا کہ اس سے ہر نسل کا الگ مورثِ اعلیٰ بھی مراد ہو سکتا ہے اور اگر کوئی روایتی تعبیر کے مطابق ایک ہی شخص کو سب بنی نوعِ انسان کا باپ سمجھتا ہے، تو وہ بھی اس کے لحاظ سے درست ہے۔ اور سرسید کے کا یہ

Marfat.com

اقرار منقول ہے کہ انھوں نے اپنی تفسیر لکھی ہی ان لوگوں کے لیے تھی، جو جدید مغربی علم و نظریات سے متاثر تھے، اور ان کے اسلام سے بھاگ جانے کا اندیشہ تھا۔ جے ایم ایس بلجن نے شیخ طنطاوی کی تفسیری تجدد پسندی پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ کہنے کے بعد کہ یہ متن کی صحیح ترجمانی نہیں، اس حقیقت کو نمایاں کیا ہے کہ ان کے زمانے کے حالات کو دیکھیں تو ان کی اس تعبیر کا جواز نظر آتا ہے، یعنی انھوں نے بہ امر مجبوری اسے اختیار کیا، اس لیے قابلِ ملامت نہیں۔ بلجن کے الفاظ ہیں:

> It is obvious that such a treatment of the Holy text has nothing to do with true interpretation. But, when we are blaming the commentator for it, we must, to fair, not lose sight of the fact that in his days the Egyptian were getting information about Western knowledge for the first time on a wider scale. In that situation the best chances of its introduction were to be expected, if a connection could be made with the sacred Scripture, so that people might become less suspicious of it.[1]
>
> یہ بالکل واضح ہے کہ قرآنِ پاک کی ایسی تعبیر کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، لیکن مفسر کو اس پر ملامت کرتے ہوئے ہمیں اس حقیقت کو پیش نگاہ رکھنا نہ بھولنا چاہیے کہ ان کے زمانے میں اہلِ مصر مغربی علم سے متعلق پہلی دفعہ وسیع پیمانے پر واقفیت حاصل کر رہے تھے۔ ان حالات میں اس کے تعارف کی بہترین صورت یہی ہو سکتی تھی کہ اس علم کا تعلق قرآن پاک سے بنایا جائے، تاکہ لوگ کم سے کم متشکک ہوں۔

1 Baljon, *Modern Muslim Koran interpretation*, 6.

Marfat.com

راسخ العقیدگی کے مقابلے میں تجدد کی ناکامی اور اس کا سبب

تجدد کی محدود کامیابی کا مطلب فی الاصل اس کی ناکامی ہے۔ اس ناکامی کی بنیادی وجہ، راقم کے نزدیک، تجدد و مغربیت کا آخرت کی نسبت دنیوی و مادی ترقی پر زور اور اسے غیر معمولی اہمیت دینا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آخرت کی یاد اور دنیا کی بے ثباتی، سطحیت اور ناپائیداری پر توجہ آدمی کو سب سے بڑھ کر صوفی اور اس سے کم عام راسخ العقیدہ اور خدا رسیدہ قسم کا انسان بناتی ہے، ایک تجدد پسند ہرگز نہیں۔ ماڈرنزم خود کو رنگینی زندگی کی طرف لے جاتی، یا خود کے لیے یا اوروں کے لیے اس کو آسان تر بنانے کے طریقے تجویز کرتی ہے۔ جن تجدد پسند اہل فکر کا ہم نے ذکر کیا، ان میں نمایاں ترین یعنی سر سید احمد خاں، محمد عبدہ، رشید رضا، جب تصوف اور راسخ العقیدگی کے دور میں تھے، خود ان کے اپنے بیانات سے ظاہر ہے، ان پر نیکی و ورع کا غلبہ تھا، اور وہ دنیوی چیزوں کو چنداں اہمیت نہ دیتے تھے؛ نہ صرف دنیوی حرص و طمع سے خود دور و نفور تھے، بلکہ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے تھے، لیکن جونہی ان کی زندگی میں دنیوی اور مادی ترقی کی اہمیت داخل ہوئی، انھوں نے لوگوں کو اس کی اہمیت اور اس کے حصول پر توجہ دینے کی دعوت دینا شروع کر دی۔ اسلام بلاشبہ دنیا سے اپنا حصہ فراموش نہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے[2] لیکن اس کا زور آخرت پر ہے[3]؛ وہ اس دنیا کو کھیل تماشا[4] متاعِ قلیل[5] اور دھوکے کا سامان[6] قرار دیتا اور دنیا کے بجائے اخروی کامیابی کے حصول کی طرف متوجہ کرتا ہے،[7] جس سے ظاہر ہے کہ اس کی مطلوب زندگی اور طرزِ عمل وہی ہے، جس میں موخر الذکر طریق کی جھلک ہو، اور یہ جھلک صحیح تصوف اور راسخ العقیدگی سے پیدا ہوتی ہے۔ ہاں اس میں بھی غلو قابلِ مذمت ہی ہے۔ لہٰذا عوام الناس میں مذہبی حوالے

---

[2] وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا (القصص 77:28)

[3] وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ۔ (العنکبوت 29:64)

[4] وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ (العنکبوت 64:29)

[5] مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِمَنِ اتَّقَىٰ (النساء 77:4)

[6] وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ (آل عمران 185:3)

[7] وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ (المطففین 26:83)

Marfat.com

سے مقبولیت دنیوی ترقی و خوشحالی کی دعوت دینے والے کی بجائے اس کی ہوتی ہے، جو اس کی بے حیثیتی کو واضح کرتا اور اخروی کامیابی کی کوشش پر ابھارتا ہے۔ اس میں شک نہیں کے عوام الناس خود اکثر و بیشتر مادی ترقی و خوشحالی کی کوشش میں بڑے منہمک ہوتے ہیں، لیکن اہلِ مذہب میں سے وہ انھی لوگوں کو پسند کرتے ہیں، جو مادیت کی بجائے روحانیت کو اپناتے اور اس کا درس دیتے ہیں۔ آخرت کا دھیان آدمی میں خدا خوفی، عجز و انکسار اور نیکی و تقویٰ کے خصائص پیدا کرتا ہے، جب کہ دنیا اور اس کی ترقی و خوشحالی میں انہماک ان اخلاقی خوبیوں کو سخت نقصان پہنچاتا ہے۔ بہ الفاظِ دیگر ایک راسخ العقیدہ مسلمان ایک تجدد پسند مسلمان کی نسبت اسلامی اخلاقیات پر زیادہ عامل ہوتا ہے۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں، جب وہ کہتے ہیں کہ تجدد و مغربیت کی اشاعت و فروغ میں ایک بنیادی مسئلہ اس کی اخلاقیات کی کمزوری ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کمزوری کا ذکر کرتے اور مغربیت کے علم برداروں کو اس کے خاتمے کی کوشش پر متوجہ کرتے ہوئے اس بات کا بھی اقرار کیا ہے کہ اس مقصد کے لیے جس نوع کے کام کی ضرورت تھی تجدد اس میں ناکام رہا اور روایت پسندی مضبوط ہوئی:

> The basic trouble with Westernism was its lack of morale and ethic which alone could give it strength. Only some form of effective Modernism could confer upon it the required morale and ethic and root it in the new soil...This effective Modernism is failed to devolope ...strengthen of fundamentalism was the weakness of Westernism itself.[8]

مغربیت کے ساتھ بنیادی مسئلہ اس کے مورال اور اخلاقیات کی کمزوری ہے اور یہی ایسی چیز تھی جو اسے قوت پہنچا سکتی تھی۔ صرف موثر ماڈرنزم ہی اس مطلوبہ مورال اور اخلاقیات کو یقینی بنا سکتی اور نئی سرزمین میں اس کی تخم

[8] Fażlur-r-Raḥmān, *Islam*, 222-223.

Marfat.com

ریزی کر سکتی تھی... یہ موثر ماڈرنزم پنپنے میں ناکام رہی...روایت پسندی کی مضبوطی بذاتہٖ مغربیت کی کمزوری تھی۔

اہلِ تجدد کی تحقیقات بھی جینوئن نہیں

اگرچہ اسی دعوے کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ یہ اوریجنل ہے، لیکن فی الوقع تجدد پسندوں کا کام بھی اوریجنل نہیں، اس لیے کہ ان کے نتائج فکر کم و بیش وہی ہیں، جو مستشرقین پیش کرتے آ رہے ہیں۔ نیز متاخر تجدد پسند جینوئن ریسرچ کے بڑے بڑے دعووں کے باوجود سر سید، عبدہ، طٰہٰ حسین وغیرہ سے کچھ بہت مختلف تحقیقات پیش نہیں کر سکے۔ اس طرح وہ بھی مقلد ہی قرار پاتے ہیں۔ اگر گولڈ زیہر، سر سید، مفتی عبدہ کے نظریات کی ہم نوائی ہی جدید تجدد پسندوں کی ہائر کریٹیسزم (Higher Criticism) کے نتائج ہیں، تو پھر ان کی کریٹیسزم ہائر کیوں نہیں جو ابو حنیفہ (80ھ/699ء-150ھ/767ء)[9]، غزالی، ابن تیمیہ (661ھ/1263ء-1328ء/728ء)[10] کے تتبع میں آگے بڑھتے ہیں! مغربی فکر و تہذیب سے موافقت اختیار کرنے والوں کا

---

[9] پورا نام نعمان بن ثابت بن زوطا بن مرزبان ہے؛ ابو حنیفہ آپ کی کنیت ہے۔ تاریخ فقہِ اسلامی کی غیر معمولی شخصیت ہیں؛ علمی و فقہی اعتبار سے جو مقام و نام پایا، خال خال لوگوں ہی کے حصے میں آیا ہے۔ اپنے علمی تبحر کی بنا پر امام اعظم کا لقب پایا۔ طلبہ تو طلبہ اساتذہ بھی آپ کے حلقۂ درس میں شامل ہوتے۔ مشکل سے مشکل علمی مسائل کو یوں حل کرتے کہ بڑے اساتذہ اور ماہرین فن عش عش کر اٹھتے۔ فقہ میں آپ کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اہل سنت کے سب سے بڑے مکتبِ فقہ (حنفی) کے ساتھ ساتھ آپ خود علم فقہ کے بانی بھی ہیں۔ حقیقت ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو علم فقہ نہ ہوتا۔ آپ وہ پہلے شخص ہیں، جنھوں نے مصادرِ شریعت سے استنباطِ مسائل کے قواعد و ضوابط وضع کیے، اور اس استنباط کو ایک منظم و مرتب شکل میں پیش کرنے کا سامان کیا۔ علم فقہ کا کوئی طالب علم امام ابو حنیفہ سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔

[10] مشہور مسلم متکلم اور فقیہ؛ تقی الدین ابو العباس احمد بن شہاب الدین عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن الخضر بن محمد بن الخضر بن علی بن عبد اللہ ابن تیمیہ الحرانی۔ حنبلی مکتبِ فقہ کے اہم ترین لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ بہت سے مسائل میں دیگر مدارسِ فقہ ہی نہیں، حنبلی مدرسۂ فقہ سے بھی الگ راہ اختیار کی۔ عقائد کے باب میں بھی متعدد مسائل میں عام مسلم عقیدے سے مختلف آرا کا اظہار کیا۔ ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں

Marfat.com

کام اور یجنل اور تخلیقی سے زیادہ اِس فکر و تہذیب کو راہ دینے اور برداشت کا ماحول پیدا کرنے والا دکھائی دیتا ہے۔ کینٹویل سمتھ کے الفاظ میں:

> In many instances the harmonizing was permissive rather than creative. It allowed a person to be both a Muslim and westernized liberal without conflict; but also without generating a new synthesis that might incite to constructive new dreams and new adventures.[11]

جو تصور قرآن و حدیث کے ظاہری الفاظ سے سمجھ آتا ہے، اسی کے مطابق سمجھنا چاہیے، جس سے اللہ کا جہت و مکان اور جسم سے تعلق قرار پاتا ہے۔ علم کلام اور متکلمین کو نشانہ تنقید بنایا اور اسے معتزلہ، جہمیہ اور اشعریہ کا غلط نظام استدلال باور کرایا۔ تصوف بالخصوص ابن عربی کے افکار کی پرزور تردید کی۔ توسل اور زیارتِ قبورِ اولیا اور رسول اللہ ﷺ کے روضۂ انور کی زیارت کے لیے سفر کو بدعت قرار دیا، ایک وقت کی تین طلاقوں کے ایک ہی شمار کرنے پر اصرار کیا۔ منگولوں کے مملوکوں پر حملے میں موقف اختیار کیا کہ منگول صحیح مسلمان نہیں ہیں؛ ان کے خلاف مملوکوں کی حمایت میں جنگ جہاد ہے، جو جائز ہی نہیں فرض ہے۔ ابن تیمیہ کی زندگی ہی میں بڑے بڑے علمانے ابن تیمیہ کے افکار کی سخت تردید کی۔ دوسری طرف ابن تیمیہ نے اہلِ علم کے وسیع حلقے کو متاثر کیا۔ محمد بن عبدالوہاب (1703ء-1792ء) اور ان کے بعد کے وہابی و سلفی علما پر ابن تیمیہ کے گہرے اثرات واضح طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ ابن قیم (1292ء/691ھ-1350ء/751ھ) اور ابن کثیر (1300ء/701ھ-1373ء/774ھ) ایسے مشہور علما ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں۔ ابن تیمیہ نے "الصارم المسلول علی شاتم الرسول"، "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح"، "السیاسة الشرعیة فی اصلاح الراعی والرعیة"، "منهاج السنة النبویة"، "العقیده الواسطیة" وغیرہ بہت سی کتب و رسائل تحریر کیے۔ آپ کے بہت سے رسائل و تصنیفات کو "مجموع الفتاوی " میں جمع کر دیا گیا ہے، جو چھتیس جلدوں میں شائع ہوا ہے۔

[11] Smith, *Islam in Modern History*, 58.

Marfat.com

بہت سی صورتوں میں (مسلم لبرلز کی مغربی فکر و تہذیب سے) توافق کی کوشش تخلیقی کی بجائے اجازت و برداشت کا پہلو لیے ہوئے ہوتی ہے۔ یہ آدمی کو بلا کسی تصادم کے مسلمان اور مغرب پسند لبرل رہنے کی اجازت دیتی ہے۔ لیکن یہ کوئی ایسا تخلیقی کام نہیں کرتی جو نئے خواب بونے اور تعمیر و تخلیق کی نئی منزلوں کو لے جانے والا ہو۔

متاخر اہلِ تجدد کے ہاں متقدم اہلِ تجدد کی تحقیقات ہی کا مصدر و منبع ہونا اظہر من الشمس ہے۔ سر سید احمد خاں اور مفتی محمد عبدہ کے بعد آنے والے اہلِ تجدد انھی دو شخصیات کے خوشہ چیں ہیں۔ اہلِ عرب میں مفتی عبدہ کے بعد آنے والے اہلِ تجدد کا مفتی سے اخذ و اکتساب میلکم ایچ کر (Malcolm H. Kerr) کے ہاں یوں نمایاں ہوتا ہے:

> ...it needs to be recognized that his ideas provided a better basis for apologetics and polemics than for social reform and cultural rebirth.[12]

ماننا چاہیے کہ عبدہ کے نظریات نے معاشرت و ثقافت کی بہتری اور اصلاح کی نسبت معذرت خواہوں کے لیے بہتر بنیادیں فراہم کیں۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی کتاب "اسلام" کے جائزے میں مریم جمیلہ نے ڈاکٹر صاحب کے نتائج فکر کے اور یجنل ہونے کی تردید اور ان کے اہلِ استشراق و تجدد کے نتائج فکر سے مماثل ہونے کا ذکر کرتے ہوئے زیر بحث نکتے کو خوب نمایاں کیا ہے۔ ان کے الفاظ دلچسپ اور قابلِ ملاحظہ ہیں:

> Even by his own standards of scholarship, Dr. Fażlur-r-Rahmān has failed to accomplish his avowed purpose. His chapter on the Holy Quran is largely the anti-supernaturalism of Sir Sayyid Ahmad Khān; his discussion about ḥadīth and the

[12] Kerr, *Islamic Reforms,* 105.

Marfat.com

development of Sharia are virtually identical to Schacht's theories; his analysis of Islamic history down to modern times is taken directly from H.A.R Gibb; his modernist apologetics are the same as contained in Amīr Alī's Spirit of Islam and his projection of Islam into the present and future is no different from Smith's Islam in Modern History... if a scholar of the caliber of Dr. Fażlur-r-Rahmān ....is so utterly incapable of producing any work of the slightest originality, creativity and independent thinking, what can be expected of his less intelligent followers?[13]

علم و تحقیق کے اپنے معیار کے مطابق بھی ڈاکٹر فضل الرحمٰن اپنے بیان کردہ مقصد [اجتہاد اور آزادانہ بحث و تحقیق اور اس کے لیے ساز گار فضا] کے حصول میں ناکام ہوئے ہیں۔ قرآن پاک پر آپ کا باب اکثر و بیشتر مافوق الفطرت کی اسی نوع کی مخالفت ہے، جیسی سرسید احمد خاں کے یہاں ملتی ہے۔ حدیث اور شریعت کے ارتقا سے متعلق آپ کی بحث شاخت کے نظریات سے مماثل ہے۔ عصر حاضر تک کی اسلامی تاریخ براہِ راست ایچ اے آر گب سے ماخوذ ہے۔ آپ کی جدید عذر خواہیاں ویسی ہی ہیں، جیسی سید امیر علی کی "سپرٹ آف اسلام" میں پائی جاتی ہیں۔ اسلام کے حال اور مستقبل سے متعلق آپ کے تجزیے سمتھ کی "اسلام اِن ماڈرن ہسٹری" سے مختلف نہیں ہیں... اگر ڈاکٹر فضل الرحمٰن... ایسی اہلیت کا حامل شخص بھی ذرا سا

13 Jamīla, *Islam and Modernism, 121*.

Marfat.com

اور بیجل، تخلیقی اور آزادیِ فکر و خیال پر مبنی کام پیش کرنے کے قابل نہیں، تو
آپ کے آپ سے کم ذہین متبعین سے کیا توقع کی جاسکتی ہے!

تجدد حقیقی تعبیر سے بہت دور لے جاتا ہے

تجدد آدمی کو استشراقی و مغربی فکر سے زیادہ سے زیادہ توافق کی راہ دکھاتا اور رفتہ رفتہ مذہب کی حقیقی تعبیر سے بہت دور لے جاتا ہے۔ تجدد کی حوصلہ افزائی کرنے والے تجدد پسندوں کی کوششوں کو ناکافی سمجھتے اور انھیں باور کراتے ہیں کہ انھوں نے بہت کم کوڑا کرکٹ صاف کیا ہے؛ ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ تاہم وہ اس میدان میں کام کرنے والوں کو بالکل بے حوصلہ بھی نہیں کرنا چاہتے۔ وہ اس باب میں ان کے لیے تعریفی کلمات کہتے ہیں کہ انھوں نے جدید نظریات و ثقافت کے مکمل اخذ و قبول کی راہ ہموار کر دی۔ اس بات کا اندازہ پروفیسر ہارٹن (Maximilian Joseph Heinrich Horten، 1874ء–1945ء)[14] کے عبدہ کی اصلاحی کوششوں کی قدر و قیمت سے متعلق اس تبصرے سے ملتا ہے، جسے چارلس سی آدم نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ ہارٹن کا کہنا ہے:

> ہم مورخینِ مغرب کو جو مشرق کے ذہنی ارتقا کا مطالعہ کرنے کے عادی
> ہوتے ہیں، بے حد افسوس ہے کہ اس موقع پر جب زمانۂ حاضر کی ثقافت
> نفوذ کر رہی ہے، اسلام میں بو علی سینا [980ء–1037ء[15]] ایسا کوئی مفکرِ

---

[14] جرمن مستشرق۔ یونی ورسٹی آف بون اور سینٹ جوزف یونی ورسٹی آف بیروت سے فلسفے، دینیات اور مشرقی زبانوں کی تعلیم حاصل کی۔ بون یونی ورسٹی میں مشرقی زبانوں کے پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ہارٹن کے مطابق عربی و اسلامی فلسفے، الٰہیات اور تصوف پر ہندی افکار کے اثرات ہیں۔ اسلامی فلسفہ و تصوف اور ان سے متعلق نام ور مسلم سکالرز کے نظریات اور تحقیقی و تصنیفی سرمایے کے حوالے سے ہارٹن نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

[15] ابو علی الحسین بن عبداللہ بن الحسن بن علی بن سینا۔ عالمِ اسلام کے عظیم ترین مفکرین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ فلسفے اور طب وغیرہ متعدد علوم میں بیش قیمت تحقیقات پر مشرق و مغرب میں غیر معمولی پذیرائی ملی؛ ملک الاطبا، المعلم الثانی اور الشیخ الرئیس ایسے القاب سے نوازے گئے۔ ارسطو کے بعد سب سے بڑے فلسفی

Marfat.com

> اعظم پیدا نہ ہوا، جو ثقافت کے نئے مسائل سے دست و گریباں ہوتا؛ قدیم ثقافت کے مردہ و افسردہ اجزا پر غالب آتا؛ اس کے عمدہ اور ٹھوس بنیادی اصولوں کو ترقی دیتا اور دنیا کے علومِ حاضرہ کے کم از کم بڑے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتا... جہاں جہاں محمد عبدہ نے فلسفے اور الٰہیات کے مسائل کو نئے انداز سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے، انھیں صرف جزوی کامیابی حاصل ہوئی ہے... ابھی بہت سا کوڑا کرکٹ باقی ہے، جو نئی عمارت کے لیے جگہ نکالنے کی غرض سے دور کرنا پڑے گا... یہ واقعہ ہے کہ مفتی محمد عبدہ جدید فکر و ثقافت کی معقول بنیاد کی طرف ترقی کرنے میں، صرف ابتدائی مرحلے پر پہنچ سکے۔ جب اسلام ثقافتِ جدیدہ کو پوری طرح اخذ و جذب کر لے گا، تو اس کے بعد ہی منطق، فلسفہ اور دینیات کے متعلق قطعی اور مکتفی تصانیف پیش کی جا سکیں گی۔[16]

پروفیسر ہارٹن یہاں اس کے سوا عبدہ سے اور کیا توقع کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ انھوں نے اس حوالے سے جو احتیاط ملحوظ رکھی، وہ نہ رکھتے اور پورے طور پر مغربی تہذیب اور افکار و نظریات کو جذب کر لیتے! گویا مستشرقین کے نزدیک کامیابی مکمل مغربی تہذیب اختیار کرنے میں ہے۔ اس

قرار دیے گئے ہیں۔ مغرب میں ایوی سینا (Avicenna) کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ کتب کی تعداد ساڑھے چار سو کے قریب بتائی جاتی ہے، جن میں دو سو چالیس دستیاب ہیں۔ دستیاب کتابوں میں ڈیڑھ سو فلسفے اور چالیس طب سے متعلق بیان کی گئی ہیں۔ معروف کتابوں میں "کتاب الشفاء"، "القانون فی الطب"، "الاشارات والتنبیہات"، "النجاۃ فی المنطق والالٰہیات" وغیرہ شامل ہیں۔ "القانون فی الطب" مغرب میں اٹھارویں صدی تک میڈیکل کے نصاب کا حصہ رہی؛ طبِ یونانی میں اس کی اہمیت آج تک مسلمہ ہے۔ "الشفا" طبیعاتی و مابعد الطبیعاتی علوم کا انسائیکلوپیڈیا کہی جاتی ہے؛ دنیائے فلسفہ میں ایک ہزار سال سے معروف و مقبول چلی آ رہی ہے۔ طب، فلسفے اور طبیعات کے ساتھ ساتھ دیگر علوم مثلاً ریاضیات، فلکیات، کیمیا وغیرہ میں بھی ابن سینا نے نہایت قابلِ قدر تحقیقات پیش کیں۔

[16] آدم، اسلام اور تحریک تجدد مصر میں، 154-156۔

Marfat.com

سے یہ نتیجہ نکلتا دکھائی دیتا ہے کہ تجدد کی راہ میں بہت دور تک نکلنا پڑتا ہے، جسے ظاہر ہے کہ اسلام اور اس کا مزاج قبول کرنے سے ابا کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ تجدد سے عوام میں اجنبیت پیدا ہو جاتی ہے۔

استشراق اور تجدد کے لیے سبق

اگر اپنے اس دعوے میں واقعی سچے ہیں کہ وہ اسلام کا معروضی مطالعہ پیش کرتے ہیں، تو مستشرقین کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کو ڈکٹیٹ (Dictate) کرنے، ان پر اپنا نظریہ تھوپنے اور انھیں مغربی تہذیب کی خوبیوں سے آشنا کر کے اسے اپنانے کی دعوت دینے سے گریز کریں، یعنی واقعی معروضی رویہ اپنائیں۔ انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمان اکثر و بیشتر ان کے دعواے معروضیت کو قبول کرنے کو تیار نہیں۔ انھیں اگر اپنا وزن بنانا ہے، تو اسلام، قرآن مجید اور حضرت محمد ﷺ کے خلاف طعن و تشنیع اور یہودیت و مسیحیت و مغرب کے روایتی اسلام مخالف طرزِ فکر و عمل سے خود کو مکمل آزاد کرنا ہو گا۔ اس کے بعد اگر ان کو کوئی کامیابی ملتی ہے، تو وہ یقیناً ان کی حقیقی کامیابی ہو گی۔ تجدد کے لیے اساسی اسلامی تصورات و نظریات کو مغرب کے مطابق بنانے کی بجائے اپنی صلاحیتیں اس میں کھپانا اچھا ہے کہ مغرب کے نظریات و افکار پر غور و فکر کر کے یہ دیکھنے کی کوشش کی جائے کہ ان کی حقیقت کیا ہے؟ کیا کوئی نظریہ اور تصور ایسا بھی ہے جس کے مقابلے میں کوئی اساسی اسلامی نظریہ ٹھہر ہی نہ سکتا ہو!

جدید افکار کے چیلنج سے عہدہ برآ ہونے کے لیے غزالی اور شاہ ولی اللہ (1703ء-1762ء)[17] کا راستہ بھی تو اختیار کیا جا سکتا ہے کہ ان کو اس انداز سے دیکھا اور پڑھا جائے اور ان کا اس انداز سے

---

[17] برصغیر سے تعلق رکھنے والے نام ور مسلم سکالر، محدث اور مصلح؛ قطب الدین احمد ولی اللہ بن عبد الرحیم العمری الدہلوی۔ شاہ ولی اللہ کا شمار تاریخ اسلام کے عظیم ترین علما میں ہوتا ہے۔ آپ نہایت ذہین اور اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل انسان تھے۔ صرف سترہ سال کی عمر میں تعلیم مکمل کر کے شیخ مدرسہ کا منصب سنبھال لیا تھا۔ بارہ سال تک والد کے مدرسہ رحیمیہ میں تدریس کے بعد 1724ء میں حرمین کا سفر کیا، اور وہاں کے عظیم اہل علم سے استفادہ کیا۔ آپ کا زمانہ برصغیر میں مغلیہ سلطنت کے زوال کا عہد ہے۔ آپ نے زوال پذیر مسلمانانِ برصغیر کی علمی، دینی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی اصلاح و ترقی کے لیے غیر معمولی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کی

Marfat.com

مطالعہ کیا جائے کہ اساسی اسلامی تصورات کو بگاڑنے کی بجائے ان کو جدید علمی و عقلی اسلوب و منہج کی روشنی میں بعینہٖ حقیقت ثابت کر دیا جائے۔ مثلاً معجزات کے باب میں اس پر زور لگانے کی بجائے کہ معجزات کس طرح عام عادت کے مطابق ثابت کیے جائیں، انرجی اس پر صرف کی جا سکتی ہے کہ عقل اور جدید علم کی روشنی میں بھی ان کے وقوع کو نہیں جھٹلایا جا سکتا۔ عقل خود کہتی ہے کہ جن کو قوانینِ فطرت کہا جاتا ہے وہ عام قوانین ہیں؛ سب کے سب قوانین نہیں؛ سب قوانین آدمی کو معلوم ہی نہیں، پھر یہ کیوں کر کہا جا سکتا ہے کہ معجزہ قوانینِ فطرت کے خلاف ہے۔ وہ کیوں کسی ایسے قانونِ فطرت کے مطابق نہیں جس کی کنہ تک ابھی آدمی نہیں پہنچا۔

اپنی تاویلات سے اکثر علما و محققین اور عام مسلمانوں کی بےزاری سے انھیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ان کی تاویلات میں کمزوری اور نصوص کے حقیقی مفاہیم سے دوری پائی جاتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور ان کے دلائل نصوص کی واقعی صحیح تعبیر پیش کر رہے ہوتے، تو اتنی کثیر تعداد کا اس کو رد کرتے اور ناقابلِ التفات سمجھتے چلے جانا عقلاً ناممکن تھا۔

تعبیرِ دین کے باب میں اہلِ تجدد کے لیے ان کے اندازِ فکر و نظر کے حاملین میں سے اگر کسی حد تک کوئی مثال قابلِ تقلید ہو سکتی ہے، تو وہ مفتی محمد عبدہ کی تعبیر کی ہے، وہ بالعموم تجدد پسندانہ افکار کے لیے فقط گنجایش پیدا کرتے ہیں، انھیں زبردستی منوانے اور امت کے متفق علیہ چلے آتے تصورات اور ان کے حاملین کو طنز و استہزا کا نشانہ نہیں بناتے؛ انھیں یک قلم مسترد کرنے پر زور

جدوجہد کے مختلف پہلو ہیں، لیکن آپ کی اصل پہچان آپ کا علمی کام ہے۔ ترجمۂ قرآن، اصولِ تفسیر، شرحِ حدیث، عقائد و احکامِ اسلام کے عقلی حکم و مصالح کے بیان، مسلمانوں کے مختلف مسالک میں ہم آہنگی اور اختلاف میں اعتدال سے متعلق تحقیقات وغیرہ کے حوالے سے علمی دنیا میں آپ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے کہ آپ کا قد بڑے بڑے نام ور علماے متقدمین سے بھی بڑھ گیا۔ آپ کی مشہور عربی اور فارسی تصانیف میں "الفوزالکبیر فی اصول التفسیر"، حجة الله البالغة"، "انفاس العارفین"، " فیوض الحرمین "، "التفہیمات الالہیة "، " سطعات"، " لمعات "، "شفاء القلوب"، "المسوی "، "المصفی"، " الانصاف فی اسباب الاختلاف"، "عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید"، " ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء" وغیرہ شامل ہیں۔

Marfat.com

نہیں دیتے۔ یعنی مفتی کے طرزِ عمل کے مطابق اگر ان لوگوں کو متوجہ کرنے کے لیے، جو جدید نظریات سے شدید مرعوب و متاثر ہیں، جدید تصورات سے توافق کی ایسی گنجایش پیدا کر لی جائے، جو نصوص کے متفق علیہ اور متبادر مفہوم پر اضافے یا روایتی تعبیر کے مطابق لطیفے یا فائدے کی نوعیت رکھتی ہو، تو یہ اسلام، مسلمانوں اور خود ایسی تعبیرات اختیار کرنے والوں کے لیے مضرت رساں نہ ہو۔

راسخ العقیدگی کے لیے تجاویز

اگر راسخ العقیدہ اسلامیت ان سائنسی و سماجی وغیرہ جدید امور کو بھی خواہ مخواہ اسلام کے لیے خطرہ نہ سمجھ لیا کرے، جن کا اسلام سے اس حوالے سے کوئی تعلق نہیں، تو سچ یہ ہے کہ تجدد کامیاب تو کیا ہو، پیدا ہی نہ ہو۔ تجدد کے پیدا ہونے کی وجہ اسلامی راسخ العقیدگی میں جدیدیت کی نفی ہے۔ راقم الحروف اس تناظر میں دوستوں سے عرض کیا کرتا ہے کہ:

> مستشرقین اور ان کے افکار کا تو ہے ہی، تجدد کے وجود میں مولویوں کے تشدد کا حصہ بھی کچھ کم نہیں۔

اسلام بلاشبہ ایک متحجر دین نہیں ہے۔ وہ ان چیزوں کو جو اس کے بنیادی تصورات و نظریات سے نہیں ٹکراتیں، کھلے دل سے قبول کر لیتا ہے۔ لہٰذا چھوٹی چھوٹی چیزوں کو خواہ مخواہ خطرہ بنا کر راسخ العقیدہ تجدد کو راہ دیتے ہیں۔

راسخ العقیدگی کو مسئلہ وہاں پیدا ہوتا ہے جہاں مثلاً یہ بھی تجدد قرار پاتا ہے کہ کوئی زمین کو گول یا متحرک سمجھے، شرعی دلائل کی بنیاد پر سماع و موسیقی وغیرہ کی مطلق حرمت کی نفی کرے، موجودہ عسکری تنظیموں کے تصورِ جہاد کی مخالفت کرے، چہرے کے پردے کو ضروری قرار نہ دے، ان جدید سائنسی و علمی اور تہذیبی و معاشرتی عناصر سے استفادے کی بات کرے، جن کا نہ صرف یہ کہ اسلام سے کوئی تضاد و تخالف نہیں، بلکہ وہ اس کے مقاصد و اہداف کے لیے مہمیز کا کام کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

عوام الناس نے تجدد قبول نہیں کیا، یہ راسخ العقیدگی کی کامیابی اور اس کے لیے خوشی کی بات ہے لیکن وہ یہ مت سمجھے کہ اس کی خامیوں اور کوتاہیوں کو مسلمانوں نے فراموش کر دیا ہے۔ عوام اگر

Marfat.com

معجزات کے انکار کو قبول نہیں کرتے تو وہ یہ بھی قبول نہیں کرتے کہ کوئی قرآن و حدیث اور اسلامی کتابوں کو چھاپہ خانوں میں چھاپنے، حدود و قیود کے لحاظ کے باوجود سماع و موسیقی اور تفریح طبع کے لیے کھیل وغیرہ کو اسلام کے لیے خطرہ قرار دے، پینٹ شرٹ اور ٹائی سے نماز نہ ہونے، رقاصاؤں کے ناچ دیکھنے والوں کے نکاح ٹوٹ جانے وغیرہ ایسے فتوے جاری کرے، سپیکر میں شیطان بولتا ہوا محسوس کرے۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

کچھ چیزیں واقعی بعد کی مسلم کلرجی کی تخلیق ہیں، جب راسخ العقیدگی ان پر اصرار کرتی ہے، تو ایک ردِ عمل پیدا ہوتا ہے، اور اہلِ تجدد تمام اسلامی نظریات و تصورات ہی کو بعد کی پیداوار قرار دینے پر تل جاتے ہیں۔ لہٰذا اسے چاہیے کہ ان تصورات پر خود ہی تنقیدی نظر ڈالے تاکہ تجدد کو راہ نہ مل پائے۔

جب بعض راسخ العقیدہ احباب مغرب اور اس کی تہذیب کی ہر چیز کی مکمل نفی پر اصرار کرتے ہیں، تو بھی تجدد کو راہ ملتی ہے۔ ایسے لوگوں کو یہ سمجھنے سمجھانے کی ضرورت ہے کہ بلا استثنا کہیں کچھ نہیں ہوتا۔ لا الٰہ کے بعد الا اللہ بھی ہے۔ مغربی تہذیب میں یقیناً خرابیاں ہیں، لیکن کچھ چیزیں اچھی اور اسلام کی رو سے پسندیدہ یا قابلِ قبول بھی ہیں، اور ان میں مسلم معاشروں کے لیے بہت سے فوائد بھی مضمر ہیں، لہٰذا ایسی چیزوں کو اپنانے سے اسلام کے لیے خطرے کی جھنڈی نہ لہرانے لگ جانا چاہیے، خذ ما صفا و دع ماکدر کو پیشِ نگاہ رکھنا چاہیے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے ایامِ جاہلیت کی سب باتوں کو یک قلم مسترد نہ کیا تھا، بلکہ بہت سی باتوں کو باقی رکھا اور اپنایا تھا۔

مغلوب تو غالب کی پیروی اور نقل کرتا ہی ہے۔ اس کی نفسیات ہوتی ہے کہ غالب اس سے برتر و اعلیٰ ہے۔[18] راسخ العقیدہ اسلامیت اگر مسلمانوں کو مقتدا دیکھنے کی خواہش مند ہے ہیں تو اسے

[18] ابنِ خلدون (1332ء/732ھ-1406ء/808ھ) نے مقدمے میں اس حقیقت کو ان الفاظ میں نمایاں کیا ہے: ان النفس ابدا تعتقد الکمال فی من غلبھا وانقادت الیہ۔ یہ الفاظ علامہ ابن خلدون نے جس فصل کی ابتداہی میں لکھے ہیں اس کے عنوان سے مغلوب کی جانب سے غالب کے اقتدا کا شوق اور نفسیات خوب مترشح ہو رہی ہے: فی ان المغلوب مولع بالاقتداء بالغالب فی شعارہ، و زیہ،

Marfat.com

انھیں غلبہ دلانا ہوگا اور غلبہ محض فوجی و عسکری طاقت سے نہیں، علم و سائنس، دریافت و ایجاد اور اسلام کے عطا کردہ اخلاقی اصولوں کے مطابق عمل کے ذریعے ممکن ہے۔ گویا مسلمانوں کو محض مغرب کے عیسائیوں کی پیروی پر لعن طعن کی بجائے، اس جانب متوجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ علم و سائنس اور اسلامی اخلاقیات کو اپنا کر زمانے میں اپنی برتری کا لوہا منوائیں اور ملتِ اسلامیہ کو اس قابل بنائیں کہ لوگ دوسروں کی پیروی چھوڑ کر اس کی پیروی کرنے لگیں۔ کیا وہ زمانہ نہیں گزرا، جب اہلِ مغرب عربی زبان و علوم اور مسلم شعائر و طرزِ حیات اختیار کرنے کے حوالے سے اسی طرح شائق و ساعی ہوتے تھے، جس طرح آج مسلمان انگریزی زبان و علوم اور مغربی انداز و طرزِ زیست کے باب میں ہوتے ہیں!

جدیدیت، تجدد اور تجدد پسندوں کی اسلامیت

میرے خیال میں (اگر ہو سکے اور جدیدیت کو کسی عنوان برداشت نہ کرنے والے احباب کی طبیعتوں کے تکدر کا باعث نہ ہو اور اصطلاحات کی فلسفیانہ باریکیوں سے ذرا صرف نظر کر لیا جائے تو سہولت و شناخت کی خاطر) تجدد اور جدیدیت میں فرق کیا جا سکتا ہے، اور زیر بحث مسئلے میں یہ ایک بہتر رویہ اور طرزِ فکر قرار پا سکتا ہے۔ تفہیم و شناخت کے اس تصور و تناظر میں تجدد جدید فکر و تہذیب کی غیر فطری نقل کا نام ہے، جس میں جدید نظریات کو اپنانے میں تکلف واضح نظر آتا ہے جب کہ جدیدیت جدید فکر و تہذیب کی بعض غیر مضر چیزوں کو اپنا لینے کا فطری عمل۔

میں سوچتا رہا کہ جن حضرات کو تجدد پسند یا متجدد قرار دے رہا ہوں، یہ الفاظ ان سے متعلق زیادتی کا ارتکاب نہ ہو جائیں؛ ذہن نے کئی بار یہ تجویز بھی کیا کہ ان الفاظ کو جدت وغیرہ کے الفاظ سے بدل دوں، لیکن جب بہت سی جگہوں پر ان کے بدیہی تعبیری و تفسیری تکلف کو دیکھا تو ان الفاظ کو برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا۔ ظاہر ہے جب کوئی اس تکلف سے عقائد و نصوصِ اسلامی کی تعبیر کرے کہ جدت پسند ذہن بھی اس کو تکلف اور کھینچ تان سمجھے، تو اس کے لیے وہی الفاظ زیادہ مناسب ہیں جن میں جدت کے حوالے سے تکلف کا مفہوم ہو، اور تجدد اور متجدد ایسے ہی الفاظ ہیں۔ تاہم

ونحلته، وسائر احواله و عوائده ـ ملاحظہ کیجیے: علامہ ولی الدین عبدالرحمٰن بن محمد ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، ت۔ عبداللہ محمد الدرویش (دمشق: دار یعرب، 2004ء/1425ھ)، 1/ 283۔

Marfat.com

اسلامی تاریخ کے معتبر مفکرین اور علما کی روادارانہ آرا کے تناظر میں راقم یہ کہنے کی جسارت کرے گا کہ زیر بحث نوعیت کے اکثر تجدد پسندوں کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دینے کی ضرورت نہیں۔ ان کو غلط تعبیرات اختیار کرنے والے اور گم کردہ راہ قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن اس نوع کے لوگوں یا ان کے پیروکاروں کی اصلاح کے لیے مفید تر بات یہ ہے کہ ان سے تخاطب و مکالمہ میں اس سے بھی گریز کرتے ہوئے نرمی و شائستگی سے جدید ذہن کو اپیل کرنے والے انداز میں کتاب و سنت کے محکم اور واضح دلائل پیش کر کے، انھیں دعوت دی جائے کہ وہ دیانت داری سے اپنے اور اپنے ممدوح اسلاف کے افکار کا جائزہ لیں، اور صحیح اساسی اسلامی نظریات پر ایقان میں ہر کچے پکے جدید نظریے کو دراڑ ڈالنے کی اجازت نہ دیں۔ جہاں تک قادیانیوں کا تعلق ہے، تو انھیں غیر مسلم کہنا قانونی اور اجماعی نقطۂ نظر سے درست ہے، البتہ دعوت و اصلاح کے باب میں وہی رویہ ان سے اپنایا جانا چاہیے، جس کے عام تجدد پسندوں سے متعلق اپنائے جانے کی ضرورت عرض کی گئی ہے۔

اہلِ تجدد کی ہر بات قابلِ رد نہیں

یہ رویہ اور نقطۂ نظر بھی ٹھیک نہیں کہ اہلِ تجدد کی کہی ہوئی ہر بات اور ان کا ہر نتیجۂ فکر قابلِ رد ہے۔ راقم کے خیال میں عقائد کے باب میں تو ان کی اکثر و بیشتر باتیں ناقابلِ قبول ہیں، لیکن تہذیبی و تمدنی اور علمی و سائنسی امور سے تعلق رکھنے والی بعض باتیں مناسب بلکہ قابلِ قبول بھی ہیں۔ ہماری راسخ العقیدگی میں یہ مرض عام پایا جاتا ہے کہ جس سے اختلاف ہے اس کی ہر بات کو لازماً قابلِ رد ہی سمجھنا یا اس پر ناک بھوں ہی چڑھانا ہے۔ حالانکہ سلف اکابرین کے ہاں اپنے سخت مخالفین کی باتوں کو بعض جگہ تائیداً و تحسیناً بیان کرنے کے واضح شواہد ملتے ہیں۔ کتبِ سلف میں ایک مذہبِ فقہ یا ایک مسلکِ عقیدہ و کلام کے ہاں دوسروں کی تردید کے ساتھ بعض جگہوں پر تائید ایک مبتدی بھی آسانی سے ملاحظہ کر سکتا ہے۔ رازی (1149ء/544ھ -1209ء /

Marfat.com

606ھ)[19] اور قرطبی (1214ء/600ھ-1273ء/671ھ)[20] وغیرہ کی تفسیروں سے اس حوالے سے کئی تحقیقی مقالے مرتب کیے جا سکتے ہیں۔

---

19 معروف مسلم مفسر، فلسفی، متکلم؛ فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین بن علی التیمی البکری الرازی۔ علماے اسلام کی صفِ اول کی علمی شخصیات میں سے ہیں۔ ایران کے شہر تہران کے مضافاتی علاقے رَے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد رَے کے معروف خطیب تھے۔ رَے کی نسبت سے رازی اور خطیب والد کی نسبت سے ابن الخطیب کہے جاتے ہیں۔ تفسیر، فلسفہ، علم کلام، فلکیات، طبعیات، مابعد الطبیعات وغیرہ مختلف اور متنوع علوم میں غیر معمولی درک حاصل تھا۔ آپ کی عظمت کو لوہا لوگ آپ کے حینِ حیات ہی ماننے لگے تھے۔ مختلف علاقوں اور شہروں سے بڑے بڑے علما و فضلا آپ سے استفادے کے لیے آیا کرتے تھے۔ فلسفے اور علم کلام میں غیر معمولی مہارت کو امام رازی نے اہل سنت کے عقائد و نظریات کے اثبات کے لیے استعمال کرنے کی بھرپور کوشش کی؛ وہ معتزلہ اور کرامیہ کی زبردست تردید کرتے اور ان سے مناظرے کیا کرتے؛ اس حوالے سے انھیں بہت سی تکالیف بھی برداشت کرنا پڑی تھیں۔ تصانیف میں "التفسیر الکبیر"، "المطالب العالیة"، "البیان والبرهان فی الرد علی اهل الزیغ والطغیان"، "المباحث المشرقیة فی علم الالهیة والطبیعة"، "شرح عیون الحکمة لابن سینا"، "کتاب المنطق الکبیر"، "المحصول فی علم الاصول"، "نهایة العقول فی درایة الاصول"، "سر المکنون"، "شرح اسماء الحسنی" وغیرہ شامل ہیں۔ امام رازی ایسے فلسفی و متکلم کے حوالے سے یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ وہ فلسفہ و کلام اور معقولات کی گتھیاں سلجھانے میں عمرِ عزیز کا بیشتر حصہ صرف کرنے کے باوجود پیاسوں کی پیاس بجھانے اور مریضوں کے شفایاب کرنے کے حوالے سے ان سب چیزوں کو قرآن کے مقابلے میں بے حیثیت پاتے اور اس کا برملا اظہار کرتے ہیں؛ ان کا کہنا ہے کہ پیاسوں اور مریضوں کی تسلی کے لیے میں نے قرآن سے بڑھ کر شافی کسی چیز کو نہیں پایا۔

20 مشہور مفسر اور مالکی فقیہ؛ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر الانصاری الخزرجی القرطبی۔ بہت بڑے عالم و فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت عابد و زاہد بھی تھے۔ آپ کی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" تفسیر قرآن سے متعلق معلومات کا خزانہ اور دنیاے تفسیر میں ایک منفرد تالیف ہے۔ دیگر کتب میں "التذکرہ فی احوال الموتی وامور الآخرة"، "التذکار فی افضل الاذکار"، "الاسنی فی شرح اسماء

Marfat.com

دوسروں کے علم و تہذیب کا اثر ہر حال میں برا نہیں

اس حقیقت کو بھی پیشِ نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے کہ کسی دوسرے کے علم و تہذیب کا اثر ہر حال میں برا نہیں ہوتا، اس کی مذمت و تردید اور اس سے بچاؤ کی تدابیر پر زور تغلیباً ہوتا ہے، ورنہ اس میں کچھ خیر کے پہلو بھی ہوتے ہیں، اور ان پہلوؤں کا تعلق مذہب اور کلام سے بھی ہو سکتا ہے اور دنیا و مادیت سے بھی۔ عقل مندی کی بات یہ ہے آدمی اپنے عقائد و ایمانیات اور تصورِ زندگی کے بنیادی فریم ورک کے اندر رہتے ہوئے ان پہلوؤں کو نہ صرف نظر انداز نہ کرے، بلکہ جہاں مفید پائے کام میں لانے سے ہر گز نہ چوکے۔ مغربی فکر نے جہاں یہ مسئلہ کھڑا کیا کہ مسلمانوں میں بہت سے لوگ اسلامی عقائد و اصول سے متعلق تردد و تشکک کا شکار ہوئے، وہاں اس نے مسلمانوں کے لیے یہ سبق بھی چھوڑا کہ:

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سرّ آدم ہے ضمیر کن فکاں ہے زندگی[21]

اس نے اپنی زبانِ حال سے کہا کہ اس دنیا میں غلبہ اگر درکار ہے تو وہ خواہشات اور نعروں سے نہیں، اہلیت اور طاقت کے ذریعے ممکن ہے، اور آج مسلمانوں کے لیے اس کی صورت یہ ہے کہ وہ خود کو مغرب سے بڑھ کر اہل اور طاقت ور ثابت کریں۔ راسخ العقیدہ اسلامیت کے اس حلقے سے راقم کو ہمیشہ شکایت رہی ہے جو "خذ ما صفا و دع ماکدر" کے رویے کو غیر اسلامی قرار دینے پر اپنی صلاحیتیں صرف کرتا اور ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ مغربی فکر و تہذیب ایک پیکج ہے؛ آپ اس کے معاملے میں اخذ و ترک (Pick and Chose) کا رویہ نہیں اپنا سکتے۔ آپ یا

الحسنی"، "قمع الحرص بالزهد والقناعة"، "اللمع اللؤ لوية فی شرح الشرينات النبوية"، "الاعلام بما فی دين النصاریٰ من المفاسد والاوهام واظهار محاسن دين اسلام واثبات نبوة نبينا محمد عليه الصلاة والسلام" شامل ہیں۔

[21] اقبال، کلیاتِ اقبال اردو، 287۔

Marfat.com

سب کچھ قبول کرلیں یا ہر چیز رد کردیں۔[22] یہ رویہ دنیا کی علمی و تہذیبی تاریخ کی غلط تفہیم کا شاخسانہ ہے۔ دنیا میں جس قوم اور تہذیب نے بھی اپنی شناخت بنائی یا اپنا لوہا منوایا، دوسری اقوام اور تہذیبوں سے یکسر بے نیاز نہیں رہی۔ مسلمانوں نے اپنے دورِ عروج میں یونانی فکر سے بھرپور استفادہ کیا۔ مغرب ترقی کی راہ پر گامزن ہوا، تو اس نے اسلامی فکر و تہذیب سے مستفید ہونے میں کبھی مضائقہ نہ سمجھا۔ آج کے مسلمان مغرب کے تجربات سے فائدہ اٹھانے سے بے نیاز ہو جائیں، تو اس کا مقابلہ کیسے کر سکتے اور اپنے تہذیبی غلبے کی خواہش کیسے پوری کر سکتے ہیں! لہٰذا مغرب کا ایسا اثر قبول کرنے میں جو دنیوی و مادی ترقی میں مغرب کے مقابلے کے لیے ضروری ہے، نہ صرف یہ کہ کوئی حرج نہیں بلکہ ایسا اثر لینا چاہیے؛ یہ دیکھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے کہ مغرب میں وہ کون سی طاقت ہے، جس نے اسے عالم پر غلبے میں مدد دی اور اس کے اس غلبے کو کئی صدیوں سے برقرار رکھے ہوئے ہے! یہ طاقت بے شبہ دریافت و ایجاد، علم و تحقیق اور سائنس و ٹیکنالوجی ہے۔ اس باب میں مسلمانوں کو مغرب سے استفادہ کرنا- اگر وہ اس کے تہذیبی غلبے کو اپنے تہذیبی غلبے سے بدلنا چاہتے ہیں تو- ناگزیر ہے۔ الٰہیات، فلسفے، فقہ اور معاشرت کے حوالے سے بھی مسلمان مغرب سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ مذہب اور الٰہیات میں مغرب کے غلبے کے

---

[22] اس نظریے کے بودے پن اور دنیا ئے حقائق سے دوری کا اندازہ اس سے لگایے کہ خود اس کے علم بردار ان بہت سی چیزوں مثلاً موبائل، ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ کو کام میں لا رہے ہوتے ہیں جن کی مخالفت میں دماغ سوزی کرتے اور جنھیں مغربی سائنس و مادیت کے مذموم مظاہر باور کرانے پر زورِ قلم صرف کرتے رہتے ہیں۔ جب انھیں ان کے نظریے اور عمل کے اس تفاوت و تضاد کا حوالہ دے کر غلطی کی اصلاح کی دعوت دی جاتی ہے تو ان کا جواب ہوتا ہے: ہم تو حالات و ماحول کے تحت مجبوراً ایسا کر رہے ہیں! مگر وہ اس بات کو سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہوتے کہ آدمی جس چیز کو غلط سمجھتا ہو، اُس کو اِس بنا پر استعمال کرنے کا کیا شرعی جواز ہے کہ احوال و ظروف اسے مجبور کر رہے ہیں؟ آخر انھیں یہ کہنے میں کیا امر مانع ہے کہ ہم احوال و ظروف کے تحت وہ چیزیں استعمال کر رہے ہیں جن سے اسلام نے ہمیں نہیں روکا۔ جو چیزیں اسلام میں ممنوع نہیں ان کو جائز مان لینے کی بجائے ان کو غلط قرار دے کر استعمال کرنا (بہ طورِ خاص جب ان کے ذریعے وہ کام بھی لیا جا رہا ہو، جن کو یہ حضرات خدمت و دفاعِ اسلام باور کرا رہے ہوتے ہیں) آخر اسلام کی کون سی خدمت اور اس کا کس نوعیت کا دفاع ہے!

Marfat.com

اثر میں خیر کا پہلو یہ ہے کہ اس نے مسلم اہلِ فکر کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ اپنی علمیات کو جدید پیمانوں پر محکم ثابت کریں، بالکل اسی طرح جیسے غزالی وغیرہ ایسے مسلم مفکرین نے یونانی اثرات کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورتِ حال میں ثابت کیا تھا۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ اثر کی نوعیت کیا ہے اور وہ ہمارے لیے شر کا پہلو رکھتا ہے یا خیر کا، اگر شر کا پہلو رکھتا ہے تو اس کی علمی سطح پر تردید و مذمت کی جائے اور اگر خیر کا پہلو رکھتا ہے تو اسے قبول کیا جائے، اور جہاں ضروری ہو اس سے مستفید بھی ہوا جائے۔[23] ھذا ما عندی والعلم عنداللہ۔

[23] مغربی فکر سے متعلق اہلِ اسلام کے لیے معتدل و معقول رویے کی ضرورت کے حوالے سے راقم کا "الشریعہ" میں شائع شدہ محولا بالا مضمون معلومات افزا ہو سکتا ہے۔ دیکھیے: ڈاکٹر محمد شہباز منج، "فکرِ مغرب: بعض معاصر مسلم ناقدین کے افکار کا تجزیہ" الشریعہ 25، شمارہ۔2 (2014ء):25-34، شمارہ-3(2014ء):37-44۔

Marfat.com

مصادر و مراجع

Marfat.com

Marfat.com

- آدم، چارلس سی۔ اسلام اور تحریکِ تجدد مصر میں، ترجمہ از عبدالمجید سالک۔ لاہور : مجلس ترقی ادب، 2002۔
- ابن خلدون، علامہ ولی الدین عبدالرحمٰن بن محمد۔ مقدمہ ابن خلدون۔ تحقیق از عبداللہ محمد الدرویش۔ دمشق: دار یعرب، 2004ء/1425ھ۔
- ابن ھشام۔ السیرۃ النبویۃ۔ بیروت: دار لکتاب العربی، 1990ء/1410ھ۔
- احمد، عزیز۔ برِ صغیر میں اسلامی جدیدیت۔ ترجمہ از ڈاکٹر جمیل جالبی۔ لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ ، 1989ء۔
- اختر، نازنین۔ "شمس العلما سید ممتاز علی کی شخصیت اور علمی، ادبی و صحافتی خدمات۔" مقالہ پی ایچ ڈی اردو، پنجاب یونیورسٹی لاہور، 1986۔
- الازہری، پیر محمد کرم شاہ۔ ضیاء النبی۔ لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1418ھ۔
- اصلاحی، ڈاکٹر شرف الدین۔ "مستشرقین، استشراق اور اسلام۔" معارف اعظم گڑھ، شمارہ-8 (1982ء): 168۔
- افغانی، جمال الدین۔ الرد علی الدھریین۔ القاہرہ: 1955۔
- اقبال، علامہ محمد۔ کلیاتِ اقبال اردو۔ لاہور: اقبال اکادمی، 1990ء۔
- اکرام، شیخ محمد۔ موجِ کوثر۔ لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1992ء۔
- امین، قاسم۔ المرأۃ الجدیدہ۔ قاہرہ: کلمات عربیۃ للترجمۃ والنشر 2011ء۔
- ______ تحریر المرأۃ۔ القاہرہ: کلمات عربیۃ للترجمۃ والنشر، 2011ء۔
- امین، احمد۔ زعماء الاصلاح فی العصر الحدیث۔ قاہرہ: 1948ء۔
- ایوبی، ڈاکٹر اکمل۔ "مستشرقین اور تاریخ ترکی۔"، ماہنامہ 'معارف' اعظم گڑھ، اکتوبر (1983ء): 251-260۔
- بورڈ، ترقیِ اردو۔ اردو لغت تاریخی اصول پر۔ کراچی: اردو لغت بورڈ، 2002ء۔
- البہی، محمد۔ الفکر الاسلامی الحدیث وصلتہ بالاستعمار الغربی۔ بیروت: دار لفکر، ب ت۔
- پرویز، غلام احمد۔ مطالب الفرقان۔ لاہور: ادارہ طلوع اسلام، 1981ء۔
- ______ مطالب الفرقان۔ لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، س ن۔

Marfat.com

- ______ انسان نے کیا سوچا۔ لاہور: طلوعِ اسلام ٹرسٹ، 1991ء۔
- ٹرول، ڈاکٹر سی ڈبلیو۔ سر سید احمد خاں: فکر اسلامی کی تعبیر نو۔ ترجمہ از ڈاکٹر قاضی افضل حسین اور محمد اکرام چغتائی۔ لاہور: القمر انٹرپرائزز، 1998ء۔
- جاوید، قاضی۔ سر سید سے اقبال تک۔ لاہور: تخلیقات، 1998۔
- الجبری ،عبدالمتعال۔ الاستشراق وجہ للاستعمار الفکری۔ قاہرہ: مکتبہ وہبہ ،1995ء / 1416ھ۔
- جوہری، طنطاوی۔ الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم۔ مصر: مصطفیٰ البابی الحلبی، 1340ء۔
- حالی، مولانا الطاف حسین۔ حیاتِ جاوید۔ لاہور: ہجرہ انٹرنیشنل، 1984ء۔
- حامدی ، خلیل احمد ۔ مرتب۔ نظامِ اسلام مشاہیر اسلام کی نظر میں۔ لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1963۔
- حسین، ڈاکٹر طٰہٰ۔ فی الادب الجاھلی۔ قاہرہ: مطبعۃ فاروق، 1933ء۔
- ______ مستقبل الثقافۃ فی مصر۔ قاہرہ: دار المعارف، 1938ء۔
- الحسینی، محمد تنزیل الصدیقی۔ "جمال الدین افغانی: تصویر کا دوسرا رخ۔" رسائی ستمبر 19، 2015۔

  https://alwaqiamagzine.wordpress.com/2014/02/16/sayyid-jamal-ad-din-al-afghani-the-another-face
- خاں، سر سید احمد ۔ تفسیر القرآن مع اصول تفسیر۔ لاہور: دوست ایسوسی ایٹس، 1995ء۔
- الدمنھوری، ابو زید ۔ الھدایۃ والعرفان فی تفسیر القرآن بالقرآن۔ مصر: مصطفیٰ الحلبی، 1349ھ۔
- الدھان، محمد ۔ قوی الشر المتحالفہ وموقفھا من الاسلام والمسلمین۔ القاہرہ: دار الوفا للطباعۃ والنشر المنصورہ، ب ت۔
- دیاب، محمد احمد۔ اضواء علی الاستشراق والمستشرقین۔ قاہرہ: دار المنار، 1989۔
- امین، ڈاکٹر محمد۔ "روشن خیالی کی امریکی اصطلاحات،" نوائے وقت، اگست 8-9، 2006۔

Marfat.com

- الذہبی، الدکتور محمد حسین۔ التفسیر والمفسرون۔ القاہرہ: مکتبہ وہبہ، ب ت۔
- رضا، رشید۔ المنار۔ القاہرہ: 1905ء۔
- ______ تفسیر المنار۔ قاہرہ: دارالمنار، 1367ھ۔
- زقزوق، دکتور محمود حمدی۔ الاستشراق و الخلفیۃ الفکریہ للصراع الحضاری۔ القاہرہ: دارالمعارف، ب ت۔
- السباعی، الدکتور محمد مصطفیٰ۔ المستشرقون والاسلام۔ ترجمہ از مولانا سلیمان شمسی ندوی۔ لاہور: ادارہ اسلامیات، 1982۔
- ______ السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی۔ القاہرہ: مکتبہ دارالعروبہ، 1961۔
- سیزگین، ڈاکٹر فواد۔ مقدمہ تاریخ تدوینِ حدیث۔ ترجمہ از سعید احمد۔ اسلام آباد: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، 1985ء۔
- سلیمانی، محمد احسان الحق۔ رسولِ مبین۔ لاہور: مقبول اکیڈمی، 1993۔
- عبدالرزاق، علی۔ الاسلام واصول الحکم۔ قاہرہ: 1925۔
- عبدالمجید، خواجہ۔ جامع اللغات۔ لاہور: جامع اللغات کمپنی، س ن۔
- عبداللہ، سید۔ "سرسید کے ہم خیال علما کے دینی نظریے۔" اورینٹل کالج میگزین 15، شمارہ۔ 55(1938ء):56۔
- ______ سرسید احمد خاں اور ان کے نام ور رفقا کی اردو نثر کا فنی و فکری جائزہ۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1994ء۔
- عبدہ، الشیخ محمد۔ الاعمال الکاملۃ۔ تحقیق از الدکتور محمد عمارہ۔ بیروت: 1972۔
- ______ الاسلام والنصرانیۃ مع العلم والمدنیۃ۔ القاہرہ: 1922۔
- ______ تفسیر جزعم۔ القاہرہ: مطبعۃ مصر، 1922۔
- ______ رسالۃ التوحید۔ القاہرہ: المنار پریس، 1351ھ۔
- ______ تفسیر سورہ العصر۔ قاہرہ: مطبعۃ المنار، 1926۔
- العقیقی، نجیب۔ المستشرقون۔ مصر: دارالمعارف، 1964۔

Marfat.com

- علی، سید امیر۔ روحِ اسلام۔ ترجمہ از محمد ہادی حسین۔ لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1992ء۔
- علی، ممتاز۔ حقوق نسواں۔ لاہور: رفاہ عام، 1898ء۔
- علی، مولوی چراغ۔ اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام۔ ترجمہ از مولوی عبد الحق۔ حیدر آباد: کتب خانہ آصفیہ، 1911ء۔
- ______ رسائلِ چراغ علی۔ حیدر آباد: کتب خانہ آصفیہ، 1918ء۔
- ______ تحقیق الجہاد۔ ترجمہ از غلام الحسنین۔ حیدر آباد: کتب خانہ آصفیہ، 1913۔
- غراب، احمد عبد الحمید۔ رویۃ اسلامیۃ للاستشراق۔ الریاض: دارالاصالۃ للثقافۃ والنشر والاعلام، 1988۔
- فنڈر۔ میزان الحق۔ لاہور: پنجاب ریلجیس بک سوسائٹی، 1892۔
- الفیومی، الدکتور محمد ابراہیم۔ الاستشراق رسالۃ الاستعمار۔ قاہرہ: دارالفکر العربی، 1993۔
- القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد۔ الجامع لاحکام القرآن۔ تحقیق از الدکتور عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی۔ بیروت: موسسہ الرسالہ، 2006ء/1427ھ۔
- کیرانوی، مولانا رحمت اللہ۔ بائبل سے قرآن تک، ترجمہ از اکبر علی۔ کراچی: مکتبہ دارالعلوم، 1389ھ۔
- لاہوری، محمد علی۔ بیان القرآن۔ لاہور: احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام، 1377ھ۔
- اللبان، ابراہیم عبد المجید۔ المستشرقون والاسلام۔ قاہرہ: مجمع البحوث الاسلامیۃ، 1970ء۔
- مراد، یحیٰ۔ افتراءات المستشرقین علی الاسلام والرد علیھا۔ بیروت: دار لکتب العلمیۃ، 2004ء۔
- مسعود، جبران۔ الرائد معجم لغوی عصری۔ بیروت: دارالعلم للملایین، 1967۔
- مظہر، جلال۔ کتاب العمل۔ بیروت: الحضارۃ الاسلامیۃ، 1969۔
- معلوف، لوئیس۔ المنجد۔ بیروت: دارالمشرق، 1967۔
- منج، ڈاکٹر محمد شہباز۔ "فکرِ مغرب: بعض معاصر مسلم ناقدین کے افکار کا تجزیہ۔" الشریعہ 25، شمارہ۔ 2 (2014ء): 25-34، شمارہ-3 (2014ء): 37-44۔

Marfat.com

- ندوی، حبیب الحق۔ "اسلام اور مستشرقین۔" معارف اعظم گڑھ، شمارہ۔6 (1983): 414-410۔
- ______ "اسلام اور مستشرقین۔" معارف، شمارہ۔5 (1983): 332۔
- ندوی، مولانا ابوالحسن علی۔ مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش۔ کراچی: مجلس نشریاتِ اسلام، 1981۔
- ______ اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین۔ کراچی: مجلس نشریات اسلام، 1992۔
- ______ مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش۔ کراچی: مجلس نشریات اسلام، 19801۔
- ______ قادیانیت: مطالعہ و جائزہ۔ کراچی: مجلس نشریات اسلام، 1981ء۔
- نظامی، پروفیسر خلیق احمد۔ "مستشرقین کے افکار و نظریات کے مختلف دور۔" اسلام اور مستشرقین، معارف اعظم گڑھ، 1986، 2۔
- نعمانی، شبلی۔ سیرت النبی۔ لاہور: الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، 1991۔
- ہیکل، محمد حسین۔ حیاۃ محمد۔ القاہرہ: دار لمعارف، الطبعۃ الرابعۃ عشرۃ۔
- Ahmad, Azīz. *Studies in Islamic culture in the Indian Environment.* Oxford: The Clarendon press, 1966.
- Alī, Chirāgh. *The proposed political, legal and social reforms in the Ottoman Empire and other Muhammdan States.* Bombay: Education Society's press, 1883.
- Alī, Sayyid Amīr. *The Spirit of Islam or the life and teachings of Mohammed.* Calcutta: S.K Lahiri, 1902.
- al-Murābit, ʿAbd al-Qādir. "Was the Goethe a Muslim?" Accessed October 2, 2015. http: //www. themode mreligion .com/convert/convert_goethe.htm

Marfat.com

- Andrae, Tor. *Muhammad: The man and his faith.* Translated by Theophil Menzel.London: George Allen & Unwin, 1956.
- Arberry, A.J. *The Quran Interpreted. London*: Allen & Unwin, 1955.
- Armstrong, H.C. *The Gray Wolf: the life of Kemal Ataturk.* New York: Capricorn books, 1961.
- Armstrong, Karen. *Muhammad: A Biography of the Prophet.* London: Clays, 2003.
- ________ *Muhammad: A western Attempt to Understand* Islam. London: Orion, 1991.
- Asad, Muhammad. *Islam at the Cross Roads* .Lahore: Arafāt Publications, 1955.
- Asbridge, Thomas. *The First Crusade: A New History: The Roots of Conflict between Christianity and Islam.*Oxford University Press, 2005.
- Baljon, J.M.S. *Modern Muslim Koran interpretation 1880-1960.* Leiden: E.J. Brill, 1961.
- ________ *The Reforms and Religious Ideas of Sir Sayyid Ahmad Khān.* Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1964.
- Bell, Richard. Introduction *to the Quran.* Edinburgh: At the University press, 1963.
- ________ *The Origin of Islam in Its Christian* Environment. London: Macmillan, 1926.

Marfat.com

- Benton, William, Published by. *Encyclopaedia Britannica* (U.S.A: William Benton, 1961.
- Bethman, E. W. *Bridge to Islam: A study of the Religious forces of Islam and Christianity in the Near East.* London: Allen & Unwin, 1953.
- ________. *Steps toward understanding Islam.* Washington, D.C: American Friends of Middle East, 1996.
- Blanks, David; and Michael Frassetto. ed. *Western Views of Islam in Medieval and Early Modern Europe.* New York: St. Martin's Press, 1999.
- Britannica, Encyclopaedia, *published by. The new Encyclopaedia Britannica.* Chicago: Encyclopaedia Britannica, 1986.
- Brown, Daniel. *A New Introduction to Islam.* United Kingdom: Blackwell, 2004.
- Burton, John. *The Collection of the Quran.* Cambridge: Cambridge University Press, 1977.
- Carlyle, Thomas. *Heroes and Hero Worship.* Philadelphia: Henry Altemus, ND.
- Chaudhary, Mohammad A. "Orientalism on Variant Reading of the Quran: The Case of Arthur Jeffery." *American Journal of Islamic Social Science 12*, no. 2 (1995):171-172.
- Coulson, J. *The Oxford Illustrated Dictionary.* London: Oxford University Press, 1978.

Marfat.com

- Cragg, Kenneth. The call of Minaret. New York: Oxford University Press, 1956.
- ________ *The Dome and the Rock: Jerusalem Studies in Islam*. London: S. P.C. K, 1964.
- ________ *Islamic Surveys-3: Counsels in contemporary Islam*. Edinburgh: Edinburgh University Press, 1965.
- Cragg, Kenneth; and Isḥāq Masūd. *Theology of Unity*. London: Allen and Unwin, 1966.
- Crolier Incorporated, Published by. *The Encyclopedia Americana* .U.S. A: Crolier, 1984.
- Cromer, The Earl of. *Modern Egypt*.New York: Macmillan, 1908.
- Daniel, Norman. *The Arabs and Mediaeval Europe*. London: Longman, 1979.
- ________ *Islam and the West: the making of an image*. Edinburgh: Edinburgh University press, 1960.
- Darwin, Charles. *On the Origin of species by means of Natural Selection or the preservation of favoured races in the struggle for life*. London: John Murray, 1859.
- Davidson, Seraphim William. "Pope Urban II's Speech at the Council of Clermont and the Crusades." Accessed, March28, 2014. http://voices.yahoo.com/pope-urban-iis-speech-council-clermont-and-3683668.html

Marfat.com

- Durant, Will. *The Age of faith.* New York: Simon & Schuster, 1950.
- Eliade, Mircea, ed. The Encyclopedia of Religion. New York: Macmillan, 1987.
- Fażlur-r-Raḥmān, Dr. "What is Islamic Culture?" *The Light*, Lahore, March 24, 1973, 5.
- ________*Islam.* London: Weidenfeld and Nicholson, 1996.
- Faiżī, Āṣaf A A. *A Modern Approach to Islam.* Bombay: Asia publishing House, 1963.
- Gibb, H. A. R. *Mohammedanism: An Historical Survey.* New York: Oxford University press, 1964.
- Gibbon, Edward. *The History of the decline and fall of the Roman Empire* .New York: The Modern Library, 2003.
- Goitain, S. D. *Jews and Arabs: Their Contacts through the ages.* New York: Schocken Books, 1955.
- Gokalp, Ziya. *Turkish Nationalism and Western Civilization.* Edited and Translated by Niyazi Berkes. London: George Allen & Unwin, 1959.
- Goldziher, Ignaz. *Muslim Studies,* Translated by C.R.Barber and S.M.Stern. Chicago: IL Aldine Publishing, 1973.
- Guillaume, Alfred. *The Traditions of Islam.* Bayrūt: Khayāts, 1960.
- Hastings, James, ed. *Encyclopaedia of Religion and Ethics.* New York: Charles Scribner's Sons, 1930.

Marfat.com

- Hillenbrand, Carole. *The Crusades: Islamic Perspectives.* Edinburgh: Edinburgh University Press, 1999.
- Hitti, P. K. *History of the Arabs* .London: Macmillan, 1968.
- ________ *Islam a way of life.* London: Oxford University Press, 1971.
- ________ Islam *and the West.* New Jersey: Princeton, 1962.
- Hourani, Albert. *Arabic thought in the liberal age 1798-1939.* London: Oxford University press, 1962.
- Hume, David. An *Enquiry Concerning the human understanding.* Edited by L.A. Selly Bigge .Oxford: Clarendon press, 1893.
- Hurts, James Willard, ed. *Encyclopedia of Crime and Justice.* New York: The free press, 1983.
- Imrān, Maulānā Muhammad. *Distortions about Islam in the West.* Lahore: Malik Sirāj and Sons, 1979.
- Iqbāl, Muhammad. *Reconstruction of religious thought in Islam* .Lahore: Shaikh Muhammad Ashraf, 1962.
- Irfān; and Margarete Orga. *Ataturk.* London: Michael Joseph, 1962.
- Ja´firī, Farīd S. "The Need for a Re-evaluation of Islam in Pakistan," *The Pakistan times,* Lahore, August 11, 1967.
- Jamīla, Maryam, *Islam and Orientalism.* Lahore: Sant Nagar, 1971.

Marfat.com

- ________ *Islam and Modernism.* Lahore: Muhammad Yūsuf Khān, 1977.
- Jeffery, Arthur. *Islam: Muhammad and his religion.* Indiana: Bobbs-Merrill, 1958.
- ________ Materials *for the history of the text of the Quran.* Leiden: E, J. Brill, 1937.
- ________ *The Quran as Scripture.* New York: Russell F. Moore, 1952.
- Kant, Immanuel. *Religion within the limits of reason alone.* Translated by T.M Green and H. H Hudson. New York: Harper & Row, 1960.
- Kerr, Malcolm H. *Islamic reforms: The political and Legal theories of Muhammad ʿAbduh and Rashīd Riḍā.* Cambridge: University of California press, 1966.
- Lawton, John Stewart.*Miracles and Revelation.* London: Lutterworth press, 1959.
- Lemonik, Michael D. "Are the Bible Stories True?" *Time*, Sunday, June 24, 2011, Accessed, July 4, 2015. http://content.time.com/time/magazine/article/0,9171,133539,00.html
- Levonian, Lootfy. *Studies in Relationship between Islam and Christianity.* London: Allen & Unwin, 1940.

Marfat.com

- Longmans, Green and Co, Published by. Supernatural religion: An Inquiry into the Reality of Devine Revelation. London: Longmans, 1874.
- Loon, Handrik Van. *Tolerance.* New York: The Sun Dial Press, 1939.
- Margoliouth, D. S. *Mohammedanism.* London: Butterworth, 1928.
- Mayer, Hans Eberhard. *The Crusades* .Oxford: Oxford University Press, 1988.
- Menezes, J.L. The life and religion of Muhammad: the Prophet of Arabia. London: Sands, 1911.
- Mills, Charles. *An History of Muhammedanism: Comprising the Life and Character of The Arabian Prophet.* London: Printed for black, Kingsbury, Parbury, And Allen, 1818.
- Morris, W. *The Heritage Illustrated Dictionary of the English language.* New York: American Heritage press, 1973.
- Mozely, J.B. *Eight lectures On Miracles.* London: Rivingtons, 1867.
- Muir, Sir William. *Mahomet and Islam: A sketch of the Prophets life from original sources and a brief outline of his religion* .London: The religious Tract Society, 1887.
- ________ *The life of Mahomet from original Sources.* London: Smith Elder, 1877.

Marfat.com

- ________ *The Mohammedan Controversy: Biographies of Mohammed; Springer on tradition; the Indian Liturgy.* Edinburgh: T& Clark, 1897.
- Page, Kirby. *Jesus or Christianity: A study in Contrasts.* New York: Doubleday, 1929.
- Pakistan Times. *Pakistan times.* Lahore: August 2, 1963.
- Palmer, E. *The Koran with an Introduction by R Nicholson.* London: Oxford University press, 1928.
- Pirenne, Henry. *A history of Europe (Routledge Revivals): From invasion to XVI century.* United Kingdom: Taylor & Francis, 2010.
- Pratt, John H. *Scripture and Science not at variance.* London: Hatchards, 1856.
- Quraishī , Ẓafar Alī .*Prophet Muhammad and his Western Critics* .Lahore: Idrāra Maʹārif-i Islāmī Mansūra, 1992.
- Rafīʹu-d-Dīn, Dr."The task of Islamic Research," *The Pakistan times,* August 2, 1963.
- Rodwell, J. M. *The Koran.* London: Dent, 1909.
- Safran, Nadav. *Egypt in Search of Political Community: An analysis of the Intellectual and Political evolution of Egypt,* 1804-1952. Cambridge: Harvard University press, 1961.
- Said, Edward. W. *Orientalism* .London: Routledge and Kegan Paul, 1978.

Marfat.com

- Sale, George. *The Koran: Commonly Callaed the Alkoran of Muhammad.* London &New York: F. Warne, 1890.
- Saunders, John Joseph. *A History of medieval Islam.* London: Routledge and Kegan Paul, 1965.
- Schacht, Joseph. *An Introduction to Islamic Law.* Oxford: Clarendon press, 1964.
- ________ *The Origins of Muhammadan Jurisprudence.* Oxford: Clarendon press, 1950.
- Shāh, Dr Muhammad Sultān. "Pre-Darwinian Muslim Scholars' Views on Evolution." Accessed. September 16, 2015. http://pu.edu.pk/images/journal/uoc/PDFF-ILES/(11)%20Dr.%20Sultan%20Shah_86_2.pdf
- Ṣiddīqī, Professor Dr. Bashīr Ahmed. *Modern Trends in Tafsīr Literature-Miracles.* Lahore: Faculty of Islamic and Oriental Learning, University of the Punjab, 1988.
- Simpson, J A; and E S C Weiner, ed; *The Oxford English Dictionary.*New York: Clarendon Press, 1989.
- Smith, Lucky T. *York Plays: The Plays Performed on the Day of Corpus Christi in the 14th, 15th, & 16th Centuries.* Oxford: Clarendon press, 1885.
- Smith, Wilfred Cantwell. *Islam in Modern History.* New Jersey: Princeton University Press, 1957.
- Southern, R. W. *Western views of Islam in the middle ages.* Cambridge: Harvard University press, 1962.

Marfat.com

- Stubbe, Henry. *An account of the Rise and Progress of Mahometanism with the life of Mahomet.* Edited by Ḥāfiẓ Maḥmūd Khān Shairānī.London: Luzac & co, 1911.
- Stuckrad, Kockuvon, ed. *The Brill Dictionary of Religion.* Leiden: Brill, 2006.
- Tolan, John V. *Saracens: Islam in the Medieval European Imagination.* New York: Columbia University Press, 2002.
- Tritton, A.S. *Islam: Belief and Practice.* London: Hutchinson, 1962.
- Turpin, Archbishop. *History of Charles the Great and Orlando.* Translated by Thomas Rodd. London: Old Broad Street, 1812.
- Vitalis, Ordericus. *The Ecclesiastical History of England and Normandy.* Translated by Thomas Forester. London: Henry G.Bohn, ND.
- Watt, W Montgomery. *Islamic Revelation in the Modern World.* Great Britain: Edinburgh University Press, 1969.
- ________*Muhammad at Mecca.* Great Britain: Edinburg University Press, 1988.
- ________ *Muhammad at Medina.* Karachi: Oxford University press, 1981.
- ________*Muhammad: Prophet and Statesman.*London: Oxford University Press, 1961.
- Weil, Gustav. *History of Islamic peoples.* Translated by Khudā Bakhsh.Calcuṭṭa: University of Calcutta press, 1914.

Marfat.com

- Wollaston, Arthur N. *The Religion of the Koran.* London: John Murray, 1911.
- Wright, Thomas. *Early Christianity in Arabia: A historical Essay.* London: Quaritch, 1855.
- Yūsufu-d-Dīn. *Oriental and Islamic Studies in World Universities.* Daccan: Islamic Publications, N. D.
- Zaehner, R.C.*At Sundry Times: An Essay in the comparison ofReligion.*London: Faber and Faber, 1958.

Marfat.com

اشاریہ

Marfat.com

Marfat.com

آ

آدم، باوا، پہلے انسان، پیغمبر 120، 218، 219، 223، 250، 310،293،285،284،283،258

آدم، چارلس 199، 201، 210، 211، 214، 218، 219، 225، 229، 230، 232، 249، 250، 301، 302، 315

آرامی 89

آرتھوپیڈک (آرتھوپیڈکس) 174

آرٹ 42، 43

آرٹلری 60

آرکیالوجی 123

آرمسٹرانگ، کیرن 74

آرمینیہ 21

آزاد، ابوالکلام 248

آستر، بائبل کی کتاب 120

آسٹریا 200، 281

آسرے 142

آکسفورڈ 35، 36، 68، 73، 74، 76، 124، 136، 199، 286

آگسٹائن، سینٹ (آگسٹینین) 25

آل انڈیا مسلم لیگ 260

آل 124

آل عمران، سورہ 277، 279، 295

آنزیس سوم، پوپ 52

آئرلینڈ 142

ا

ابراہیم، پیغمبر 87، 110، 148، 149، 198، 199، 201، 237، 239، 241، 242، 250

ابرہہ 47، 167، 221

ابلیس (شیطان، شیطانی) 22، 120، 141، 142، 143، 155،

217، 218، 222، 223، 243، 266، 267، 283، 284، 306

ابنِ تیمیہ 297، 298

ابنِ سینا، بو علی سینا، ابوی سینا 199، 301، 302، 309

ابنِ وراق 81، 123

ابنِ اسحاق 133

ابنِ خلدون 195، 306، 307، 315

ابنِ سعد 124

ابنِ عربی 69، 298

ابنِ قیم 298

ابنِ کثیر 298

ابنِ مسعود 128، 129

ابنِ ہشام 45، 315

ابو بکر، صحابیِ رسول ﷺ 18، 235

ابو بکر، سیف الدین 53

ابو حنیفہ (حنفی مسلک) 71، 297

ابو داؤد 132

ابو سفیان بن حرب 20، 46

ابو طالب 141

ابو ہریرہ 132، 133، 134

ابی بن کعب 129

اٹلی 60، 69، 98، 281

احاسیورس 120

احزاب، سورہ 258

احمد بن بلا 193

احمد بن حنبل (حنبلی مسلک) 139، 277، 297

احمد، سعید 133، 317

احمد، عزیز 252، 261، 262، 282، 283

احمدیت، تحریک 283، 286

احمدیہ (جماعت، انجمن اشاعتِ اسلام) 272، 273، 274، 318

اختر، نازنین 256، 315

Marfat.com

اخوان المسلمین 57، 89
ادارہ اسلامیات 97، 317
ادارہ تحقیقاتِ اسلامی 133
ادارہ ثقافتِ اسلامیہ 265، 283، 287، 315، 318
ادارہ طلوعِ اسلام 206، 315
اڑیسا 51
اربن دوم، پوپ 50
اردن 120
اردو بورڈ 37
اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ 247
ارسطو 301
ارسلان، الپ 21، 50
ازمیر، ترکی کا صوبہ 120
الازہر، جامعہ 57، 130، 168، 195، 209، 210، 211، 212،
233
الازہری، پیر محمد کرم شاہ 41، 49، 56، 91، 99، 315
استعمار (استعماری) 38، 40، 42، 57، 59، 60، 61، 62، 68،
75، 76، 83، 84، 86، 89، 90، 92، 93، 94، 98، 99،
101، 116، 166، 168، 315، 316، 318
استنبول 46، 55، 133
اسد، علامہ محمد (لیوپولڈ ویز) 89، 105، 165، 170، 204
اسرائیل، ملک 93، 177، 193
اسریٰ 242
اسلام آباد 133، 248، 317
اسلامزم 185
اسلامسٹ 169، 172
اسلامک سوشل ازم 193
اسماء الرجال 168
اسماعیل، علیہ السلام 148، 149
اشعری، ابوالحسن 262، 264
اشعریہ 298
اشوریت 97
اصحابِ کہف (اصحاب الرقیم) 120، 121، 281
اصلاحی، شرف الدین 39، 40، 315
اصنافِ شعر 251
اصول انتقاد (اصول انتقادِ تاریخ) 201
اطالوی 69، 73، 74، 146
اعظم گڑھ 39، 71، 82، 83، 190، 312، 319
افام، ایڈورڈ 78
افریقن نیشنل ازم 193
افریقہ (شمالی افریقہ) 20، 49، 54، 72، 83، 91
افغانستان 84، 279
افغانی، جمال الدین 210، 211، 212، 213، 225، 315، 316
افیسوس، قدیم یونان کا شہر 120
اقبال، علامہ محمد 61، 85، 86، 89، 175، 212، 213، 247،
252، 282، 283، 287، 289، 310، 315، 316
اقبال ہال 31
اقوام متحدہ 89
اکبر، شہنشاہ 78
اکرام، شیخ محمد 286، 315
الف لیلہ 107
الٰہیات 76، 189، 202، 248، 301، 302، 311
ام حبیبہ رضی اللہ عنہا 46
امریکا (امریکن) 47، 58، 80، 83، 84، 85، 93، 98، 99،
123، 133، 170، 173، 180، 185، 200، 214،
230، 238، 239، 245، 281
املا 30، 31
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ 20، 44، 46، 134
امین، احمد 261، 315
امین، ڈاکٹر محمد 96، 316

Marfat.com

امین، قاسم 231،232،315
الانبار، عراق کا صوبہ 96
انتخابِ طبعی، تصور 163،219
انتھراپالوجسٹ 38
انٹیلیجنس 64
انجیل (اناجیل) 93،114،117،119،155،279
انڈونیشیا 93،192،206،239
انڈین سول سروس 286
انسائیکلوپیڈیا 66،139،302
انسائیکلوپیڈیا آف اسلام 60
انسائیکلوپیڈیا آف ریلجین اینڈ ایتھکس 117
انسائیکلوپیڈیا آف کرائم اینڈ جسٹس 161
انسائیکلوپیڈیا امریکانا 134
انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا 35،163
انسائیکلوپیڈیسٹ 66
انطاکیہ 52
الانفال، سورہ 266
انقرہ 248
انگلینڈ (انگلستان) 46، 54، 73، 76، 94، 98، 124، 143،
173، 200، 233، 247، 260
انوسینٹ سوم، پوپ 52
الاہرام، رسالہ 213
اہرام مصر 89، 213
اوتار 90
اودھ 260
اورینٹل 35، 36، 60، 61، 122، 133، 230، 239، 261
اورینٹل ٹرانسلیشن فنڈ 78
اورینٹلزم (اورینٹلسٹ) 35، 36، 37، 42، 43، 61
اورینٹل کالج 247
اورینٹل کالج میگزین 252، 317
اپوکلپس آف جان 155
ایتھنز 46
ایتھوپک 155
ایٹرکسٹ یونی ورسٹی 76، 239
ایڈنبرا یونی ورسٹی 25، 60، 64، 123، 125
ایڈورڈ اول، بادشاہ 54
ایران (ایرانی) 39، 120، 121، 124، 191، 192، 248،
267، 287، 309
ایسٹ انڈیا کمپنی 78، 98، 251
ایشیا (ایشیائی، ایشیاٹک، ایشیائے کوچک) 20، 21، 35، 36،
46، 76، 78، 98، 99، 149، 251
الف سی کالج 175
ایلیم، مقام 275
ایلیمن 72
ایمسٹرڈیم 76
اینڈرائے، ٹار 146، 151، 152
ایوبی، ڈاکٹر اکمل 190، 315
ایوبی، صلاح الدین 52، 53، 71

ب

بازنطینی (بیزنطینی) 20، 21، 50، 54، 55، 62، 65، 144
بائبل 28، 40، 63، 47، 88، 90، 109، 114، 115، 117،
118، 119، 120، 129، 274، 275، 318
بائیلٹ، ایڈرین 197
بائیولوجی 239، 240
بٹالہ 282
بجنور 247
بحر روم (بحیرۂ روم) 19، 33
بحر المحیط، تفسیر 276
بحیرہ قلزم 274، 275
بخاری (امام بخاری، مجموعۂ حدیث) 124، 125، 131، 132،

Marfat.com

226،206
بداپسٹ 130
بدر، غزوہ 151
بدھ ازم (بدھ مت) 74، 78، 105
بدو 118
برٹش 59، 60، 61، 89، 136، 149
برٹن 125
برصغیر 80، 83، 85، 89، 98، 239، 246، 247، 248، 252، 261، 262، 286، 287، 303
برطانوی (برطانیہ) 46، 78، 82، 83، 85، 93، 116، 119، 124، 125، 191، 211، 245، 252، 257، 281، 287
برلن 130، 248
برمنگھم 248
برن یونی ورسٹی 81
بشپ 142، 143، 146، 173
بش، جارج 24
بشیر الدین 272
بصرہ 124، 141
البصری، عمرو بن بحر 163
بغداد 124، 262
البغدادی، حافظ ابو بکر خطیب 124
البغدادی، محمد بن سعد منیع البصری 124
بقائے اصلح، تصور 163، 219
البقرہ، سورہ 43، 217، 220، 222، 236، 237، 238، 274، 275، 276
بلاشیر 67
بلجین، جے ایم ایس 239، 294
البندقداری، رکن الدین بیبرس 54
بنگال 64
بنو امیہ 19، 20
بنو تیم 18
بنو عباس 271
بنو عدی 19
بنو قریظہ 17، 18، 45
بنو قینقاع 17، 18، 44
بنو ہاشم 149
بنو نضیر 17، 18
بنی اسرائیل 22، 87، 90، 148، 242، 249، 247، 275، 276، 280
بنی اسرائیل، سورہ 249
بنی کلب 63
البہی، محمد 62، 168، 169، 315
بورقیبہ، حبیب 192، 194
بولونیا 68
بون یونی ورسٹی 248، 301
البنا، حسن 89
بیاویس، ونسنٹ ڈی 66
بیت اللحم 53
بیت اللہ 152
بیت المقدس 50، 51، 52، 55، 59
بیروت (بیروت یونی ورسٹی) 37، 41، 44، 45، 46، 62، 93، 133، 212، 214، 245، 248، 301، 315، 317، 318
البیرونی، ابوریحان 64
بیکن، راجر 25، 68
بیل، جان، بشپ 142
بیل، رچرڈ 119، 120، 123، 154، 155
بیزا (پیسا)، اٹلی کا شہر 98

پ

پاپائے روم 61

Marfat.com

پادری 49، 61، 63، 124، 251، 252
پاکستان (پاکستانی) 31، 85، 89، 96، 170، 171، 177، 199،
200، 206، 248، 261، 282، 286، 289
پال، سینٹ 74
پالی، زبان 46
پرائس، ڈیوڈ 78
پرتاپ سنگھ 273
پرتگال (پرتگالی) 20، 99
پرنس آف ویلز کالج جموں 289
پرنسٹن 26، 47، 133، 173، 175، 214
پروٹسٹنٹ (پروٹسٹنٹس) 98، 122، 142، 143، 212
پرویز، غلام احمد 206، 282، 283، 284، 285، 286، 315
پریوی کونسل 260
پطرس محترم 66، 67
پلاسیوس 69
پنجاب یونی ورسٹی 192، 199، 247، 256، 286، 315
پہلوی، خاندان 192
پہلوی، رضاشاہ 192
پہلوی، زبان 46
پہلوی، محمد رضاشاہ 191
پوپ 49، 50، 51، 52، 61، 68، 76، 80، 140، 142، 143
پیرس 68، 76، 144
پیرون، کارڈینل 143

ت

تابعین 124، 135، 167
تاتار 53
تالمود (تلمودی) 117، 268
تبوک، غزوہ 18، 48
تثلیث 144
تجدد و مغربیت 26، 27، 88، 172، 180، 181، 185، 190،
194، 195، 204، 245، 295، 296
تجربیت 112
تحریکِ استشراق 9، 16، 17، 25، 27، 28، 41، 42، 57، 60،
61، 62، 82، 86، 94، 99، 100، 101
ترکی (ترک قوم، زبان، افراد) 21، 46، 50، 54، 55، 56، 76،
93، 98، 120، 168، 172، 173، 175، 176، 185،
186، 188، 189، 190، 191، 192، 216، 230،
248، 254، 315
الترکی، عبداللہ بن عبدالمحسن 44
ترمذی (امام ترمذی، مجموعہ حدیث) 132
تصوف 46، 69، 146، 210، 229، 262، 298، 301
تعدد ازواج 10، 63، 158، 159، 172، 255، 258، 271،
285
تفتازانی، سعدالدین 110
تنازع للبقا، نظریہ 163، 219
تنظیمات 187
تورات 45، 80، 87، 89، 90، 119، 198
توران شاہ، غیاث الدین 53
توسیع ذات، تصور 204
تہران 309
تیونس (تونس، تیونسی) 20، 54، 192، 194
تھیوفینز 65
تھیولوجیکل سیمینری 26، 122

ٹ

ٹرگامان 72
ٹرول، ڈاکٹر سی ڈبلیو 248، 249، 316
ٹورنٹو یونی ورسٹی 25، 175، 261
ٹوری، پروفیسر چارلس کٹلر 123
ٹولن، جان وی 22

Marfat.com

ث

ثانی، خلیفہ عبدالمجید 261

ج

جابر بن حیان 67
جاپان 192
الجاحظ 163
جادو (سحر، جادوئی) 115، 160، 223، 224، 226
جارج ٹاؤن یونی ورسٹی 25
جابری، جمیل 283، 315
الجامعۃ الامریکیۃ 93
جان آف دمشق 62
جان ہاپکنس یونی ورسٹی 214
جان، کنگ 142
جاوا، جزیرہ 93، 239
جاوید، قاضی 251، 287، 316
جاہلی شاعری (شعر جاہلی) 199، 245
الجبائی، محمد 262
الجبری، عبدالمتعال 68، 86، 89، 90، 92، 93، 94، 98، 199،
316
جبریل، فرشتہ (ناموس اکبر، جبریل اعظم) 46، 85، 203، 250
جبل الطارق (جبرالٹر) 20
جرمنی (جرمن) 52، 53، 76، 77، 79، 80، 81، 93، 98،
107، 130، 136، 144، 170، 173، 208، 243،
248، 261، 281، 301
الجزائر 20، 72، 193، 254
جمیلہ، مریم 170، 171، 180، 185، 299
جنات (جن) 217، 227، 250، 252، 280، 284
جنگ، اخبار 96
جہاد 10، 156، 157، 287، 305، 318
جوہری، شیخ طنطاوی 11، 235، 236، 237، 238، 239، 316
جہمیہ 298
جیفری، آرتھر 122، 127، 136
جیومیٹری 197
جیہنوم 155

چ

چرچ 21، 22، 25، 46، 62، 76، 77، 79، 99، 124، 142،
143، 173، 180، 197
چغتائی، محمد اکرام 249، 316
چنسورہ 260
چیچک، ابابیلوں کے سنگ ریزوں سے مرض چیچک کا نظریہ 221
چین 20، 39، 54، 74، 78، 91، 196
چیئرز، تدریسی عہدے 62

ح

حالی، الطاف حسین 251، 260، 316
حامدی، خلیل احمد 97، 167، 316
حبشہ (ہجرتِ حبشہ) 45
حرب بن امیہ 46
حروفِ مقطعات 238
الحسنین، غلام 255، 318
حسین، طہٰ 11، 195، 197، 198، 199، 201، 297، 316
حسین، قاضی افضل 249، 316
حسین، محمد کامل 174
حسین، محمد ہادی 265، 318
الحسینی، تنزیل الصدیقی 213، 316
حشر جسمانی (حسی جزا و سزا)، تصور 156، 267، 268، 269
الحضارۃ الاسلامیۃ 62، 318
حفصیون، خاندان 54
حکیم بن حزام 63

Marfat.com

حٰم، حروفِ مقطعات 238
حورانی، البرٹ 211، 214، 245
حیاتِ جاوید، کتاب 251، 260، 316
حیاتِ سعدی، کتاب 251
حیدر آباد 254، 255، 261، 318
حیفا 173

خ

خان، سر سید احمد 202، 212، 239، 246، 247، 248، 249، 250، 251، 252، 256، 260، 261، 272، 273، 274، 283، 286، 287، 288، 293، 295، 297، 299، 300، 316، 317
خان، صدر ایوب 200
خدیجہ، رضی اللہ عنہا 63، 118، 119
خدیجہ، شہزادی خیریہ، درِ شہوار 261
خضر 120، 121
خلافت (خلافتِ راشدہ) 18، 19، 20، 70، 93، 168، 185، 189، 190، 206، 234
خلع 258
خلفا (خلفائے راشدین، خلفا و سلاطین) 18، 20، 54، 129، 138، 254، 271، 304
خمینی، امام 191
خوارج 198
الخوارزمی، محمد بن موسیٰ 67
خیبر پختون خواہ 199

د

دارالاصالۃ 41، 318
دارالعروبہ 57، 317
دارالعلم للملایین 37، 318
دارالعلوم قاہرہ 235
دارالعلوم ندوۃ العلماء 94
دارالفکر العربی 40، 318
دارالکتاب العربی 45، 315
دارالکتب العلمیۃ 41، 318
دارالشرق 37، 318
دارالمعارف 62، 196، 316، 317
دارالمنار 40، 226، 316، 317
دارالعرب 307، 315
دانتے 69، 70، 71، 73
الدرویش، عبداللہ محمد 307، 315
دشتِ سینا 274
دمشق (دمشق) 57، 62، 307، 315
الدمنھوری، ابوزید 242، 243، 316
الدھان، محمد 27، 91، 93، 170، 172، 316
دہلی 81، 257، 260
دیاب، محمد احمد 40، 62، 66، 68، 316
دیر کلونی 66
دیوبند 256

ڈ

ڈارون، چارلس (ڈاروینی) 10، 162، 163، 164، 219، 238، 250
ڈاکٹر آف دی چرچ 62
ڈچ 58، 75، 76، 192، 239
ڈرہم یونی ورسٹی 200
ڈومینیکن 66
ڈیکارٹ 197
ڈیلٹا 209
ڈیوک 66

Marfat.com

ذ

ذوالقرنین 120
الذہبی، محمد حسین 241،317

ر

رابرٹ آف تستر 67
رابرٹ آف کیٹن 67
راڈرک 20
رازی، امام فخر الدین 139،308،309
رائٹ، تھامس 47،167
ربّی 44،80،89،170
رجمنٹ آف آرٹلری 60
رضا، رشید 199، 214، 220، 223، 224، 226، 227، 228،
229، 248، 250، 317
رضیہ سلطانہ 257
رفیع الدین، ڈاکٹر 289
رنبیر سنگھ 273
روح القدس 142
روس (روسی) 191، 281
روم (رومن، رومی، روما) 18، 19، 20، 25، 35، 45، 48، 53،
61، 72، 74، 77، 80، 98، 130، 142، 143، 165
رومانوس چہارم، بازنطینی حکمران 20
رومن کیتھولک 25، 74، 98، 143
رومن لا 130، 245
رومی، مولانا جلال الدین 61، 72
رَے 124، 309
الریاض 41، 318
ریکی، جو بن جیکوب 144
ریلان، ایچ، مستشرق 76

ز

زاینر، آر سی 46
زرتشتزم (زرتشتی، زرتشتیت) 46، 156، 267، 268
زغلول، سعد 287
زقزوق، محمود حمدی 62، 67، 317
زنگی، عماد الدین 51، 52
زنگی، نور الدین 52
زہری، امام 131، 134
زویمر، سیموئل 26، 170
زید بن ثابت 126، 128
زید بن حارثہ 63
زینب بنت جحش 63، 148

ژ

ژرف نگاہی، وصف 60

س

السادات، انور، صدر مصر 191، 192
سالک، عبدالمجید 199، 315
سائیکالوجی آف ریلجین 146
السباعی، مصطفیٰ 57، 59، 60، 97، 100، 165، 206، 317
ساؤنڈرز، جان جوزف 149
سپرنگر، ڈاکٹر 81
سپین 20، 55، 58، 65، 66، 72
سپنسر، ہربرٹ 219
سٹاکلم یونی ورسٹی 146
سٹب، ہنری 144
سٹراس برگ یونی ورسٹی 81
سدنی لو 99
سراسن 51، 140
سرجیئس، سینٹ، پوپ، بحیری راہب 141، 143

Marfat.com

سرقوسطہ 72
سری نگر 279، 289
سریانی 76، 126، 252
سسٹر، مسیحی راہبہ 74
سسلی 58
سعودی عرب 206
سعید، ایڈورڈ ڈبلیو 38، 42، 94
سکاٹ لینڈ (سکاٹش) 25، 60، 64، 79، 93، 112
سکاربرو، رپورٹ 82
سلجوقی 21، 50
سلنکا 68
سلوسٹر ثانی، پوپ 61
سیزگین، ڈاکٹر فواد 133
سلیمان علیہ السلام 121، 280
سلیمانی، احسان الحق 148، 317
سمتھ، کینٹویل 175، 177، 194، 289، 298، 300
سمرقند 110
سندھ 20
سنسکرت 46، 239
سنیگاگ 180
سوشیالوجسٹ 38، 185
سوق الغرب 47
سوئزرلینڈ (سوئس) 46، 81
سوئیکارنو، احمد 192
سویڈن (سویڈش) 93، 146
سہارن پور 251
سی آئی اے 178
سیکولرزم 171، 177، 245، 246
سیل، جارج 116، 151، 152، 157
سینٹ انڈریوز یونیورسٹی 125
سینٹ جوزف یونی ورسٹی 248، 301
سینی گال (سینی گالی) 92

ش

شاپور اول، ساسانی بادشاہ 90
شاخت، جوزف 136، 160، 204، 300
الشافعی، محمد بن ادریس، امام (شافعی مسلک، شافعی افراد) 138، 139، 262، 277
شام (شامی) 18، 44، 48، 53، 54، 62، 70، 97، 117، 118، 130، 141، 152، 225، 229
شاہ بیبل 65
شاہ حبشہ 45
شاہ روم 45
شاہ عبدالعزیز 89
شاہ فیصل 89
شاہ ولی اللہ 239، 277، 278، 303
شباب محمد 57
شبلی نعمانی 72، 80، 248، 286
شجر الدرر، بیوہ الملک العادل 53
الشریعہ، رسالہ 312، 318
الشعراء، سورہ 274
شعرا 68، 142، 260
شکاگو مینوئل 29
شکاگو یونی ورسٹی 200
شمشون 90
شیعہ 198، 237
شیکسپیئر 73، 74، 260

ص

صحابہ 81، 122، 125، 129، 131، 132، 133، 139، 152، 167، 237

Marfat.com

صرع (مرگی، حضور ﷺ کے مصروع ہونے کا استشراقی الزام)
107، 141، 217، 218، 243، 244
صفران، نداف 177
صقلیہ 52
صلیب (صلیبی، صلیبی جنگیں) 24، 50، 51، 52، 53، 54، 55،
56، 58، 59، 60، 68، 71، 84، 86، 101، 115، 139،
276، 278، 279
صوفیا (مشائخ، سلاسل صوفیا، صوفیانہ عقائد و تصورات) 69، 70،
167، 210، 229

ض

ضیاء القرآن (ضیاء القرآن تفسیر، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) 41،
315
ضیاء النبی، کتاب 41، 49، 315

ط

طارق بن زیاد 20
طائف 46
طبرستان (امام طبری، تفسیر طبری) 124، 125
طبیعات (طبیعاتی) 76، 77، 302، 309
طرابلس الشام 225
طٰس، حروفِ مقطعات 238
طنطاء 209، 210

ظ

ظہار 160

ع

عبد الرزاق، علی 10، 233، 234، 253
عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ 17، 44
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ 132
عبد اللہ، سید 247، 248، 252، 317
عبد الحق، مولوی 254، 318
عبد المجید، خواجہ 37، 317
عبد الملک، خلیفہ 131، 134
عبد الناصر، جمال 190، 191، 193
عبدہ، محمد 199، 209، 211، 214، 215، 216، 217، 219،
220، 221، 222، 224، 225، 226، 228، 229،
231، 233، 243، 245، 246، 247، 248، 249،
250، 287، 288، 293، 295، 297، 299، 301،
302، 317
عبرانی (روایت، زبان، عبرانی بائبل، عبرانی یونی ورسٹی) 76، 86،
89، 90، 173، 219، 279، 252، 272،
عثمان، رضی اللہ عنہ 19
عثمانزم 185
عثمانیہ (سلطنت، یونی ورسٹی) 78، 261
عراق (عراقی) 64، 87
عرب اسرائیل جنگ 177
عربسٹ (عربسٹس) 42، 43
عرب سوشلزم 193
عرب نیشنلزم 193
العروۃ الوثقی، رسالہ 225، 226
عزیر، پیغمبر 236، 237
العسقلانی، ابن حجر 81
العصر، سورہ 219، 220، 317
عقبہ بن نافع 20
العقیدہ النسفیہ، کتاب 110
العقیقی، نجیب 62، 317
عکا 52، 54
علم الارواح 238
علم الافلاک 77
علم الکلام 72، 248

Marfat.com

علم اللسان 144
علم تحضیر ارواح 238، 239
علی، اکبر 129، 318
علی رضی اللہ عنہ 70
علی، سید امیر 11، 260، 261، 262، 264، 265، 266، 267، 268، 269، 270، 271، 300، 318
علی گڑھ 247، 261، 288
علی، مولوی چراغ 251، 252، 253، 254، 255، 286، 318
عمارہ، الدکتور محمد 212، 317
عمر بن عبدالعزیز 131
عمر رضی اللہ عنہ 18، 19، 44، 129، 132
العنکبوت، سورہ 295
عینتاب (غازی عینتاب)، ترکی کا شہر 46

غ

غالب، مرزا 247، 251، 286
غراب، عبدالحمید 41، 318
الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد 69، 72، 215، 216، 262، 263، 264، 297، 303، 312

ف

فاتحہ، سورہ 128، 129
فارس (فارسی) 46، 71، 78، 81، 85، 89، 91، 94، 200، 247، 248، 252، 261، 272، 287، 289، 304
فتوحاتِ مکیہ، کتاب 69
الفجر، سورہ 267
فچ، جوہن گولپ 79
فرات 90
فرانس (فرانسیسی) 52، 53، 54، 60، 66، 67، 68، 72، 75، 76، 77، 80، 81، 89، 92، 94، 98، 143، 144، 195، 197، 219، 261، 281
فرانسس، سینٹ 25
فرانسکن 25
فرشتہ 107، 108، 146، 203
فرعون (فرعونی، فرعونیت) 90، 120، 122، 140، 178، 245، 274، 275
الفرقان، سورہ 224
فریڈرک دوم، جرمن بادشاہ 53
فرینکفرٹ 173
فصوص الحکم، کتاب 69
فضل الرحمن، ڈاکٹر 10، 199، 201، 202، 203، 204، 205، 296، 299، 300
فقہِ اکبر، کتاب 110
فقہ (اسلامی فقہ، اسلامی قانون، فقہ و قانون، فقہ وکلام، فقہی، فقہا) 10، 136، 160، 162، 167، 168، 206، 232، 233، 234، 245، 251، 254، 255، 259، 264، 265، 271، 308، 311
فلاسفہ 237، 262
فلسطین (فلسطینی) 18، 44، 48، 76، 130، 193
الفلق، سورہ 223
فنڈر 127، 318
فنیقیت 97
فونکس 19
الفیل، سورہ 221
فیمینسٹ 231
فینا 62، 68
الفیومی، ابراہیم 40، 61، 318

ق

قادیان (قادیانی، قادیانیت) 252، 272، 273، 279، 286، 287، 308، 319

Marfat.com

القاہرہ (قاہرہ) 27، 39، 40، 57، 61، 62، 68، 91، 122، 192، 195، 196، 197، 212، 214، 216، 217، 220، 222، 226، 230، 231، 232، 233، 235، 241، 242، 261، 315، 316، 317، 318، 319
قبرص 52
تذانی، معمر 193، 194
قرآنیات (قرآنیت) 81، 119
قراءت (قراءات) 19، 122، 126، 127، 128، 199
قرطبہ 61، 65
القرطبی، ابو عبداللہ 44، 45، 309، 318
قریش (قریشی) 18، 19، 20، 46، 70، 228
قریشی، ظفر علی 165
قسطنطنیہ 52، 55، 98، 225
قصص (قصص قرآنی) 201، 202، 236
القصص، سورہ 295
قصی 119
قیاس 87، 251، 268

ک

کاستری، ہنری دی 72
کارڈینل 143
کارلائل، تھامس 79، 80، 145
کالی کٹ 99
کانینس، شہنشاہ الیگزیس 50
کانٹ 76، 113
کانسٹنٹائن 21
کانگرس 289
کتاب العمل، کتاب 62، 318
کتبِ مقدسہ 109، 142، 164
کٹک (اڑیسہ) 260
کراچی 37، 95، 129، 167، 179، 273، 289، 315، 318، 319
کرامیہ 309
کربی پیج 56
کرسچن تھیالوجی 79
کر، میکلم ایچ 214، 215، 219، 252، 299
کرونیکل نویس 65
کریگ، کینتھ 172، 174، 178
کشمیر 251، 273، 279
کعب بن اسد 45
کعبہ 62، 152، 199
کلدانی 252، 267، 268
کلکتہ 260
کلیسا (کلیسائی نظریات) 21، 25، 26، 57، 61، 62، 68، 92، 141، 143، 146، 231، 265، 268
کمال الدین، خواجہ 272
کمال، مصطفیٰ (کمالزم) 175، 185، 188، 189، 190، 192، 229، 230
کمیونزم 193، 245
الکنانی، عمرو بن بحر 163
کندہ، قبیلہ 64
الکندی، عبدالمسیح بن اسحاق 64
الکندی، یعقوب بن اسحاق الصباح 64
کوفہ 124، 129
کولمبیا 36، 38، 47، 120، 121، 122
کیپیٹل ازم 193
کیتھولک 25، 62، 74، 77، 98، 99، 142، 143، 197
کیٹس، شاعر 260
کیرالہ 99
کیرانوی، رحمت اللہ 129، 318

Marfat.com

کیل یونی ورسٹی 81
کیلی فورنیا یونی ورسٹی 200، 214
کیمبرج یونی ورسٹی 61، 76، 125
کینیڈا (کینیڈین) 175، 200، 261

گ

گاما، واسکوڈے 99
گب، ایچ اے آر 60، 83، 153، 214، 300
گبن، ایڈورڈ 47، 48، 77
گربرٹ آف اوریلاک 61
گرونی بام، گستاف اے 200
گزمین، ڈومینک ڈی، سینٹ 66
گلاسگو 64
گوتھ، نسل 20
گورداسپور 286
گوشن، ایس ڈی 173، 174
گوک الپ، ضیا 185، 186، 188، 190
گولڈ زیہر 30، 57، 130، 131، 133، 134، 206، 243، 297
گورنمنٹ کالج لاہور 175، 256، 286
گوئٹے 78، 79، 145
گیگر، ابراہام 80
گیوم، اے 133

ل

لاادریت 77، 164
لارڈ کرومر 287، 288
لاطینی 51، 62، 65، 67، 68، 76، 129، 144، 167، 190، 197، 245، 248
لاہور 37، 41، 72، 86، 96، 97، 127، 148، 167، 171، 175، 199، 206، 247، 249، 251، 252، 256، 258، 265، 274، 283، 284، 286، 287، 289، 315، 316، 317، 318، 319
لاہوری (محمد علی، جماعت) 272، 274، 275، 276، 277، 278، 279، 280، 281، 282، 318
لائیڈن یونی ورسٹی 130، 136، 239
اللبان، ابراہیم عبدالمجید 39، 318
لبرل (لبرلزم، لبرل اسلام) 180، 185، 206، 208، 209، 260، 287، 299
لبنانی 47، 245
لیزگ 130
لذاروس 155
لعان 160
لکھنو 94، 171، 251
لل، ریمنڈ 25، 68
لندن (لنڈن) 60، 61، 64، 76، 93، 133، 180، 185، 239، 247، 248، 260،
لنکن 96
لوتھر، مارٹن 25، 76، 142، 143، 175، 176، 177، 209، 211، 212
لون، ہینڈرک وان 58
لوونین، لوئفی 46
لوئیس معلوف 37، 318
لوئیس نہم 53، 54
لیبیا 20، 141، 193

م

مابعد الطبیعات (مابعد الطبیعاتی) 76، 77، 111، 197، 262، 269، 302، 309
ماتریدی 110
ماڈرنزم 171، 295، 296، 297
مارکس، مارگریٹ 170

Marfat.com

مارکسی فکر 285

مارگولیتھ 124

ماژندران 124

مالک، امام (مالکی) 277، 278، 309

المامون، خلیفہ 64، 72، 138، 271

مانچسٹر 245

ماوراء النہر 110

ماہوم (محامذ، ماہومٹ، ماہومٹن، ماہومٹی، ماہون، ماہوئن، ماہوئنڈ) 72، 143، 140

مائیکروب (جراثیم، جنات کے مائیکروب ہونے کا تصور) 217، 218، 221، 227

مبشرین (تبشیری) 26، 27، 49، 84، 91، 92، 93، 94، 170، 171، 172

متنبی 148

متکلم (متکلمین) 69، 110، 227، 262، 297، 298، 309

المتوکل 271

مٹیریل ازم 193

مجلس ترقی ادب 199، 315

مجلس نشریاتِ اسلام 95، 167، 179، 273، 319

مجمع البحوث الاسلامیۃ 39، 318

مجوسی 267، 268

محدث (محدثین) 70، 110، 125، 131، 132، 138، 167، 199، 303

محلہ یارخان 279

محمد بن عبدالوہاب 298

محمد، پیغمبر اسلام، ﷺ 15، 16، 17، 18، 19، 20، 24، 25، 26، 43، 44، 45، 46، 47، 60، 62، 63، 64، 65، 66، 68، 69، 70، 71، 72، 73، 74، 75، 76، 77، 78، 79، 80، 81، 82، 85، 87، 101، 106، 107، 108، 109، 110، 111، 116، 117، 118، 119، 122، 123، 124، 125، 126، 127، 128، 129، 130، 131، 132، 133، 134، 135، 136، 137، 138، 139، 140، 141، 142، 143، 144، 145، 146، 147، 148، 149، 150، 151، 152، 153، 154، 155، 156، 158، 167، 199، 201، 202، 203، 204، 205، 206، 224، 226، 228، 231، 234، 235، 241، 242، 243، 244، 249، 253، 254، 255، 258، 261، 262، 264، 265، 266، 267، 268، 269، 270، 271، 279، 280، 281، 282، 284، 286، 298، 303، 306

محمد ثانی 98

محمد فاتح 54، 55، 98

مخطوطات (مسودات) 46، 65، 78، 80، 81، 100

مدرسہ رحیمیہ 303

مدوجزرِ اسلام، نظم، کتاب 251

مدینہ 17، 18، 44، 73، 149، 150، 158

مراد، یحیی 41، 318

مراکو 20

مریم، صدیقہ، مسیح کی والدہ 22، 120، 121، 122، 277، 280

مریم (میریم)، موسی کی بہن 120، 122

مستشرق (مستشرقین، مستشرقیت) 9، 15، 16، 23، 25، 26، 27، 33، 35، 36، 37، 38، 39، 40، 41، 42، 43، 46، 48، 56، 57، 60، 61، 62، 63، 64، 65، 66، 67، 68، 69، 71، 72، 75، 76، 77، 78، 80، 81، 82، 83، 84، 85، 86، 89، 91، 94، 95، 96، 99، 100، 101، 105، 106، 107، 109، 116، 119، 120، 122، 123، 124، 125، 126، 127، 130، 133، 136، 137، 139، 144، 145، 146، 147، 149، 150، 152، 153، 154، 156، 157، 158، 160، 161، 164، 165، 166، 167، 168، 169، 170، 171، 172،

Marfat.com

173، 175، 177، 178، 179، 180، 181، 185،
190، 192، 194، 200، 206، 230، 243، 244،
245، 247، 248، 253، 289، 297، 301، 302،
303، 305، 315، 316، 318، 319
مستغربین 92
المستنفر، سلطان تیونس 54
مسجد اقصیٰ 53، 131، 134، 241
مسجد حرام 131، 242
مسجد الرفاعی 192
مسجد نبوی 242
مسدسِ حالی، نظم، کتاب 251
مسعود، جبران 37، 318
مسلم بن حجاج 132
مسیح (یسوع) 22، 23، 24، 40، 51، 56، 57، 73، 79، 87،
90، 114، 115، 120، 140، 142، 144، 145، 205،
242، 268، 272، 273، 276، 277، 278، 279، 280،
286، 298
مسیحی (مسیحیت، عیسائیت) 17، 18، 20، 21، 22، 23، 25،
26، 27، 28، 36، 40، 43، 46، 47، 49، 50، 52، 53،
54، 55، 56، 57، 62، 63، 64، 65، 68، 69، 70، 72،
73، 74، 77، 79، 80، 87، 91، 92، 93، 94 95، 98،
109، 114، 118، 122، 123، 129، 137، 139،
141، 140، 143، 144، 145، 154، 155، 156،
158، 166، 167، 170، 172، 173، 175، 192،
197، 209، 212، 252، 268، 281، 303
مصاحف (مصحف، مصحفِ قرآنی، مصحفِ عثمانی، مصحفِ صدیقی)
20، 122، 126، 127، 128، 129
مصادر و مراجع 16، 29، 313
مصر 18، 53، 54، 59، 61، 62، 83، 89، 90، 97، 98، 130،
168، 174، 177، 178، 190، 191، 192، 195،
196، 199، 201، 209، 210، 211، 213، 214،
218، 219، 222، 225، 229، 230، 231، 232،
236، 242، 243، 249، 250، 251، 261، 276،
287، 288، 294، 302، 315، 316، 317
مصطفوی 148
مصطفیٰ البابی الحلبی 236، 242، 316
مظہر، جلال 62، 318
معاد (جزا و سزا، بہشت، جنت و دوزخ، حیات بعد الممات)، تصور
50، 154، 156، 220، 267، 268، 269، 304
معارف، رسالہ 39، 62، 82، 83، 190، 315، 319
معتزلہ (معتزلی) 163، 198، 211، 218، 237، 262، 263،
271، 298، 309
معجزات (معجزاتی، معجزات و خوارق) 90، 110، 111، 112،
113، 114، 115، 137، 216، 222، 226، 227،
228، 241، 242، 248، 249، 250، 263، 274، 283،
285، 304، 306
معجم 37، 318
معراج 69، 205، 249، 280، 283
مُعَرّۃ النعمان 70
المعری، احمد بن عبد اللہ التنوخی 69، 195
معوذتین 128، 129
المغرب 20
مغلیہ خاندان (مغلیہ سلطنت) 78، 303
مفسر (مفسرین) 110، 121، 124، 199، 206، 209، 217،
222، 239، 251، 274، 276، 294، 309
مقبول اکیڈمی 148، 317
مقتدرہ قومی زبان 248، 317
مقدمۂ شعر و شاعری، کتاب 251
مکتبہ دار العلوم کراچی 129، 318
مکتبہ وہبہ 68، 241، 316، 317

Marfat.com

مکہ (اہلِ مکہ، کفارِ مکہ، فتح مکہ)20،46،117،149،152،154،
224
ملایا 91
ملٹری21،60،98
ملٹن، شاعر 260
ملز، چارلس 48
الملک الصالح، نجم الدین 53
الملک الظاہر، رکن الدین 54
الملک العادل، سیف الدین 53
الملک الکامل، ناصر الدین ابو المعالی محمد 53
الملک المعظم، غیاث الدین 53
ملکاتِ انسانی (ملکہ فطری، ملکہ نبوت) 250
ممالیک 54
ممتاز علی 256،257،258،259
المنار (رسالہ، تفسیر، پریس) 40، 214، 217، 218، 220،
223،226،227،228،229،250،316،317
منازی کرت (منازی گرت) 21،50
منج، ڈاکٹر محمد شہباز 3،4،31،264،312،318
المنجد، لغت 37،318
منصری 251
منصورہ27،53،91،316
موتہ، معرکہ 18،46،47،48،167
موجِ کوثر، کتاب286،287،315
مودودی 170،171
موریطانیہ 206
موس، ترکی کا صوبہ 21
موسسہ الرسالہ 44،318
موسیٰ، پیغمبر87، 88، 120، 121، 122، 241، 249، 274،
275
موسیقی 229،305،306
موصل 51
موطا، مجموعہ حدیث 277،278
میڈرڈیونی ورسٹی 69
میڈیسن 81
میر تقی میر 247
میرٹھ 251
میرٹھی، شبیر احمد ازہر 125
میک گل یونی ورسٹی 169،175،200
میکال، میکلم 252
مینڈلسن، موسیٰ 208،209
میور، ولیم 64، 81، 107، 147، 148، 149، 151، 153،
156،249

ن

نادر شاہ، شاہِ ایران260
نارووڈ، امریکی قصبہ157
ناروے 93
ناصرہ 53،267
نافومیڈ 72
نانوتوی، قاسم 256
نائن الیون24
نپولین 98،275
نجاشی، اصحمہ 17،45
نجد63
نجیب، جنرل محمد 191
ندوی، ابو الحسن علی94، 95، 100، 101، 167، 168، 169،
179،194،244،245،272،273،319
ندوی، حبیب الحق 62،63،65،66،71،78،82،319
ندوی، سلیمان شمسی 97،317
نذیر نیازی 282

Marfat.com

النساء، سورہ 125، 128، 159، 218، 237، 270، 278، 257، 281، 282، 295
النسفی، ابو حفص عمر 110
نظامی، خلیق احمد 83، 319
نظریہ ارتقا 10، 163
نظریہ تخلیق 162، 163
نمرود 236، 237
نملہ 280
نوائے وقت 96، 316
نورالدین، حکیم مولوی 272، 273
نولڈیکے 81، 243
نہر سویز 191، 274
نیچرل سائنسز 81
نیدرلینڈ 76، 192، 239
نیل 90
نیوٹن 197
نیویارک 93، 122، 170

و

واٹ، منٹگمری 25، 72، 108، 119، 118، 137، 148، 149، 150، 152، 154، 156، 158، 159، 160،
الواقدی، محمد بن عمر 124، 138
والٹیئر 77، 144، 145
وحدت الوجود 69، 79
وحی (الہام، وحی و نبوت) 10، 20، 28، 82، 106، 107، 108، 109، 114، 116، 118، 123، 126، 129، 141، 148، 189، 202، 203، 204، 224، 225، 243، 244، 268
وڈبروک کالج 46
ورقہ بن نوفل 17، 119
وکٹوریہ، ملکہ 257
ول ڈیوراں 136
ولاسٹن 157
ولید بن عبد الملک 20
ولی دکنی 247
ولیم اول آف اکواٹن 66
وہابی 230، 298
ویانا 81، 200
ویلز 78، 289
ویل، گستاو 107، 146
ویلئیرز، ہنری کومٹ ڈی بولین 144، 145
وینس 90، 98

ہارٹن، پروفیسر 301، 302
ہارڈروک یونیورسٹی 76
ہارون الرشید 138
ہارورڈ یونی ورسٹی 38، 47، 60، 177، 178
ہاشمی 71
ہالینڈ 76، 93، 94
ہامان 120، 121، 122
ہائر کریٹیسزم 297
ہٹی، فلپ کے 47، 73، 167، 172، 214
ہرقل 45
ہزارہ، ضلع 199
ہسپانیہ 20، 281
ہلیوپولیس 90
ہند (ہندوستان، ہندوستانی، ہندو، ہندوازم، ہندومت، بھارت، بھارتی، انڈیا) 39، 46، 64، 71، 70، 74، 78، 80، 81، 85، 89، 91، 94، 99، 105، 175، 177، 196، 199، 240، 247، 248، 249، 252، 255، 257، 258، 260، 273، 282، 286، 287، 288، 289، 301

Marfat.com

ہنری ہشتم، بادشاہ 143
ہنگری (ہنگرین) 89، 130
ہیکل، محمد حسین 243، 244، 319
ہیوم، ڈیوڈ 112، 113

ی

یاجوج ماجوج 121، 142
یرموک 46
یروشلم 38، 52، 53، 59، 136، 141، 173
یزید 20
یعقوب، پیغمبر 90
یمن 118
یوجن سوم، پوپ 51
یوحنا دمشقی 62
یورپ (یورپی، یورپین) 36، 52، 57، 59، 60، 61، 62، 63، 64، 68، 69، 71، 75، 76، 77، 80، 82، 83، 84، 85، 86، 87، 94، 95، 98، 99، 130، 136، 142، 175، 178، 186، 196، 206، 211، 212، 214، 231، 239، 265، 271، 288، 289
یوز (یوزآس، یوزآسف) 279
یوسف، بعض لوگوں کے نزدیک حضرت مریم کے شوہر 280
یوسف، پیغمبر (سورۂ یوسف) 44، 64، 90، 227
یولوجئس، سینٹ 65
یونانی 61، 129، 144، 155، 165، 167، 248، 302، 311، 312
یہود (یہودی، یہودیت، یہود و نصاریٰ) 15، 17، 18، 39، 41، 42، 43، 44، 45، 48، 49، 60، 65، 74، 75، 80، 81، 86، 87، 89، 90، 91، 93، 98، 99، 101، 109، 117، 118، 119، 130، 148، 153، 154، 155، 166، 170، 173، 174، 177، 193، 208، 209، 219، 229، 258، 267، 268، 276، 303
ییل یونی ورسٹی 123

Marfat.com

A

ʻAbduh, Muhammad 214, 215, 230, 288, 325
Abbey 66
Acre54
Adams, Charles Clarence 230
Adultery161
Ahasuerus, Ancient Iranian King, 120
Ahmad, Azīz 212, 319
al-Afghānī, Jamāl al-Dīn 212, 213, 316
Aintab (Gaziantep), City of Turkey 46
Alexander the Great, 121
Alī, Chirāgh 254, 255, 319
Alī, Sayyid Amīr 264, 300, 319
Alīgaṛh 288
Allen and Unwin 47, 48, 122, 127, 147, 186, 216, 320, 321, 322, 323, 325
Allenby, Edmund 59
Altemus, Henry 107, 145, 321
al-Wāqidī 138
Amalgam 187
American Arabian Mission 27
American Friends of Middle East 109, 321
American Heritage press 36, 326
American Journal of Islamic Social Science 127, 321
American Mission 230
American University of Bayrūt 214, 245
An Enquiry Concerning the Human Understanding, book 112, 113, 324
An Introduction to Ḥadīth: Islamic Surveys, book 125
Anathema 203
Andrae, Tor 146, 147, 151, 152, 320
Angelic 113
Anthropologist 38
Anti-supernaturalism 299
Apocalypse of John 155
Apocryphal 117
Apologetics 299, 300
Apology of al-Kindī, book 64
al-ʻAqīqī, Antūn Dāhir 214
Aquitaine, an ancient place in France 66
Arab (s) 23, 25, 47, 51, 156, 167, 173, 174, 178, 189, 322, 323, 324
Arab Israel Confrontation 178
Arabian (Arabes, Arabic, Arabia) 27, 47, 48, 144, 158, 160, 167, 178, 207, 212, 231, 246, 324, 326, 330
Arabists 42
Arafāt Publications 105, 320
Arberry, Arthur John 61, 122, 320
Archaeologists 88
Are the Bible Stories True, Article 87, 88, 325
Armstrong, H.C 189, 320
Armstrong, Karen 23, 74, 75, 141, 145, 320
Asad, Muhammad (Weiss, Leopold) 89, 105, 165, 204, 320
Asbridge, Thomas 55, 320
Ascension 205
Ashraf, Sh. Muhammad 212, 213, 320, 324
Asia (Asiatic, Asia Publishing House) 35, 36, 46, 149, 209, 323

Marfat.com

At Sundry Times, book 46, 330
Ataturk, Mustafa Kemal 188, 189, 190, 320, 324
Augustine, Saint (Augustinian) 25

B

Bacon, Roger 25
Badr 150
Baillet, Adrien 197
Bale, Bilious 142
Baljon, J.M.S 212, 225, 235, 239, 240, 294, 320
Band of fanatics 48
Baptize 173
Barbarians 165
Barber, C.R 131, 323
Basil I, King 65
Bayrūt 134, 214, 245, 323
Beauvais, Vincent de 66
Belief(s) 108, 126, 329
Bell, Richard 117, 119, 121, 122, 123, 128, 129, 155, 156, 320
Benton, William 35, 321
Berkes, Niyazi 186, 323
Bethman, Erick W. 109, 127, 321
Bible 87, 88, 109, 325
Bigge, Selly 112, 324
Biology 240
Blachere, Regis 67
Blackwell 137, 321
Blanks, David 23, 321
Bobbs-Merrill 136, 325
Bohn, Henry G. 140, 329
Bombay 209, 254, 319, 323
Book of Esther 120
Booty 150
Boulainvilliers, Henri Comete de 144
Bridge to Islam, book 127, 321
Brill, E.J 115, 123, 225, 320, 325, 329
Brown, Daniel 137, 321
Budapest 130
Burton, John 125, 128, 321

C

Calcutta 107, 264, 319, 329
California (California University Press) 214, 215, 325
Cambridge (Cambridge University Press) 21, 125, 178, 215, 321, 325, 327, 328
Capricorn books 189, 320
Carlyle, Thomas 79, 107, 145, 321
Castries, Henry de 72
Center for Middle East Studies 177
Chairs, designations 62
Character (Characteristic) 36, 48, 326
Charles Scribner's Sons 117, 323
Chaudhary, Mohammad A 127, 321
Chicago 131, 154, 321, 323
Christian (Christians, Christianity, Christendom) 23, 47, 55, 56, 57, 64, 74, 114, 117, 127, 154, 158, 166, 167, 173, 180, 208, 248, 320, 321, 325, 327, 328, 330
Chronicle 65
Chronological Retrospect of Mahommedan

Marfat.com

History, book 78
Church 56, 180
CIA 178
Clarendon Press 36, 112, 136, 140, 212, 319, 324, 328
Clays 141, 320
Cluny 66
Columbia University Press 22, 329
Commentator 294
Conscious (Consciousness, Unconsciousness) 108, 150, 151, 153
Constantine x Doukas 21
Constructive 298
Coulson, J 36, 321
Council of Clermont 50, 322
Cragg, Kenneth 172, 173, 174, 178, 216, 322
Crolier 112, 135, 322
Cromer, Earl of 287, 288, 322
Crucifixion 115
Crusade 24, 50, 52, 55, 320, 322, 324, 326
Cynic 177
Cyrus the Great 121

D

Daccan 83, 330
Daniel, Norman 23, 25, 51, 143, 322
Dante, Durante degli Alighieri 69
Darwin, Charles 162, 163, 322
Davidson, Seraphim William 50, 322
Deception of Human Body, book 197
Decline and fall of the Roman Empire, book 48, 323
Dent 117, 327
Descarte, Rene 197
Devilish 113
Divine (Devine) 69, 109, 111, 115, 164, 326
Doctrine (s) 155, 157, 205, 246
Dogma (s) 166, 203, 208
Dogmatic 207
Dominican 66
Doubleday 23, 57, 327
Duke, King of Aquitaine 66
Duperron, Jacques Davy 143
Durant, William James 136, 137, 323
Durham University 200

E

East (Eastern) 35, 36, 107, 109, 127, 133, 165, 173, 177, 180, 187, 214, 321
Edinburgh University (Edinburgh University Press) 55, 109, 111, 121, 123, 143, 150, 174, 320, 322, 324, 327, 329
Education Society's press 254, 319
Edward I, King 54
Egypt (Egyptian) 178, 198, 230, 288, 294, 322, 327
Elder, Smith 156, 326
Eliade, Mircea 162, 323
Empiricism 112
Encyclopaedia Britannica 35, 154, 164
Encyclopaedia of religion and Ethics 117, 125, 323
Encyclopedia Americana 112, 135, 322
Encyclopedia of Religion 162, 323

Marfat.com

Encyclopedia of Crime & Justice 161,324
Encyclopedia of Islam 111
Ephesus, Ancient city of Greek 120
Epileptic 81,107
EugeneIII, Pope 51
Eulogius, Saint 65
Europe (European) 21, 22, 23, 25, 51, 149, 159, 186, 288, 321, 322, 327, 329
Evolution 162, 163, 164, 168, 327, 328
Exhortation (s) 159, 264
Exodus 88
Exteriorist 177
Externality 202, 203

F

Faber and Faber 46, 330
Faith (s) 115, 136, 137, 146, 147, 151, 152, 154, 166, 215, 320, 323
Faiżī, Āṣaf A A 209, 323
Fallacy of Marxism 289
Fażlur-r-Raḥmān 201, 202, 203, 204, 205, 296, 323
Feminist 231
Fichte, Johann Gottlieb 79
Fond of romanticizing 235
Forester, Thomas 140,329
Francis, Saint of Assisi (Franciscan) 25
Frankfurt University 173
Frassetto, Michael 23, 321
Frederic II 53
Fundamental (ism) 205,296

G

Gabriel 146, 202
Gama, Vasco da 99
Ge-hinnom 155
Geiger, Abraham 80
Gerbertof Aurillac, Pope 61
Ghazālī 215
Gibb, Hamilton Alexander Rosskeen 60, 154, 300, 323
Gibbon, Edward 47, 48, 323
Gimmicks 180
God 74, 109, 114, 189, 215
Goethe, Johann Wolfgang von 79, 145, 319
Goitain, S.D 174, 323
Gokalp, Ziya 185, 186, 187, 188, 323
Goldziher, Ignaz 30, 130, 131, 133, 323
Gospels 114
Goth, Race 20
Great Britain 46, 109, 150, 329
Greeks, Citizens 165
Green, T.M & Hudson H.H 110, 325
Grunebaum, Gustave E. von 200
Guillaume, Alfred 133, 134, 323
Guzman, Dominic de 66

H

Ḥadd 161
Ḥadīth 125, 130, 204, 205, 299
Haifa 173
Hallucination 114
Hāmān 120, 122

Marfat.com

Harderwijk University 76
Harper & Row 110, 325
Harvard University Press 21, 178, 327, 328
Hastings, James 117, 125, 323
Hatchards 115, 327
Hebrew University Jerusalem 173
Henry, Mahumetan 143
Heraclius 45
Hereafter 215
Heresy 21
Heroes and Hero Worship, book 80, 107, 145, 321
Heterodoxy 288
Higher Criticism 297
Historicity 201
History of Charles, book 140, 329
History of Europe, book 21, 327
History of God, book 74
History of Islamic peoples, book 107, 146, 329
History of Ottoman Empire, book 78
History of the Arabs, book 47, 167, 324
Hitti, Philip Khuri 47, 74, 140, 167, 172, 324
Holy text 240, 294
Honorius III, Pope 52
Horten, Professor 301
Hourani, Albert Fadlo 211, 212, 231, 245, 246, 324
Hume, David 112, 113, 324
Hurts, James Willard 161, 324
Hutchinson 126, 329

I

Ibn Warraq 123
Idrāra Ma´ārif-iIslāmī Mansūra 58, 327
IL Aldine Publishing 131, 323
Imrān, Maulānā Muhammad 169, 172, 324
India 175, 177, 249, 261, 288
Indian Liturgy 111, 327
Indiana 136, 325
Indonesia 207
Innocent III, Pope 52
Introduction to the Quran, book 119, 121, 122, 128, 129, 155, 156, 320
Iqbāl, Muhammad 212, 324
Irfān 190, 324
Islam at the Crossroads, book 89, 105, 165, 204, 320
Islam: A short History, book 74
Islamic Publications 83, 330
Islamist 169
Israel 178
Izmir, Province of Turkey 120

J

Ja´firī, Farīd S 208, 324
Jamīla, Maryam 171, 180, 300, 324
Jeffery, Arthur 122, 123, 126, 127, 136, 321, 325
Je pense ,donc je suis 197
Jesus (JesusChrist) 22, 23, 57, 122, 155, 205, 327
Jews (Jewish) 154, 173, 174, 208, 323

Marfat.com

Jihād 156
John Hopkins University 214
John of Damascus 62
Joseph, Michael 190, 324
Jurists 161

K

Kant, Immanuel 76, 110, 113, 325
Karachi 138, 329
Kasama 160
Keats, John 260
Kemalism 189
Kerr, Malcolm H 214, 215, 219, 299, 325
Kerugma 115
Khān, Muhammad Yūsuf 180, 325
Khān, Sir Sayyid Ahmad 212, 239, 248, 288, 299, 320
Khayāts 134, 323
Khudā Bakhsh 107, 329
Kiel University 81
King's Crusade 52
Kingsbury 48, 326
Komnenos, Alexios I 50
Koran 81, 116, 117, 123, 126, 127, 128, 134, 143, 151, 152, 157, 225, 235, 240, 294, 320, 327, 328, 330
Koranic legislation 172

L

La Escatología musulmanaen la Divina Comedia, book 69
Lahiri, S.K 264, 319
Lahore 58, 111, 169, 171, 180, 201, 208, 212, 213, 290, 320, 323, 324, 325, 327, 328
Lawton, John Stewart 113, 325
Lazarus 155
Le fanatisme, ou Mahomet le Prophete, A play by Valtaire 77
Lebanon 214
Legal maxim 161
Legislation 172
Leiden 115, 123, 126, 225, 320, 325, 329
Lemonik, Michael D 88, 325
Levonian, Lootfy Hovhannes 46, 325
Lex Mahumet Pseudoprophete, first Latin translation of the Quran 67
Liān 160
Liber Apologeticus Martyrum, book 65
Liberal (Liberalism, Liberality) 147, 180, 194, 208, 212, 231, 246, 298, 324
Life of Mahomet, book 64, 141, 326, 329
Locomotive 205
London 23, 26, 36, 38, 46, 47, 48, 74, 108, 111, 113, 114, 115, 116, 117, 122, 124, 126, 127, 128, 140, 141, 147, 149, 156, 157, 158, 163, 178, 180, 186, 190, 202, 212, 216, 320, 321, 322, 323, 324, 325, 326, 327, 328, 329, 330
Longman 23, 111, 114, 115, 322, 326
Longmans, Green and Co 111, 326
Loon, Handrik Van 58, 59, 165, 326
Los Angeles 214
Louis IX 53
Low, Sidney James Mark 99

Marfat.com

Lull, Raymond 25
Luther's Alkoran 143, 176, 208, 212
Lutterworth Press 113, 325
Luzac & co, London 141, 329

M

MacColl, Malcolm 252
Macmillan Press 47, 117, 162, 288, 320, 322, 323, 324
Mahomet (Maumet, Mahometanism, Mahumetan) 64, 73, 77, 108, 140, 141, 142, 143, 144, 145, 147, 148, 149, 151, 153, 156, 326, 329
Mahomet or Fanaticism 145
Malik Sirāj and Sons 169, 324
Māmūn 64
Manazikert (Malazigirt), Town of Turkey 21
Marcus, Margret 170
Margoliouth, David Samuel 124, 326
Martin's Press 23, 321
Martyrs of Cordoba 65
Maumet (Mahound, Mahoin, Mahoind) 26, 73, 140
Mauritania 207
Mayer, Hans Eberhard 55, 326
McGill University 169, 200
Mecca (Meccans) 26, 89, 150, 152, 153, 170, 329
Mediations on First Philosophy, book 197
Medina (Medinans) 26, 138, 149, 150, 153, 158, 159, 160, 329
Mediterranean Sea 165
Mendelssohn, Moses 208
Menezes, J.L 158, 326
Menzel, Theophil 147, 320
Middle East 109, 133, 173, 177, 214, 321
Mills, Charles 48, 326
Milton, John 261
Minaret 173, 322
Miracle (s) 111, 112, 113, 114, 115, 325, 326, 328
Miracles and Revelation, book 113, 325
Miriam 120, 122
Missionaries 171, 180
Modern Trends in Islam, book 83
Modernism 171, 180, 230, 261, 296, 300, 325
Mohammedan (Mohammedans, Mohammedanism) 56, 111, 124, 154, 323, 326, 327
Morris, W 36, 326
Moses 88, 122, 208
Mozely, J.B 114, 326
Mu'jiza 111
Muhamedan Association 260
Muhammad at Mecca, book 26, 150, 152, 153, 329
Muhammad (Mohammad), Prophet 23, 26, 58, 73, 74, 75, 81, 108, 116, 118, 119, 128, 136, 138, 140, 141, 145, 146, 147, 149, 150, 151, 152, 153, 154, 155, 157, 158, 159, 160, 166, 173, 205, 320, 325, 326, 327, 328, 329
Muir, William 64, 108, 111, 148, 149, 151, 153, 156, 326

Marfat.com

Mullās 207

al-Murābit, 'Abd al-Qādir (Almurabit, Abdulqadir) 79, 145, 319

Murray, John 157, 163, 322, 330

Muslim Studies (Muhammedanische Studien), book 130, 131, 133, 323

N

Napoleon Bonaparte 98

Natural Selection, 163, 164, 219, 322

Naturalism 112

Netherlands 76

New Jersey 172, 175, 324, 328

New York 22, 23, 36, 48, 57, 59, 110, 116, 117, 127, 137, 154, 161, 162, 173, 174, 180, 189, 288, 320, 321, 322, 323, 324, 325, 326, 327, 328, 329

Nicholson 128, 202, 323, 327

Noldeke, Theodor 81

Non- religious Humanism 246

Norwood 157

O

Obloquy 166

Occidentals 165

Old Broad Street 140, 329

Orga, Margarete 190, 324

Orient (Oriental) 35, 36, 38, 83, 111, 328, 330

Oriental and Islamic Studies in World Universities, book 83, 330

Orientalism 35, 36, 37, 38, 42, 61, 94, 127, 171, 321, 324

Orientalism, book 38, 94

Orientalist (s) 26, 35, 36, 37, 38, 42, 43, 61, 171, 180

Origin of species, Book 162, 163, 322

Orthodox (Orthodoxy) 205, 209

Ossory 142

Oxford (Oxford University Press) 26, 36, 55, 74, 108, 112, 128, 136, 138, 140, 154, 173, 212, 319, 320, 321, 322, 323, 324, 326, 327, 328, 329

P

Pagan 62

Page, Kirby 23, 56, 57, 327

Pakistan 177, 208, 261, 290, 324, 327

Pakistan times, Newspaper 208, 290, 324, 327

Palestine 48

Palmer, E. 128, 327

Parbury 48, 326

Paul, Saint 74

Peron, Cardinal 143

Peter the Venerable 66

Pharaoh 90, 122

Philadelphia 107, 145, 323

Philologist 38

Philosophy 197, 264

Pick and Chose 310

Pirenne, Henry 21, 327

Pisa, City of Italy 98

Placios, Miguel Asin 69

Marfat.com

Polemics 299

Polygyny 158, 159

Pope 50, 51, 52, 322

Post-prophetic 204

Pratt, John H. 115, 327

Pre-Islamic 160, 188, 201

Price, David 78

Princeton (Princeton University Press) 26, 172, 175, 214, 324, 328

Privatdozent 130

Progressive 180, 189, 208

Prophetology 201

Q

Quaritch 47, 330

Quraishī, Ẓafar Alī 58, 166, 327

Quran 61, 89, 117, 119, 121, 122, 123, 125, 126, 127, 128, 155, 156, 157, 200, 201, 202, 203, 207, 299, 320, 321, 325

R

Rafī´u-d-Dīn, Dr 290, 327

Razzia (s) 150, 156

Reconstruction of religious thought in Islam, book 85, 212, 213, 324

Reeland, Adriaen / Reelant Hadrianus Relandus 76

Reform Judaism 80

Reformer (Reformation) 176, 288

Reiske, Johann Jakob 144

Religion (s) 46, 77, 79, 108, 110, 111, 113, 114, 115, 117, 125, 136, 145, 153, 157, 158, 162, 166, 175, 188, 208, 215, 246, 272, 284, 319, 323, 325, 326, 329, 330

Religion within the limits of Reason alone, book 77, 110, 113, 325

Resurrection 114, 115

Revelation 109, 111, 113, 114, 123, 189, 202, 203, 325, 326, 329

Riḍā, Rashīd 214, 215, 325

Rise and Progress of Mahometanism, book 141, 142, 143, 144, 329

Rivingtons 114, 326

Robert of Ketton 67

Robert of Chester 67

Rodd, Thomas 140, 329

Roderic, King of Hispania 20

Rodwell, J.M 117, 126, 327

Romanosiv Diogenes, King of Byzantine 20

Romans 165

Romeo and Juliet, A play by Shakespeare 73

Routledge and Kegan Paul 38, 149, 327, 328

Routledge Revivals 21, 327

Royal Asiatic 46

Russell F.Moore 127, 325

S

S. P.C. K 178, 332

Safran, Nadav 177, 178, 198, 327

Said, Edward Wadie 38, 94, 327

Sale, George 116, 117, 151, 152, 157, 328

Samson 90

Sands 158, 326

Sant Nagar 171, 324

Marfat.com

Saracen (s) 22, 51, 260, 329
Sartor Resartus" (The Tailor Retailored), Novel 79
Saudi Arabia 178, 207
Saunders, John Joseph 149, 167, 328
Sayyid Ahmad Khān: A Reinterpretation of Muslim theology, book 248
Scarborough Report 83
Schacht, Joseph 136, 160, 300, 328
Schocken Books 174, 323
Scholiasts 264
Scripture 115, 127, 294, 325, 327
Scripture and Science not at variance, book 115, 327
Secularism 246
Sergius the Monk 141
Seven Sleepers 120
Shāfi'ī, Imām 137
Shāh, Dr Muhammad Sultān, 163, 328
Shairānī, Ḥāfiẓ Maḥmūd Khān 141, 329
Shakespeare 73
Shapur I, King 90
Sharia 300
Ṣiddīqī, Bashīr Ahmed 111, 328
Simon & Schuster 137, 323
Simpson, J.A 36, 328
Skepticism 112
Smith, Lucky T 140, 328
Smith, Wilfred Cantwell 175, 176, 177, 195, 289, 298, 300
SOAS 61
Sociologist 38
Sources 108, 156, 201, 204, 324
Southern R. W. 21, 25, 328
Speculum Doctrinale, book 66
Speculum Historiale, book 66
Speculum Maius, book 66
Speculum Naturale, book 66
Spirit (Spiritual) 114, 173, 195, 205, 260, 264, 300, 319
Sprenger, Aloys 81
St. Andrews University 125
Stern, S.M 131, 323
Stockholm University College 146
Stubbe, Henry 141, 142, 143, 144, 329
Stuckrad, Kockuvon 115, 329
Studies in Islamic culture in the Indian Environment. 212, 261, 319
Supernatural religion, book 111, 114, 115, 284, 326
Survival of the Fittest 219
Sylvester II, Pope 61
Synthesis 298

T

T & Clark 111, 327
Talmud 117
Tanẓīmāt 187
Taylor &Francis 21, 327
The Decent of Man, Book 162
The Divine comedy (Divina Comedia), Poem 69
The Free press 161, 324
The French Revolution, book 79

Marfat.com

The Koran with an Introduction by R Nicholson, 128, 327
The Light, Magazine 201, 323
The Message of the Quran, translation of the Quran by Muhammad Asad 89
The Modern Library 48, 323
The Quran Interpreted, translation of the Quran by Arberry 61, 122, 320
The religious Tract Society 108, 326
The Road to Mecca, book 89, 170
The Sun Dial Press 59, 326
Theology 189, 216, 248, 264, 322
Theophanes the Confessor 65
Theory of Evolution 162
Thutmose II, Pharaoh 90
Tolan, John V 22, 329
Torrey, Charles Cutler 123
Transoxian (Transoxania) 110
Treatise of Human Nature, book 112
Tritton, A.S 126, 329
Troll, Christain W 248
Turkey (Turks) 176, 188
Turpin, Archbishop 140, 329

U

United Kingdom 21, 137, 321, 327
University of Strasbourg 81
University of Calcutta Press 107, 329
University of the Punjab 111, 328
Upham, Edward 78
Uppsala University 146
Urban II, Pope 50, 322
Utrecht University 76, 239

V

Verse 142, 159
Vessels 109
Vienna University 200
Virgin Mary (Mary) 23, 120, 122
Virilocal 158
Vitalis, Ordericus 140, 329
Voltaire, Arouet François-Marie 77

W

Warne, F. 116, 328
Was the Goethe a Muslim, Article 79, 145, 319
Washington DC 109, 321
Watt, William Montgomery 25, 26, 73, 108, 109, 116, 118, 119, 128, 138, 140, 149, 150, 152, 153, 154, 157, 158, 159, 160, 329
Weidenfeld and Nicholson 202, 323
Weil, Gustav 107, 146, 329
Weiner, ESC 36, 328
West (Western, Westernism, Western civilization, Western culture) 21, 23, 25, 58, 75, 107, 143, 165, 166, 169, 172, 180, 186, 187, 188, 194, 195, 207, 294, 296, 298, 320, 321, 322, 323, 324, 327, 328
What did Muhammad take from Judaism (Was hat Mohammed aus dem Judentume aufgenommen), Writing of Abraham Geiger 80

Marfat.com

William I of Aquitaine, king 66

Wollaston, Arthur N 157, 330

Wood Brooke College 46

Wright, Thomas 47, 167, 330

Y

Yale University 123

Yūsufu-d-Dīn 83, 330

Z

Zaehner, Robert Charles 46, 330

Ẓihār 160

Zwemer, Samuel Marinus 26

Marfat.com

فکرِ استشراق
اور
عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ

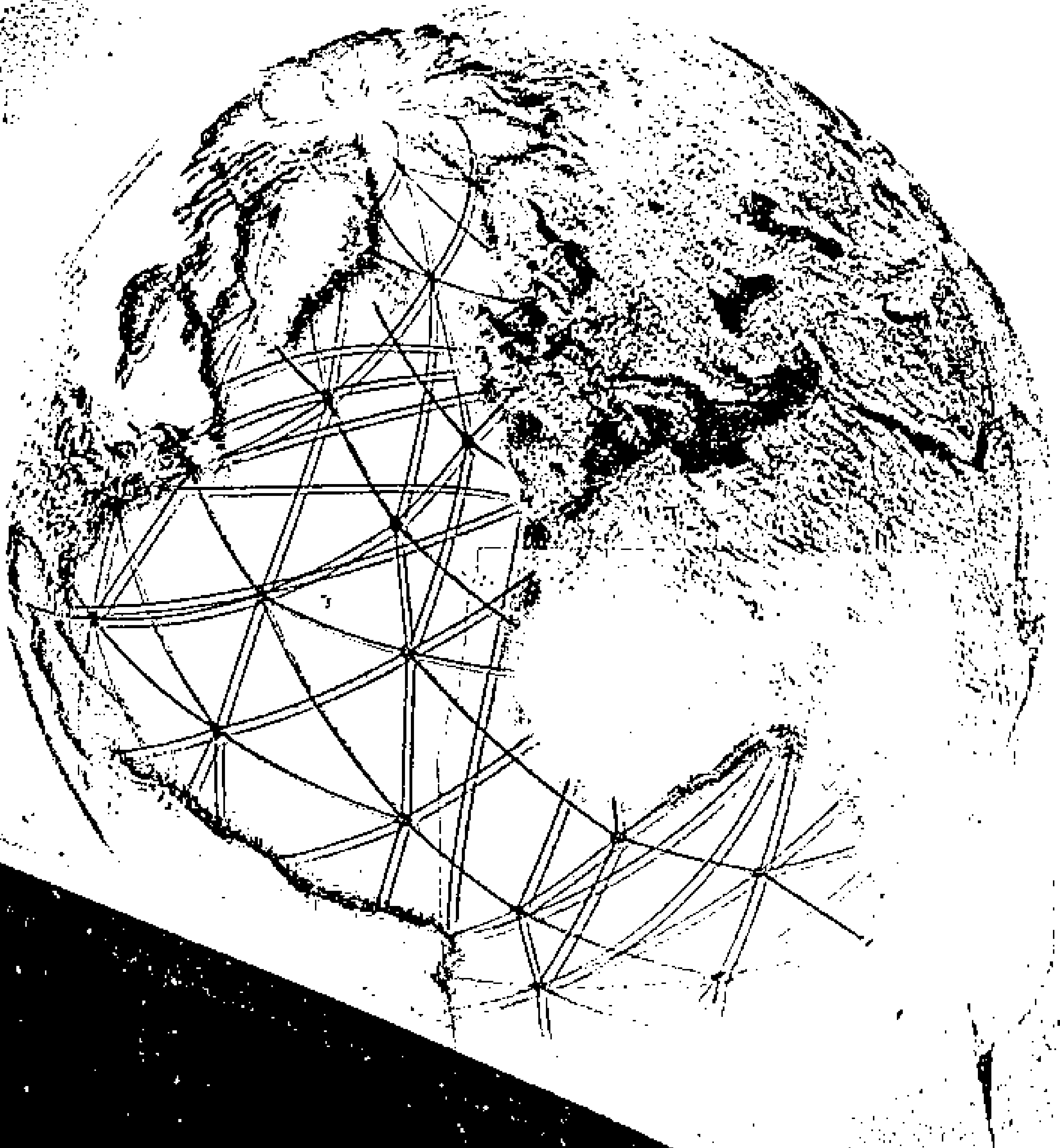

ڈاکٹر محمد شہباز منج

Marfat.com